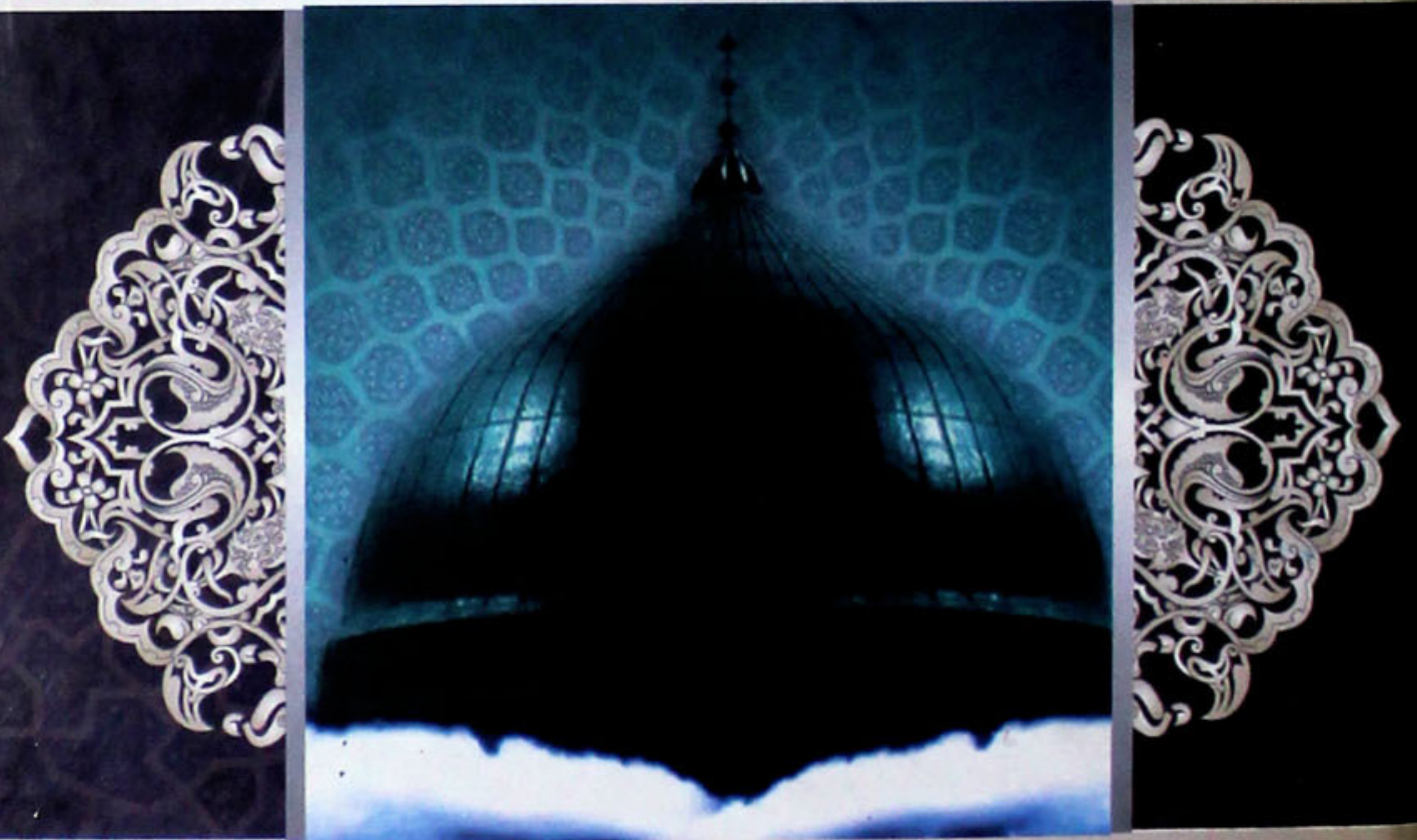


مقامِ ولایت و نبوت



تصنیف

مفسر قرآن و اشعار حدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی

مَظْمُوعِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خُدا و اَدُلُومِ غِیْبِیَّہ
نِیَّارَات کا اِیْمَان اَفْرُوز، مَدَلِّل اور عَالَمَانہ سِیَّان

مُجَزَّزِہ :

لَا مَرَّ عِلَامِ رُسُولِ سَعِیْدِی

بِ تَفْسِیْرِ تَبْشِیَّانِ الْقُرْآنِ وَ شَارِحِ مُسْلِمِ شَرِیْف
لِلْحَدِیْثِ دَارُ الْعُلُومِ نَعِیْمِیَّہ، کراچی ۲۸

سُرَّانِ پُشلی کَشِشَنز کراچی

Click For Mbre Books

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	مقام ولایت و نبوت
مؤلف	علامہ مولانا غلام رسول سعیدی
ناشر	شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی محمد حفیظ البرکات شاہ
سال اشاعت	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی مارچ 2014ء، بار اول
مطبع	اوریلیا پرنٹرز
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	TF71

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔ انقال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:- 021-32212011-32630411

فیکس:- 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فہرست مضامین

مقام ولایت و نبوت

117	الشیء المطلق اور مطلق الشیء	5	الاحدء
122	قدرت	6	تقدیم
122	خلق اور کسب	6	علم
125	امور عادیہ اور غیر عادیہ	6	حضور کے علم پر علم کا اطلاق
128	امور غیر عادیہ میں کسب کا دخل	14	تدریجی علم
133	معجزہ	26	بعثت سے پہلے غیب کا علم
150	کرامت	32	عقیدہ علم غیب
153	(۱) مُردوں کو زندہ کرنا	32	اخبار غیب اور علم غیب
153	(۲) مُردوں سے بات چیت کرنا	36	علم غیب کا اطلاق
	(۳) دریا کا شق ہو جانا اور اس کا خشک ہو جانا یا پانی کا اوپر کو چلا جانا	44	علم غیب کا اطلاق (مدرسہ دیوبند سے) ہر مومن کو کچھ غیب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے
154	(۴) قلب ماہیت	50	
	(۵) اولیاء اللہ کے واسطے زمین کا سمٹ جانا	54	ذاتی اور عطائی کی بحث
154	سمٹ جانا	56	عدم توجہ، عدم علم کو مستلزم نہیں
154	(۶) جمادات اور حیوانات کا کلام کرنا		علم کلی کے بارے میں اہل سنت کا مسلک
154	(۷) بیماریوں سے تندرست کر دینا	56	
155	(۸) حیوانات کا فرماں بردار ہو جانا	58	علم کلی پر دلائل
155	(۹) وقت کا سمٹ جانا	92	علم ”ماکان وما یکون“
155	(۱۰) وقت کا وسیع ہو جانا	105	علم روح اور علوم خمسہ
157	محمد الحضری مجذوب	114	علم الہی اور علم رحول میں فرق

مقام ولایت و نبوت	4	فہرست
محمد الشرمی	158	
تصرف	161	
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف کا ثبوت	165	
محمد شمس الدین حنفی	168	
ملفوظ نمبر ۴۹	177	
ملفوظ نمبر ۵	178	
تکوین	181	
استعانت اور استمداد	186	
فائدہ	194	
مخلوق سے استعانت کی قسمیں	199	
استمداد پر شواہد	201	
شاہ ولی اللہ اور استمداد	204	
حضرت عبدالرحیم سے استمداد	206	
حضرت شیخ محمد سے استمداد	213	
شاہ عبدالعزیز اور استمداد	215	
حاجی امداد اللہ اور استمداد	219	

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الاحدء

میں اپنی اس تالیف کو اپنے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالجید صاحب اویسی کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو میرے سب سے پہلے استاذ ہیں جن کی بے پناہ شفقتوں سے میں علم دین کو کما حقہ حاصل کرنے کے قابل ہوا آج بھی جب ان کا بے انداز لطف و کرم یاد آتا ہے تو آنکھیں پر نم ہو جاتی ہیں۔

غلام رسول سعیدی



تقدیم

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے مقامات میں بہت سی چیزیں آتی ہیں۔ لیکن تمام مقامات اور کمالات صرف دو چیزوں کے گرد گھومتے ہیں اور وہ ہیں علم اور قدرت۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ذاتی علم کی نفی کرائی ہے اور فرمایا:

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ
وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ۔ (الانعام: ۵۰)

میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں۔

اسی طرح ذاتی قدرت کی بھی آپ سے نفی کرائی اور فرمایا:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا۔
(الاعراف: ۱۸۸)

آپ فرما دیجئے میں (ذاتی طور پر) اپنے لئے نفع و نقصان کا مالک نہیں۔

مخالفین کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف عطائی تھا آپ کی ذات اور آپ کا وجود بھی عطائی تھا۔ پھر بالخصوص علم اور قدرت کی بطور ذاتی نفی کرنے اور بلحاظ عطائی ثابت کرنے میں کیا خصوصیت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے جیسا امام رازی، علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ الوہیت کا مدار دو صفتوں پر ہے علم اور قدرت۔ اگر اللہ تعالیٰ کے لئے علم ثابت نہ ہو تو وہ کچھ نہیں جان سکتا کہ اس کی مخلوق کیا کر رہی ہے اس کے احکام کی تعمیل میں مصروف ہے یا نافرمانی میں اور اگر علم ہو اور قدرت نہ ہو تو وہ نیکو کاروں کے ثواب اور بدکاروں کی گرفت پر قادر ہوگا اور نہ ہی مخلوق سے اپنی اطاعت کرا سکے گا اور اس طرح نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے ان میں کمال علمی دیکھا کہ وہ بتا دیتے تھے کہ کیا کھا کر آئے ہو اور کیا گھر رکھ کر آئے ہو اور قدرت کا کمال دیکھا کہ انہوں نے مادر زاد اندھوں کو بینا کر دیا، کوڑھیوں کو شفا دے دی، مردے زندہ کر دیئے۔ تو ان میں علم اور

قدرت کا یہ کمال دیکھ کر ان کی امت نے انہیں اللہ یا اللہ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ علم دیا اور فرمایا:

وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ (النساء: ۱۳۳)
آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے وہ سب
کچھ ہم نے آپ کو بتلایا اور یہ آپ پر اللہ
تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔

نیز فرمایا:

قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ (طہ: ۱۱۴)
(آپ دعا کیجئے کہ) اے رب! میرے
علم میں زیادتی فرما۔

اس کے باوجود آپ سے خصوصاً علم کی نفی کرائی کیونکہ یہی وہ صفت ہے جس سے
الوہیت کا اشتباہ ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو صرف ”کیا کھا کر اور کیا رکھ کر آئے ہو“ یہ
بتلایا تھا۔ آپ نے تو ”ما کان وما یکون“ کی خبریں دی ہیں، تمام اولین و آخرین کے
واقعات بتلائے ہیں، قیامت تک کی پیش گوئیاں کی ہیں، ماں کے رحم سے لے کر باپ کی
صلب تک ہر چیز کی خبر دی ہے، جنت اور دوزخ کے حالات بتلائے ہیں۔ علم کے اس وافر
ذخیرہ کی بناء پر عین ممکن تھا کہ کوئی آپ کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے
آپ کی زبان سے کہلوا دیا ”لا اعلم الغیب“ میں از خود کچھ نہیں جانتا تم مجھ میں یہ جس قدر
علمی کمالات دیکھتے ہو، یہ سب خدا کے عطا کردہ ہیں، ان میں سے کوئی علم بھی ذاتی نہیں ہے۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ قوت اور قدرت عطا فرمائی۔

ارشاد فرمایا:

إِنَّا آعْطَيْنَاكَ الْكُوفَرَ ۝ (الکوثر: ۱)
ہم نے آپ کو ہر قسم کی خیر کثیر عطا فرمائی۔

نیز فرمایا:

تَقْمُوا إِلَّا أَنْ أَعْلَنُكُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
مِنْ فَضْلِهِ۔ (التوبہ: ۷۰)
ان منافقین کو نہ برا لگا مگر یہ کہ مسلمانوں کو
اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے
غنی کر دیا۔

نیز فرمایا:

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ۔ (حضرت زید پر) اللہ نے انعام کیا اور
(الاحزاب: ۳۷) آپ نے اس پر انعام کیا۔

اور فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی ہدایت دیتے
(الشوری: ۵۲) ہیں۔

اس کے باوجود آپ سے کہلوا یا ”لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا“ کیونکہ قدرت کے چند مظاہر دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے انہیں خدا مان لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بیش از بیش قدرت کے مظاہر دکھائے تھے۔ آپ کے اشارے سے درخت جڑوں سمیت چلے آتے تھے، آپ کی توجہ سے جانور کلمہ پڑھ لیتے، آپ کا ہم زاد مسلمان ہوا، مردہ گوشت کے پارچہ میں زندگی آئی اور اس نے آپ کے دہن اقدس میں کہا: ”اِنِّیْ مَسْمُوْمٌ“ (مجھ میں زہر ملا ہوا ہے) جس پہاڑ پر آپ چڑھتے وہ فرط مسرت سے جھوم اٹھتا، آپ نے اپنے لعاب دہن سے کتنے بیماروں کو شفا یاب کیا، آپ کی پھونک کے اثر سے بیمار تندرست ہو جاتے، آپ کی شفاعت سے نجانے کتنوں کی مغفرت ہوگی۔ لیکن قدرت کے ان عظیم مظاہر دکھانے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا: میں ان امور میں کسی امر پر از خود قدرت نہیں رکھتا، مجھے تو اپنی جان پر بھی نفع یا نقصان کا ذاتی اختیار نہیں ہے تاکہ کسی مرحلہ پر امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت کے کمالات دیکھ کر آپ کے بارے میں الوہیت کا شبہ نہ کرے۔

اس کے علاوہ آپ کی باقی صفات ایسی نہیں ہیں جن پر الوہیت کا شبہ ہو سکے مثلاً وجود پر کوئی الوہیت کا شبہ نہیں کر سکتا کہ یہ سب میں مشترک ہے۔ عبدیت اور رسالت میں بھی تمام بندے اور رسول آپ کے شریک ہیں۔ صداقت، سخاوت، شجاعت، عبادت، شہادت ان میں سے کوئی صفت بھی ایسی نہیں ہے جو عام لوگوں میں مشترک نہ ہو یا جس پر الوہیت کا شبہ پڑتا ہو اس کے باوجود آپ اپنی ہر صفت میں تمام لوگوں سے ممتاز ہیں۔ عبد ہیں مگر ایسے

عبد کہ جن کی عبدیت پر خدا ناز کرتا ہے۔ ”قُلَّا وَرَبِّک۔ مما نزلن علی عبدنا۔ اسری بعدہ۔“۔ رسول ہیں مگر ایسے رسول کہ تمام رسل ان کی رسالت کا صدقہ ہیں۔
صادق ہیں مگر ایسے صادق کہ جو بات کہی دیکھ کر کہی۔ حتیٰ کہ خدا کو بھی دیکھ کر خدا کہا
کائنات میں ان جیسا صادق کون ہے؟

سخی ایسے ہیں کہ ساری کائنات کو سخاوت کی ترغیب دینے والا خدا ان سے فرماتا ہے:
وَلَا تَبْسُطْهَاکُلَّ الْبَسْطِ۔ (الاسراء: ۲۹) بہت زیادہ سخاوت نہ کیا کرو۔
عابد ایسے ہیں کہ انہیں معبود خود کہتا ہے:

قُمِ الْبَيْتَ إِلَّا قَلِيلًا۔ (المزل: ۲) رات کو کم عبادت کیا کرو۔

شاہد ایسے ہیں کہ جس چیز کی شہادت دی دیکھ کر دی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھ
کر شہادت دی۔ وہ شاہد بھی ہیں اور مشہود بھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شہادت بعد میں دی
اس سے پہلے ارواح انبیاء کے گروہ میں خود خدا نے ان کی شہادت دی۔

قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ (حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے
(آل عمران: ۸۱) پر) تم بھی گواہ ہو اور میں بھی تمہارے
ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

جن کی مرضی اللہ کا قانون کہلائے، جن کی توجہ قبلہ بن جائے، جو کوثر و تسنیم کے مالک
ہیں، جن کی حمد ان کا رب عظیم کرتا ہے، میدان محشر میں جن کی تمام انبیاء کو حاجت ہے، جن
کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا، مقام محمود پر فائز ہوں گے، جو ایک سجدہ کریں تو میدان محشر کا
سارا نقشہ بدل جائے ان کے مقامات اور مجھ جیسا گناہ گار کا قلم یہ کیسے ممکن ہے؟ بس یہی
سوچا کہ مقامات تو ان کے ان گنت ہیں لیکن علم اور قدرت ایسا کمال ہے جو کہ مظہر شان
الوہیت ہے جن کی اتنی اہمیت ہے کہ خدا نے سب کچھ دے کر بھی کہہ دیا کہ کہہ دو کہ یہ ہمارا
نہیں ہے۔ علم اور قدرت بھی آپ کے اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے کمالات کی
اصل ہے اس لئے آپ کے تمام کمالات کی گنتی کیا کیجئے۔ علم اور قدرت پر ہی بحث کر لیں
جب علم اور قدرت میں آپ کا مقام آشکارا ہوگا تو باقی تمام کمالات بھی روشن تر ہوتے چلے

جائیں گے۔

”توضیح البیان طبع اول ۱۹۶۹ء“ میں حضور ﷺ کے دیگر مکارم و فضائل کے علاوہ آپ کے علم اور قدرت پر بھی قدرے روشنی ڈالی تھی۔ بعض مخالفین نے ۱۹۸۱ء میں بارہ سال بعد اس کے ایک باب کے رد میں ”اتمام البرہان“ نامی ایک کتابچہ لکھا جس میں سوقیانہ تحریر اور سب و شتم کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہم نے اس کتاب کو لائق التفات نہیں سمجھا کہ ایسی باتوں کا جواب نہیں ہوا کرتا۔ تاہم جزئیات میں الجھنے کی بجائے ہم نے علم اور قدرت سے متعلق ہر پہلو پر اصولی مباحث بیان کر دی ہیں جن کو پڑھنے سے ”اتمام البرہان“ کی تمام جزئیات کا جواب واضح ہو جائے گا۔

اس کتاب کے پہلے حصہ میں ہم نے علم اور دوسرے حصہ میں قدرت سے بحث کی ہے اور علم اور قدرت سے متعلق جتنے گوشے اب تک مخفی تھے، وہ سب اجاگر کر دیئے ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں مناظرانہ انداز اختیار نہیں کیا بلکہ اہل علم اور اہل دل کے سامنے اس موضوع پر تحقیقی مواد پیش کر دیا ہے اور مخالفین کے مسلم اکابر کی عبارات سے بہ کثرت استدلال کیا ہے البتہ کہیں کہیں خصوصیت سے ”اتمام البرہان“ کی کسی جزوی الجھن کا بھی حل پیش کر دیا ہے۔

یہ کتاب دراصل اپنے موضوع پر ایک مستقل تصنیف ہے۔ لیکن ”اتمام البرہان“ کے مصنف کو بھی شکایت نہیں ہوگی کیونکہ علم اور قدرت سے متعلق تمام مسائل پر ہم نے مفصل بحث کر دی ہے اور کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ بہت قلیل وقت میں بے حد مصروفیات کے باوجود ماہ رجب کے اواخر سے رمضان المبارک کے اوائل میں یہ کتاب اختتام پذیر ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ اس کو مخالفین کے لئے ہدایت اور موافقین کے لئے استقامت کا سبب بنائے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

والصلوة والسلام علی سید المرسلین و علی

آلہ و اصحابہ اجمعین الی یوم الدین۔

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علم

حضور ﷺ کے علم کے بارے میں اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ پیدائشی نبی تھے اور چونکہ نبی وہ ہوتا ہے جسے علم غیب حاصل ہو، اس لئے حضور ﷺ کو اظہار نبوت سے پہلے بھی غیب کا علم تھا۔ پھر نزول وحی کے بعد بتدریج آپ ﷺ کے علم میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ نزول وحی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا علم کلی مکمل ہو گیا۔ حضور ﷺ کے علم کلی پر اساطین اسلام نے اپنی متعدد تصانیف میں ”ما کان وما یكون“ کا اطلاق کیا ہے۔ لیکن سخت حیرت ہے کہ بعض علماء دیوبند حضور کے علم پر علم کا اطلاق بھی جائز نہیں رکھتے۔

حضور کے علم پر علم کا اطلاق

چنانچہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

جان لو کہ یہ امور خمسہ (1) جبکہ امور تکوینیہ سے ہیں نہ کہ تشریعیہ سے تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے کسی پر ان امور خمسہ کو ظاہر نہیں فرمایا، مگر جس قدر چاہا اور امور خمسہ کی چابیاں اپنے پاس رکھیں اور فرمایا: ”غیب کی چابیاں اس کے پاس ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا“۔ پھر امور خمسہ سے مراد امور خمسہ کے اصول ہیں کیونکہ امور خمسہ کی جزئیات کا علم تو اولیاء رحمہم اللہ کو بھی

ثم اعلم ان هذه الخمس لما كانت من الامور التكوينية دون التشريعية لم يظهر عليها احدا من انبيائه الا بما شاء و جعل مفاتيحه عنده فقال و عنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو لانهم بعثوا للتشريع فالمناسب لهم علوم التشريع دون التكوين ثم المراد منه اصولها و اما علم الجزئيات فقد يعطى منه الاولياء رحمهم الله تعالى ايضا۔

1۔ پانچ چیزوں کا علم، قیامت، بارش، بکلیا ہوگا؟ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کون کہاں مرے گا؟

لان علم الجزئیات لیس بعلم فی الحقیقة لكونها محیطا للتحولات والتغیرات ولان علم جزئی لا یوصل الی علم جزئی آخر فکانه لیس علما انما العلم علم یوصل الی علم جمیع افراد ذلك النوع و لیس ذلك الا علم اصول الشیء۔ الاتری ان الوفا من المصنوعات تجلب الینا من دیار الاوربا و نحن نشاهدھا ونعلیھا ولكن لا علم لنا باصول لها فای علم حصلناه بتلك الجزئیات و لكن العلم هو العلم الكلی یتبکن به من علم الجزئیات من ذلك النوع باسرها یطلع علی حقائقھا و الیه اشار سبحانه بالمفاتیح فانك اذا اد تیت مفتاحا علی فتح المغالیق کلھا مما اردت و لیس هذا الشان الا شان العلم الكلی۔ فلم یعط احد الا جزئیات منتشرة اما العلم الذی کالفتح فهو عند ربك الذی لا تخفی علیہ مخافیة

(انور کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱)

(ص ۱۵۱)

دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ جزئیات کا علم حقیقت میں علم نہیں ہوتا کیونکہ وہ متغیر ہوتا رہتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک جزئی کا علم دوسری جزئی تک نہیں پہنچاتا۔ پس گویا کہ وہ علم نہیں ہے اور علم حقیقت میں اس کو کہتے ہیں جو اس نوع کے جمیع افراد کے علم تک پہنچا دے۔ اور یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا۔ جب تک کسی شے کے اصول کا پتہ نہ چل جائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یورپ سے ہزاروں مصنوعات ہمارے پاس آتی ہیں ہم ان کو دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ لیکن ہم کو ان کے اصول کا علم نہیں ہوتا؟ تو ان جزئیات کے جاننے سے ہم نے کون سا علم حاصل کیا؟ لیکن حقیقت میں علم، علم کلی کا نام ہے جس کا جاننے والا جزئیات کے علم سے اس نوع کے تمام افراد اور حقائق کے علم پر قادر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ”مفاتیح“ (چابیاں) کے لفظ سے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ جب تم کو چابی دے دی جائے گی تو تم جب چاہو تمام تالوں کو کھولنے پر قادر ہو جاؤ گے اور یہ شان صرف علم کلی کی ہے۔ پس کسی شخص کو بھی

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جزئیات منتشرہ سے زائد علم نہیں دیا جاتا۔
رہا وہ علم جو بہ منزلہ چابی کے ہے۔ پس وہ
تمہارے رب کے پاس ہے، جس سے کوئی
چیز مخفی نہیں ہے۔

کاشمیری صاحب نے حضور ﷺ کے علم پر علم کا اطلاق نہ کرنے کے سلسلہ میں جو
دلائل قائم کئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ علم وہ ہے جو منطقی اصطلاح میں کلی کا سب اور
موصل ہے۔ یعنی جب کسی چیز کے علم میں یہ صلاحیت ہو کہ اس کے علم سے اس نوع کے تمام
افراد کا علم ہو جائے تو وہ علم ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کو انسان کا علم ہو تو وہ انسان کے ضمن میں
انسان کے جتنے افراد ہیں مثلاً زید و عمر، بکر ان سب کو جان لے گا۔ کیونکہ یہ سب انسان ہی
ہیں۔ اس لئے کہ انسان ایک کلی ہے اور زید، عمرو، بکر سب اس نوع کے افراد اور جزئیات
ہیں۔ بخلاف اس کے کہ کسی شخص کو زید کا علم ہو تو اس سے اس کو انسان کے تمام افراد تو کجا عمرو
کا علم بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ واضح بات ہے کہ مثلاً زید کے علم سے عمرو کا علم نہیں ہو سکتا۔
کاشمیری صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو اگر اللہ تعالیٰ نے چند جزئیات مثلاً کسی کے
مرنے، جینے اور ”کل کیا ہوگا“ کا علم دیا ہے تو اس علم میں یہ صلاحیت نہیں کہ اس سے قیامت
تک کے واقعات کا استخراج ہو سکے۔ اس لئے آپ کو جو کچھ بھی علم دیا گیا ہے وہ حقیقت
میں علم نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

بخلاف اللہ تعالیٰ کے علم کے کہ اس کا علم (العیاذ باللہ) کلی اور کا سب ہے وہ ایک
جزی کے علم سے اس نوع کے تمام افراد اور حقائق کو جاننے پر قادر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم
بہ منزلہ چابی ہے، جب چاہا اس چابی سے معلومات کے تالوں کو کھول کر علم حاصل کر لیا۔

کاشمیری صاحب نے اس مقام پر دو غلطیاں کیں:

اولاً: یہ کہ حضور ﷺ سے علم کی نفی کی۔

ثانیاً: یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم کو کلی، کا سب اور بہ منزلہ چابی کے قرار دے کر اللہ تعالیٰ
کے لئے بالقوۃ علم مانا اور بالفعل اللہ تعالیٰ سے بھی علم کی نفی کر دی۔

ثالثاً: یہ کہ علم کی یہ تعریف کہ وہ کاسب ہو کسی اہل علم سے منقول نہیں ہے بلکہ غور کیا جائے تو کاسب علم کی قسم ہے۔ کیونکہ جب کسی کو کسی چیز کا علم حاصل کرنا ہوتا ہے تو اس کے مقدمات کو ذہن میں ترتیب دیتا ہے اور وہ مقدمات ذہنیہ اسی چیز کے علم کے لئے کاسب قرار پاتے ہیں۔

علاوہ ازیں کاسب کی صرف دو قسمیں ہیں قول شارح اور حجت اور کسی نے بھی ان میں علم کا حصر نہیں کیا۔ نیز اللہ تعالیٰ کے علم پر کاسب یا موصل کا اطلاق کرنا خواہ وہ قول شارح ہو یا حجت ایک ایسی جرأت ہے جس سے قلب مومن لرز جاتا ہے۔

باقی رہا حضور ﷺ کے علم پر علم کا اطلاق کا ثبوت تو وہ اجلی بدیہات میں سے ہے۔ قرآن کریم کی آیات اور احادیث شریفہ کا عظیم ذخیرہ ان اطلاقات سے پر ہے، کیونکہ حضور ﷺ کے صاحب علم ہونے پر کسی مسلمان کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

تدریجی علم

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

اقول وبالله التوفیق جب فرقان مجید میں ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل اور اہل سنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورة یہ بیانات محیطہ اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔ اب یہ بھی قرآن عظیم سے پوچھ دیکھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے؟

قال الله تعالى:

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَكْتَرٌ۔ ہر چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے۔

(القمر: ۵۳)

وقال الله تعالى:

وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ۔ ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرما

(یس: ۱۲) دی ہے۔

وقال الله تعالى:

وَلَا حَبَّةٌ فِي ظُلُمَاتٍ الْأَرْضِ وَلَا مَاطٍ وَ
لَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كُتُبٍ مُبِينٍ ﴿٥٩﴾
کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور
نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک
(الانعام: ۵۹) روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ حینفی میں مفید عموم ہے اور لفظ ”کل“ تو ایسا عام
ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص
ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے، بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں۔ ورنہ شریعت
سے امان اٹھ جائے نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر
سکے، بلکہ اس کے حضور مضحمل ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور
تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظن سے تخصیص ہو
سکے تو بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نص صریح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ”ماکان و
ما یكون الی یوم القیامة“ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق و غرب و سماء وارض و
عرش و فرش میں کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ رہا؟ واللہ الحجة السامیة اور
جب کہ یہ علم قرآن عظیم کے ”تہیاناً لکل شئی“ ہونے نے دیا اور ظاہر کہ یہ وصف تمام
کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورۃ کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم
الصلوة والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو: لَمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ (المومن: ۷۸) یا منافقین کے باب
میں فرمایا جائے ”لا تعلمہم“ ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفوی ﷺ کا
نافی نہیں۔ الحمد للہ طائفہ تائفہ و ہابیہ جس قدر قصص و روایات و اخبار و حکایات علم عظیم محمد
الرسول اللہ ﷺ کے گھٹانے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے، سب کا جواب
دہن دوز رفتن سوز انہیں دو فقروں میں ہو گیا۔ دو حال سے خالی نہیں یا تو ان قصص کی تاریخ
معلوم ہوگی یا نہیں اگر نہیں تو ان سے اسناد جہل مبین کہ جب تاریخ مجہول ہو تو ان کا تمامی
نزول قرآن سے پہلے ہونا صاف معقول ہے اور اگر ہاں تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ تاریخ

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تمامی نزول سے پہلے کی ہوگی یا بعد کی بر تقدیر اول مقام سے محض بیگانہ اور مستدل نہ صرف جاہل بلکہ دیوانہ بر تقدیر ثانی اگر مدعائے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو استناد محض خرط القتاد مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انہیں اقسام کی ہیں۔ ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح صریح قطعی الافادہ نہیں دکھا سکتے اور اگر بفرض غلط تسلیم ہی کر لیں تو ایک یہی جواب جامع و نافع و ثانی و قانع سب کے لئے شافی و کافی کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ بانی۔

(مصنف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ انباء المصطفیٰ ص ۴-۳)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس طویل اقتباس کو ہم نے اس لئے نقل کیا ہے کہ یہ ثابت اور ظاہر ہو جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو تدریجی مانتے ہیں۔ اور نبوت کا معنی بھی ہے: ”النبوة هي الاطلاع على الغيب“ ”زرقانی شرح مواہب ج ۳ ص ۱۸، شفاء ج ۱ ص ۱۶۱۔ یعنی نبوت غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے جیسا کہ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ نے ”مواہب“ میں اور قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۳ھ نے ”شفاء“ میں بیان کیا۔ نیز امام غزالی رحمہ اللہ متوفی ۵۰۵ھ حقیقت نبوت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

و وراء العقل طور اخر تنفتح فيه عين
اخري يبصر بالغيب وما سيكون في
الاستقبل و امور اخر العقل معزول
عنها۔ (المعقد من الضلال ص ۵۴)

عقل سے آگے ادراک کا ایک اور ذریعہ
ہے جہاں سے ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی
ہے، اس آنکھ سے نبی غیب امور مستقبلہ اور
دیگر باتوں کو دیکھ لیتا ہے جہاں تک عقل کی

رسائی نہیں ہے۔

جب اساطین ائمہ اسلام، امام غزالی، علامہ قسطلانی اور قاضی عیاض کے حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ نبی کے معنی ہیں ”غیب جاننے والا“۔ تو اس بنیاد پر اعلیٰ حضرت نے ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ“ کا ترجمہ ”اے غیب بتانے والے“ کیا ہے اور یہ ترجمہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن بعض مخالفین نے اس ترجمہ کے خلاف یہ لکھا کہ:

خان صاحب نے ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ“ کے معنی ”اے غیب بتانے والے“ کیے ہیں۔ ہم

نے اس پر ”تنقید متین“ میں گرفت کی تھی کہ اگر غیب سے بعض خبریں مراد ہیں تو بجا ہے لیکن اگر کلی غیب جس میں تمام خبریں شامل ہوں تو یہ درست نہیں ہے (اور خان صاحب غیب سے کلی غیب ہی مراد لیا کرتے ہیں) کیونکہ نبوت تو آپ کو غار حرا میں عطا ہوئی تھی اور پہلی وحی ملنے کے ساتھ ہی آپ نبی تھے۔ مگر آپ کو غیب کی سب خبریں وہاں عطا نہیں کی گئیں تھیں تو کیا (معاذ اللہ) آپ اس وقت نبی نہ تھے؟ (محصلاً ۲۶، ۲۷، اتمام البرہان ص ۱۸)

اور جب مخالف مذکور سے کہا گیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ“ کا ترجمہ ”اے غیب بتانے والے“ کیا ہے۔ سب غیب کا یہاں کب ذکر ہے اور ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ کیونکہ اعلیٰ حضرت حضور ﷺ کے لئے تدریجی علم غیب مانتے ہیں۔ تو بعض مخالفین نے لکھا:

خان صاحب نے اگرچہ لفظاً اس مقام پر کلی کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن وہ عموماً اور ہر مقام پر لفظ غیب سے ”جَمِيعَ مَا كَانَ وَمَا يَكُون“ ہی مراد لیتے ہیں اور اہل حق سے ان کا اختلاف اور نزاع بلکہ عناد بھی اسی بات میں ہے اس لئے ان کے ذہن کے مطابق یہاں کلی مراد ہے۔ (اتمام البرہان ص ۲۴)

بعض مخالفین کی یہ تحریر اس لئے کوئی وزن نہیں رکھتی کہ ہم ابھی ابھی ”انباء المصطفیٰ“ سے اعلیٰ حضرت کی عبارت کا ایک طویل اقتباس نقل کر چکے ہیں۔ جس میں اعلیٰ حضرت نے روز روشن سے زیادہ واضح الفاظ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضور ﷺ کا علم کلی نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ مکمل ہوا۔ یعنی تکمیل نزول قرآن سے پہلے آپ کو علم کلی حاصل نہیں تھا۔

اس واضح تصریح کے بعد بھی اسی بات پر اصرار کرنا کہ اعلیٰ حضرت حضور ﷺ کے لئے جب اور جہاں بھی ”علم“ کا لفظ بولتے ہیں اس سے مراد ان کی ”علم کلی“ ہوتی ہے۔ جان بوجھ کر حقائق سے آنکھیں بند کر لینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

نیز اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

و سنلحق حلیک ان تعلیم اللہ تعالیٰ لہ اور عنقریب ہم تم سے بیان کریں گے کہ

ﷺ کان بالقرآن و القرآن نزل نجما
و لم يكن كل وقت فصدق البعض في
الاقوات و في المعلومات جميعا و
لكنهم انما يريدون به القليل و النادر
اليسير قياسا له ﷺ على انفسهم
لثبته۔ كما هي للبشركين من قديم
الزمان شية اذ قالوا للراسل ما اتم
الابشرا مثلنا۔

(مصنف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ،
الدولة المکیة ص ۷۳-۷۴)

اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کو سکھانا بذریعہ
قرآن عظیم ہوا۔ اور قرآن تھوڑا تھوڑا کر
کے اترتا اور ہر وقت نہیں اترتا تھا۔ تو
اوقات اور معلومات دونوں میں بعض ہونا
صادق ہوا مگر یہ کہ وہاں یہ اس بعض سے قلیل
و حقیر و اندک مراد لیتے ہیں۔ یوں کہ نبی
ﷺ کو اپنے کمینہ نفسوں پر قیاس کرتے
ہیں جیسا کہ مشرکین کی قدیم زمانہ سے
عادت ہے۔ جب کہ وہ رسولوں سے کہا
کرتے تھے: تم تو نہیں ہو مگر ہم جیسے آدمی۔

اس عبارت میں بھی اس بات کی صاف تصریح ہے کہ حضور ﷺ کے علوم کی تکمیل
قرآن کریم کے ساتھ تدریجاً ہوئی یہ نہیں کہ وہ ابتداءً کل غیب کو جانتے تھے۔ مزید ملاحظہ
فرمائیں، اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

واذ قد علمت ان علمه ﷺ
مستفاد من القرآن العظيم و كونه
تفصيلا بكل شئ و تبيانا بكل شئ و
صف للكتاب الكريم لا لكل اية اية او
سورة سورة منه و القرآن ما نزل دفعة
بل نجما نجما في نحو ثلاث عشرين سنة
فكلما نزلت اية او سورة زادته ﷺ
علوما الى علوم الى ان تم نزول القرآن
فتم لكل شئ التفصيل والتبيان و اتم
الله نعمته على حبيبه كما كان و عده

اور تمہیں علم ہو گیا کہ نبی ﷺ کا علم
قرآن عظیم سے مستفاد ہے۔ اور ہر چیز کا
روشن بیان اور ہر شئی کی تفصیل ہونا یہ اس
کتاب کی صفت ہے۔ نہ کہ اس کی ہر ہر
آیت یا ہر ہر سورت کی۔ اور قرآن عظیم
دفعہ نہیں اترتا۔ بلکہ تقریباً تیس برس میں
تھوڑا تھوڑا۔ جب کوئی آیت یا سورت
اترتی، نبی ﷺ کے علوم پر اور علوم
بڑھاتی یہاں تک کہ جب قرآن عظیم کا
نزول پورا ہوا، ہر چیز کا مفصل روشن بیان

فی القرآن فقبل ان يتم النزول ان قبل
له ﷺ فی بعض الانبیاء علیهم
الصلوة والسلام لم نقصصهم علیک و فی
المنافقین لا تعلمهم او توقف ﷺ
فی قصة او قضية۔ حتی نزل الوحی واتی
بالجلیلة۔ فلا هولتک الایات
مناف۔ ولا لاحاطة علیه ﷺ
ناف۔ کہا لیس بخاف علی ذوی
الانصاف۔ فکما تعلقت به الوهابیة
لنفی علیه ﷺ من قصص و
روایات ان لم یعلم تاریخہ فالتمسک
به جهل سفیه و سفاہة جهول۔ لجواز
ان یکون ذلک قبل اکمال النزول۔ وان
علم و تقدم فالاستناد۔ خرط الفتاد۔
بل محض جنون۔ والجنون فنون وان
تاخذ فان لم یکن نصا فی ادعاء۔
فالمستدل سفیه والاستدال واه۔
وانا احد ربی ولوجه الکریم الاکبر۔ ان
کما تشبثت به الوهابیة فی تقصیر علم
المصطفی ﷺ فلا یخرج من احدی
هذه الصور۔ ولئن سلمنا علی سبیل
فرض الغلط ان وحدت هنا رواية
معلومة التاریخ متاخرة القصة عن

پورا ہو گیا اور اللہ عزوجل نے اپنے حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمت تمام کر دی، جیسا کہ
قرآن عظیم میں اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ تو
تمام نزول قرآن سے پہلے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے بعض انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فرمایا
گیا کہ ”ہم نے ان کا ذکر تم سے نہ کیا۔“
اور منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ ”تم
انہیں نہیں جانتے“ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی
قصہ یا معاملہ میں توقف فرمایا۔ یہاں تک
کہ وحی اتری اور علم لائی۔ تو یہ نہ تو ان
آیات کے منافی ہے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
احاطہ علم کا ثانی، جیسا کہ اہل انصاف پر مخفی
نہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار علم میں جتنے
قصوں اور روایتوں سے وہابی سند لاتے
ہیں۔ تو اگر اس قصہ کی تاریخ نامعلوم ہو تو
اس سے سند لانا حتمی کی جہالت اور جاہل
کی حماقت ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ تمام
قصہ تمامی نزول قرآن سے پہلے کا ہو اور
اگر معلوم ہو کہ اس کی تاریخ تمامی نزول
سے پہلے کی ہے تو اس سے سند لانا خاردار
درخت کو ہاتھ سے سوتنا ہے، بلکہ نرا جنون
ہے۔ جنون رنگ برنگ کا ہوتا ہے اور اگر
تاریخ بعد کی ہو اور وہ مدعاء مدلول میں نص

تکامل التنزیل قطعية الاوقاة فی نفی
حصول العلم ببعض الاشياء اصلا
فی کفینا جواب جامع۔ واف نافع ناف
جامع الجیمع القعاقع۔ شاف کافی فی
کل الوقائع۔ ان اخبار الاحاد اذا
عارضت الایات والسند باب
التأویلات لم تغن ولم تسبع۔ ولم
تسبع فلم تنفع ولن ذکر تها هنا
نصوص الفحول فی کتب الاصول
فاحسن و امکن منه ان اتی بشهادة
امام وهابیه العصر فی الهند رشید
احمد الکنکوهی اذ قال فی کتابه
المقبول لديه المنسوب الی تلمیذه
خلیل احمد الانبیتھی فی نفس هذه
المسئلة اعنی مسئله اعلامه تعالی
ﷺ بالمغیبات جاعلالها من باب
العقائد لا باب الفضائل ماتر جمته
مسائل العقائد لیست قیاسات تثبت
بالقیاس بل قطعیات تثبت بالنصوص
القاطعة حتی ان حدیث الاحاد ایضاً لا
تفیدها فلا یلتفت الی اثباتها مالم
تثبت بالقواطع و قال فی صیه العبرة فی
الاعتقادیات بالقطعیات لا بالصحاح

نہیں تو مستدل احمق ہے اور دلیل واہی
ہے۔ اور میں اپنے رب کی حمد کرتا ہوں اور
اس کی وجہ کریم کے لئے سب سے بڑی حمد
ہے۔ نبی ﷺ کے علم گھٹانے میں۔
وہابیہ جتنی چیزوں سے سند لائے ہیں وہ ان
صورتوں سے باہر نہیں اور یہ فرض غلط اگر ہم
مان لیں کہ یہاں کوئی ایسی روایت پائی
جائے، جس کی تاریخ معلوم ہو کہ تمامی
نزول قرآن کے بعد ہے، وہ یقینی طور پر
بتاتی ہو کہ اس وقت تک بعض ایسی اشیاء کا
اصلاً علم حاصل نہ ہی ہوا تو ہمیں کفایت کرتا
ہے۔ ایک ہی جواب جامع کامل نافع جو
سب چہ می گوئیوں کو دور کرتا اور جڑ سے
اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ جو تمام وقائع میں
شافی و کافی ہے کہ اخبار احاد جب کہ آیت
کے معارض ہوں اور تاویل کی کوئی راہ نہ
رہے تو وہ کچھ کام نہ دیں گی اور نہ سنی جائیں
گی اور کچھ نفع نہ دیں گی اور اگر میں یہاں
کتب اصول میں ائمہ کے نصوص کا ذکر
کروں تو اس سے بہتر اور زیادہ جہتی ہوئی
بات یہ ہے کہ اس کی گواہی پیش کروں، جو
آج ہندوستان میں وہابیہ کا پیشوا ہے یعنی
رشید احمد گنگوہی کو اس نے اپنی کتاب میں

الظنیات و فی ص ۱۱۰ احادیث الاحاد
الصحاب ایضاً لا تعتبر کما برهن علیہ فی
فن الاصول فانجلی الحال و زال عن
الحق کل اشکال الا فلیجتمع و هابیة
کنکوهی و دیوبند و دہلی و کل جلف
جاف بدوی و جبلی و لیاتوا بنص قطعی
الدلالة یقینی الافادة مجذوم الثبوت
کأیه القرآن او حدیث متواتر یحکم
بقطع قاطع و جزم ظاہر ان بعض
الوقائع قد خفيت علی النبی ﷺ
بعد تکمیل التنزیل بحیث انه لا
یعلمها اصلاً لانہ علم و کنتم لان عندہ
من المعلوم ما یکتم او علم و ذہل
حینا لاشتغال بالہ بامر اخر اعظم و
اهم فان الزہول لا ینفی العلم بل
یقترض سبق العلم کما لا یخفی علی ذی
فہم الا فاتوا ببرہان کذا ان کنتم
صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا
فاعلموا ان الله لا یرہدی کید
الخائنین۔

(مصنف: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی

۱۳۴۰ھ الدولۃ المکیہ ص ۱۰۴ تا ۱۱۰)

جو اسے مقبول اور اس کے شاگرد خلیل احمد
انھیں کی طرف منصوب ہے خود اس مسئلہ
میں کہ نبی ﷺ کو اللہ عزوجل نے غیبوں
کا علم عطا کیا، اسے باب عقائد ٹھہرایا نہ کہ
باب فضائل جس کی عبارت یہ ہے: عقائد
کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت
ہو جائیں، بلکہ قطعی ہیں، قطعیات نصوص
سے ثابت ہوتی ہیں۔ لہذا اس کا اثبات
اس وقت قابل التفات ہوگا جب کہ مؤلف
قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور
اعتقادات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے
اور ظنیات صحاح کا اعتبار نہیں ہوتا ہے،
بلکہ احاد صحاح بھی معتبر نہیں۔ چنانچہ فن
اصول میں مبرہن ہے۔ تو حال کھل گیا اور
حق سے ہر اشکال زائل ہو گیا تو گنگوہی نیز
سب وہابیہ، دیوبندیہ، دہلی اور ہر بے
ادب، نامہذب، گنوار اور پہاڑی سب
اکٹھے ہو جاؤ اور ایک نص ایسی لے آؤ جس
کی دلالت قطعی ہو اور افادہ یقینی اور ثبوت
جزمی، جیسے کہ قرآن عظیم کی آیت یا متواتر
حدیث جو یقین قطعی اور جزم روشن سے حکم
کرتا ہو کہ تمام نزول کے بعد کوئی واقعہ نبی
ﷺ پر مخفی رہا۔ بایں معنی کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاً اسے جانا ہی نہیں، نہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا اور بتایا نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے علم بھی ہیں جن کے اخفاء کا حکم فرمایا گیا۔ یا علم تھا کسی وقت ذہن اقدس سے اتر گیا۔ اس لئے کہ قلب مبارک کسی اہم و اعظم میں مشغول تھا۔ ذہن سے اترنا علم کی نفی نہیں کرتا، بلکہ پہلے علم ہونے کو چاہتا ہے جیسا کہ کسی صاحب عقل پر مخفی نہیں۔ ہاں ہاں! تو ایسی کوئی برہان لاؤ اگر تم سچے ہو اور اگر نہ لاسکو۔ ہم کہہ دیتے ہیں کہ نہ لاسکو گے تو جان لو اللہ راہ نہیں دیتا دغا بازوں کے مکر کو۔

اعلیٰ حضرت کی اس طویل عبارت سے یہ ثابت ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن کے ساتھ مکمل ہوا نہ یہ کہ ابتداءً اور دفعۃً پہلی وحی کے نازل ہونے کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی علم دے دیا۔ اس لئے یہ کہنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے کہ اعلیٰ حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جب بھی ”غیب“ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے کلی غیب مراد ہوتا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کا نبوت کی تعریف ”اطلاع علی الغیب“ (غیب پر مطلع ہونا) نقل کرنا بالکل صحیح ہے۔ اور ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ“ کا ترجمہ ”اے غیب بتانے والے“ بھی بالکل صحیح ہے۔

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت کی طویل عبارت سے یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن کے ساتھ مکمل ہوا ہے۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اور ”توضیح البیان“ کا اقتباس پیش خدمت ہے تاکہ حق ہر پہلو سے آپ کے سامنے آشکارا ہو جائے ملاحظہ فرمائیے!

عام طور پر مبتدعین دیوبند نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کلی کو اپنی پھبتیوں کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اصل مسئلہ کو مبرہن کر دیا جائے۔ چنانچہ دلیل کی تقریر اس طرح ہے کہ ہر چیز قرآن کریم میں مذکور ہے اور جو مذکور فی القرآن ہے اس کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز کا نبی علیہ السلام کو علم ہے قیاس کا صغریٰ یہ ہے کہ ہر شیء قرآن میں مذکور ہے اور اس پر قرآن کریم کی یہ آیت شاہد ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّلْكُلِّ شَيْءٍ اور ہم نے آپ کے اوپر جو کتاب نازل کی (النحل: ۸۹) ہے وہ ہر شیء کا بیان کرنے والی ہے۔

اس آیت کا مرکز استدلال لفظ ”کل“ ہے اور تمام اصولین کا اتفاق ہے کہ لفظ ”کل“ الفاظ عموم میں سے ہے۔ چنانچہ ”تلوٹح“ ص ۷۳ پر علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

اذا اضيف كل إلى النكرة فهو لعموم جب لفظ ”کل“ کی نکرہ کی طرف اضافت افرادھا۔ ہو تو وہ اپنے مضاف الیہ کے تمام افراد کو

شامل ہوتا ہے۔

اس آیت مذکورہ میں ”کل“ کی اضافت ”شیء“ کی طرف ہے جو نکرہ ہے۔ پس یہاں لفظ ”کل“ ”شیء“ کے ہر فرد کو شامل ہے اور عام اپنے تمام افراد کو قطعی اور یقینی طور پر شامل ہوتا ہے پس کوئی ظنی امر اس کا مخصص نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے ”تلوٹح“ ص ۱۱۱ پر علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

و عند جمهور العلماء اثبات الحكم في جميع ما يتناول من الافراد قطعاً و يقيناً عند مشايخ العراق و عامة المتأخرين۔ جمہور کے نزدیک عام کے تمام افراد کے لئے اس کا حکم قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اور مشائخ عراق اور یہی عام متأخرین کا مذہب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ احناف خبر واحد کو بھی عام کے لئے مخصص نہیں مانتے اور انہوں نے ”فاقروا ما تيسر من القرآن“ میں ”ما“ کے عموم کے لئے ”لا صلوة الا بغاتحة الكتاب“ کو مخصص نہیں تسلیم کیا بلکہ ”نور الانوار“ ص ۷ پر واشکاف الفاظ میں تشریح

موجود ہے:

لا يجوز تبخيص قوله ولا تاكلوا مما لم
يذكر اسم الله عليه و من دخله كان
امنا بالقياس و خبر الواحد۔
اللہ تعالیٰ کے قول ”و لا تاكلوا مما لم
يذكر اسم الله عليه“ اور ”من دخله
كان امنا“ کے عموم کی تخصیص خبر واحد اور
قیاس سے جائز نہیں ہے۔

برہان قاطع سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ”نزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شيء“
میں ”کل“ کا عموم قطعی ہے، جس کے لئے کوئی خبر واحد یا قیاس بھی مخصوص نہیں بن سکتا۔ پس
قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم میں ہر چیز شامل ہے۔ دیکھئے ”روح المعانی پ ۶ ص
۱۷۰“ پر علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

و التحقيق عندی ان جميع ما عند
النبي ﷺ من الاسرار الہیة و
غيرها من الاحكام الشریعة قد
اشتمل عليه القران المنزل فقد قال
سبحان و نزلنا عليك الكتاب تبيانا
لكل شيء و قال تعالى ما فرطنا في
الكتاب من شيء و قال ﷺ فيها
اخرجه الترمذی و غیرہ ستكون فتن
قل و ما المخرج منها قال کتاب اللہ
تعالیٰ فیہ نبأ ما قبلکم و خبر ما بعدکم
و حکم ما فیکم و اخرج ابن جریر عن ابن
مسعود قال انزل فی هذا القرآن کل علم
و بین لنا فیہ کل شيء و لکن علمنا یقصر
عما بین لنا فی هذه القرآن۔
اور میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ
نے اسرار الہیہ، احکام شریعہ یا جو کچھ بھی
بیان فرمایا ہے، ان تمام پر قرآن مشتمل ہے
کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ہم نے آپ
پر کتاب نازل کی جو ہر چیز کا بیان کرتی
ہے۔“ نیز فرمایا: ”ہم نے اس کتاب میں
کسی شے کے بیان میں کمی نہیں کی ہے“ اور
حضور ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب فتنے
ظاہر ہوں گے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ان کا
مخرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کتاب اللہ،
اس میں تم سے پہلوں اور پچھلوں کی خبریں
ہیں اور تمہارے لئے احکام ہیں۔ اور ابن
جریر رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اس قرآن میں

ہر شئی کا علم ہے اور ہر چیز کا بیان ہے لیکن
ہماری عقول قرآن کریم سے ان کو اخذ
کرنے سے قاصر ہیں۔

اور علامہ سیوطی ”اتقان ج ۲ ص ۱۲۶“ پر تحریر فرماتے ہیں:

و قال الشافعي مرة بركة سلوني عما
شتم اخبركم عنه في كتاب الله الى ان
قال و قال ابن ابى الفضل المرسى في
تفسيره جمع القرآن علوم الاولين و
الاخرين بحيث لم يحط بها علما حقيقة
الابتكلم بها ثم رسول الله ﷺ
خلا ما استاثريه سبحانه تعالى ثم
ورث عنه معظم ذلك و سادات
الصحابة و اعلام مهم مثل الخلفاء
الاربعة و ابن مسعود رضی اللہ عنہ
حتى قال لو ضاع عقل بعير لوجدته في
كتاب الله۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھ سے جو چیز
پوچھو تو میں تمہیں وہ قرآن میں دکھا دوں گا۔
حتیٰ کہ آپ نے کہا کہ ابن ابی فضل مرسی
نے اس کی تفسیر میں کہا کہ قرآن تمام علوم
اولین و آخرین کو جامع ہے جن کے علم کا
حقیقت میں سوائے اللہ کے کسی نے احاطہ
نہیں کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سوا ان
امور کے جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔ پھر
کبار صحابہ اس علم سے وافر حصہ کے وارث
ہوئے۔ مثل خلفائے راشدین کے اور
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ
عنہ کے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تو یہاں تک
فرمایا کہ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے
تو میں اسے بھی قرآن میں پالوں گا۔

علامہ آلوسی حنفی اور امام سیوطی شافعی کی ان تقریروں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ قرآن
کریم میں کل اشیاء کا بیان اور علم موجود ہے اور یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ بعض مفسرین نے ”تبیینا
لکل شیء“ کی صرف احکام شریعہ کے ساتھ تفسیر کی ہے، کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ
”کل“ کا عموم قطعی ہے اور اس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے بھی نہیں ہو سکتی۔ تو بعض
مفسرین کے اقوال اس کے مخصص کس طرح ہو سکتے ہیں؟ پس بحمد اللہ یہ امر صاف اور

ممبر ہن ہو گیا کہ قرآن کریم میں کل اشیاء کا بیان ہے اور قیاس کا کبریٰ یہ ہے کہ اجماعاً ثابت ہے کہ قرآن کریم میں جس امر کا بھی بیان ہے نبی ﷺ کو اس کا علم حاصل ہے۔ ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ کو کل اشیاء کا علم حاصل ہے اور اسی علم کو علم کلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(مصنف غلام رسول سعیدی غفرلہ، توضیح البیان طبع اول ص ۳۵۲ تا ۳۵۳)

بحمد اللہ اعلیٰ حضرت کی تصریحات اور ”توضیح البیان“ کی عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ حضور ﷺ کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن کے ساتھ مکمل ہوا ہے اور مبتدعین و یوبند جو حضور ﷺ کے علم کلی کی نفی کرنے کے لئے جو بعض اخبار احاد پیش کرتے ہیں وہ ہم کو قطعاً مضر نہیں کیونکہ جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ جس روایت سے وہ حضور ﷺ کے علم کی نفی کر رہے ہیں وہ تکمیل نزول قرآن کے بعد کی ہے۔ ان کا مدعا (یعنی حضور ﷺ کے علم کلی کی نفی) ثابت نہیں ہوگا۔ چنانچہ ”توضیح البیان“ میں صراحت ہے:

ثانیاً: یہ کہ نبی ﷺ کا علم کل نزول قرآن کے ضمن میں ”الی حین الوصال“ مکمل ہوا۔ سرفراز صاحب نے جس قدر واقعات حضور ﷺ کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے پیش کیے ہیں وہ سب نزول قرآن کے دوران تھے اور تدریجاً ان کا علم حضور ﷺ کو حاصل ہوتا رہا۔ اگر سرفراز صاحب واقعی حضور ﷺ کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے بے قرار ہیں تو ثابت کریں کہ آپ کو فلاں امر کا علم وصال تک حاصل نہیں ہوا۔ وہ بدو نہ خرط القناد۔ (مصنف غلام رسول سعیدی غفرلہ، توضیح البیان طبع اول ص ۹۷)

یہ وہی بات ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس سے زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ ”انباء المصطفیٰ“ اور ”الدولۃ المکیہ“ میں بیان فرمائی ہے جن کو ہم صفحات سابقہ میں پیش کر چکے ہیں۔

بعثت سے پہلے غیب کا علم

مخالف مذکور لکھتے ہیں:

نبی اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی اطلاع پاکر غیب کی بعض خبریں بتاتے ہیں۔ لیکن جب

انہوں نے غیب کی ایک خبر بھی نہیں بتائی تھی، صرف وحی ہی سے نوازے گئے تھے، وہ نبی اس وقت بھی تھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ نبی کے مفہوم میں غیب شامل نہیں ہاں بعد کو غیب سے نوازے گئے۔ (مصنف: محمد سرفراز خان صفدر، اتمام البرہان ص ۲۱)

اس بات میں جملہ اہل اسلام متفق ہیں کہ بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کا علم تھا اور ذات حق بجائے خود غیب الغیب ہے۔ نیز اس پر بھی اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ بعثت سے پہلے تمام انبیاء مومن ہوتے ہیں اور ایمان کا مصداق اس کے سوا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک مانا جائے اور کم از کم حیات بعد الموت کا اقرار ہو اور یہ دونوں چیزیں امور غیب سے ہیں۔ اس پر مخالف مذکور کا یہ معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے کہ ذات حق کا علم تو مشرکین مکہ کو بھی تھا جو سرتا پیر شرک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ (مصنف: سرفراز خان صفدر، اتمام البرہان ص ۳۱) کیونکہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک نہیں مانتے تھے اور نہ حیات بعد الموت کو مانتے تھے اور جب انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے مومن ہیں تو ماننا پڑے گا کہ وہ بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے بھی کم از کم اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک اور حیات بعد الموت کو مانتے تھے اور یہ دونوں امور غیب سے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو پہلی وحی کے نازل ہونے سے پہلے بھی غیب کا علم تھا۔ حضور ﷺ پیدائشی نبی تھے اور پیدائشی مومن تھے اور مومن وہ ہوتا ہے جو غیب پر ایمان لائے۔ ”الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ لہذا جب بھی حضور پر نبی کا اطلاق ہوگا نبوت کے مفہوم میں ”اطلاع علی الغیب“ (غیب جاننا) شامل ہوگا۔

مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ۔ آپ (از خود) نہ کتاب کو جانتے تھے نہ (الشوری: ۵۲) ایمان کو۔

مخالفین کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یہ ایسا ہدایت نامہ (قرآن کریم) کہ آپ کے ان بے مثال علوم میں اسی کی بدولت ترقی ہوئی۔ چنانچہ اس سے قبل آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ ہی خبر تھی کہ ایمان

کا کمال اقصیٰ جواب حاصل ہے کیا چیز ہے (اگرچہ نفس ایمان ہر نبی کو ہر وقت قبل نبوت بھی حاصل ہوتا ہے)۔ (مصنف اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۲۶ھ، بیان القرآن ج ۲ ص ۹۴۴)

اور شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفصیل جو بذریعہ وحی اب معلوم ہوئیں پہلے سے کہاں معلوم تھیں۔ گو نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف تھے۔“

(مصنف شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیہ برقرآن کریم، ص ۸۳۷)

یہ تو اکابر علماء دیوبند کا نظریہ تھا جو ان کی تفاسیر سے ظاہر ہوا اور اس سے یہ امر بہر حال ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے بھی مومن ہوتے ہیں اور ایمان غیب کو جاننے کے بغیر متصور نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نبوت کے مفہوم میں بہر صورت غیب کو جاننا مشکل ہے۔ آئیے! اب اس موضوع پر ہم آپ کے سامنے جمہور اہل اسلام اور اکابر علماء دین کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے جہل اور شک سے معصوم ہوتے ہیں اور احادیث اور آثار سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام یوم ولادت سے ہی اس نقص سے پاک ہوتے ہیں، وہ توحید اور ایمان پر پیدا ہوتے ہیں اور ان کے قلوب پر انوار معارف اور الطاف سعادت کا بچپن سے لے کر بعثت تک فیضان ہوتا رہتا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ، عیسیٰ، سلیمان اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے احوال سے یہ امر محقق اور

والصواب انهم معصومون قبل النبوة من الجهل بالله وصفاته والتشكك في شيء من ذلك وقد تعاظمت الاخبار والآثار عن الانبياء بتنزيههم عن هذه النقيصة منذ ولدوا ونشأتهم على التوحيد والایمان بل على اشراق انوار المعارف ونقات الطاف السعادة و عن طالع لسيدهم عند صباهم الى مبعثهم حقق ذلك كما عرف عن حال موسى وعيسى ويحيى وسليمان وغيرهم عليهم السلام۔ (ابو عبد الله محمد بن احمد قرطبي

متوفی ۶۷۱ھ، الجامع الاحکام القرآن ج ۱ ص ۵۵) ثابت ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ان اهل العلم اتفقوا على ان الانبياء عليهم السلام كانوا ملهمين من الله تعالى بالصانع المتوحد بصفات الكمال المنزهة عن النقص والذوال۔

اہل علم کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر (ہمیشہ) اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں الہام ہوتا رہتا ہے۔

(قاضی محمد ثناء اللہ مظہری متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری

پ ۲۵ ص ۳۳۴)

عمدة المتأخرين حضرت علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں:

ثم ان الظاهر ان من قال انه ﷺ كان متعبدا بشراع من قبله ليس مرادة انه عليه الصلوة والسلام كان متعبدا بجميع شراع من قبله بل بما ترجح عنده ﷺ ثبوته والذي ينبغي ان يرجح كون ذلك من شراع ابراهيم عليه السلام لانه عن ذريته عليها الصلوة والسلام وقد كلفت العرب بدينه وقال بعضهم ان عبادته ﷺ التفكر والاعتبار ولعله ايضا عما ترجح عنده عليه الصلوة والسلام كونه من شرايعته عليه السلام وربما يقال بما عليه ﷺ لا على ذلك الوجه من شراع من قبله لانه ﷺ

پھر تحقیق یہ ہے کہ جن علماء نے یہ کہا کہ حضور ﷺ (بعثت سے پہلے) شرائع سابقہ کے مطابق عبادت کرتے تھے ان کی مراد یہ نہیں کہ حضور تمام سابق شریعتوں کے مطابق عمل کرتے تھے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ سابقہ شریعتوں میں سے جو شریعت حضور کے نزدیک رائج ہوئی آپ اس کے مطابق عمل کرتے تھے اور زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ آپ شریعت ابراہیم علیہ السلام کے مطابق عمل کرتے تھے، کیونکہ وہ آپ کے جد اکرم ہیں اور اصل عرب ان کے دین کے مکلف ہیں اور بعض محققین نے کہا کہ (بعثت سے پہلے) حضور ﷺ کی عبادت مراقبہ (غور و فکر) تھی اور اس کو بھی

لم یزل یوحی الیہ و انه علیہ الصلوۃ
والسلام متعبد بما یوحی الیہ الا ان
الوحی السابق علی التبثۃ کان القاء و
نفثا فی الروح و ما یعمل بما کان عن
شرائع ابیہ ابراہیم علیہما الصلوۃ
والسلام الابواسطۃ ذلک الالتقاء و اذا
کان بعض اخوانہ عن الانبیاء علیہم
السلام قد اوتی الحکم صبیبا ابن
سنتین او ثلاث فهو علیہ الصلوۃ
والسلام اولی بان یوحی الیہ ذلک النوع
عن الایحاء صبیبا ایضا و من علم
منامہ ﷺ و صدق بانہ الحبيب
الذی کان نبیا و ادم بین الماء و الطین
لم یستعبد ذلک فتأمل۔

(ابوالفضل السید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح
المعانی ج ۲۵ ص ۵۹، ۶۰)

اس پر محمول کرنا چاہئے کہ یہ آپ کے
نزدیک رائج شریعت تھی۔ اور بسا اوقات
یہ کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ پر بعثت سے
پہلے اور بعثت کے بعد مسلسل وحی ہوتی رہی
اور حضور ﷺ میں سے پہلے اس وحی کے
مطابق عبادت کرتے تھے جو آپ پر نازل
ہوتی تھی۔ البتہ اصطلاحات بعثت بعثت
سے پہلی وحی کو الہام اور القاء فی القلب
سے اور بعثت کے بعد وحی کو وحی سے تعبیر کیا
جائے گا اور جن لوگوں نے بعثت سے پہلے
آپ کی عبادت کو شریعت ابراہیم کے
مطابق کہہ دیا ہے وہ بھی اس الہام پر محمول
ہے اور جب کہ انبیاء علیہم السلام میں سے آپ
کے بعض اخوان (بھائیوں) پر دو یا تین
سال کی عمر میں وحی نازل کی گئی تو آپ
(علیہ الصلوۃ والسلام) اس بات کے زیادہ لائق بھی
ہیں کہ آپ ﷺ پر (بعثت سے پہلے)
اس قسم کی وحی نازل کی جائے اور جو شخص
آپ ﷺ کے مقام کی عظمت کا قائل ہو
اور اس بات کی تصدیق کرتا ہو کہ آپ
ﷺ اللہ تعالیٰ کے ایسے حبیب ہیں کہ
آپ اس وقت بھی نبی تھے جب خیر آدم
ہنوز مٹی اور گارے کے درمیان تھا۔ اس

کے لئے قطعاً بعید نہیں ہے۔

ہم نے جو عبارات نقل کی ہیں ان میں امام قرطبی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور علامہ آلوسی نے صاف صاف تصریح کی ہے کہ بعثت سے پہلے بھی حضور ﷺ پر وحی کی جاتی تھی اور یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ اس وحی کے ذریعہ آپ کو شرائع سابقہ یا شریعت راجحہ پر مطلع کیا جاتا تھا اور اسی وحی کے ذریعہ آپ بعثت سے پہلے عبادت کرتے تھے۔ علامہ آلوسی نے اس وحی کو اصطلاحاً ”القاء یا نفث فی الروح“ سے تعبیر کیا ہے۔ علامہ مظہری نے ”الہام“ سے اور امام قرطبی نے ”اشراق“ سے اور ان سب کا مآل اطلاع علی الغیب ہی ہے۔ ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:

واللہام لغة الابلاغ و هو علم يقذفه
الله من الغیب فی قلوب عبادہ۔
الہام کا لغوی معنی پہنچانا ہے اور اصطلاح
میں یہ وہ علم ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے
(مصنف ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۶۳)
بندوں کے دلوں میں غیب سے القاء کرتا
ہے۔

انصاف پسند حضرات کے لئے ان سطور میں اس بات کی وافر وضاحت ہے کہ نبی ﷺ کا ہر وقت غیب سے رابطہ رہتا ہے اور نبوت سے پہلے کا زمانہ ہو یا بعد کا نبی کو الہام اور وحی کے ذریعہ غیب سے مسلسل نوازا جاتا ہے۔ اس لئے نبوت کے مفہوم میں اطلاع علی الغیب (غیب کو جاننا) قطعی طور پر داخل ہے۔ پھر کتنی حیرت کی بات ہے کہ نبوت کی تعریف اعلیٰ حضرت نے علامہ قسطلانی کی ”مواہب اللدنیہ“ سے نقل کی ہے اور ہم نے یہی تعریف قاضی عیاض کی ”کتاب الشفاء“ سے نقل کی ہے۔ لہذا یہ کوئی خانہ ساز اور من گھڑت تعریف نہیں ہے لیکن مخالف مذکور کو نہ علامہ قسطلانی سے شکوہ ہے، نہ قاضی عیاض سے شکایت ہے۔ سارا غصہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اور اس گناہ کار مصنف ”توضیح البیان“ پر اتارا ہے۔ مخالف مذکور ذرا انصاف سے بتلائیں کہ نبوت کی اس تعریف پر جو آپ نے ہمیں اور اعلیٰ حضرت کو مغالطات سنائی ہیں وہ سب ہمارے ساتھ مختص ہیں یا ان میں سے کچھ حصہ ان بزرگوں کو بھی پہنچے گا؟ قال اللہ المشتکی

عقیدہ علم غیب

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

(۱) بلاشبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔

(۲) بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا، مساعی تو درکنار تمام اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علوم الہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرہ سی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ بخلاف علوم الہیہ کے غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش و شرق و غرب و جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں ہیں۔ شرق و غرب دو حدیں ہیں، روز اول و روز آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدود کے اندر ہے سب متناہی ہے، بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا۔ تو جملہ علوم خلق کو علم الہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے۔ نہ کہ (معاذ اللہ) تو ہم مساوات۔

(۳) یونہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عز و جل کے دیئے سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کثیر و اثر غیبیوں کا علم ہے یہ بھی ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

(۴) اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہاں سے اتم و اعظم ہے۔ اللہ عز و جل کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبیوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عز و جل ہی جانتا ہے۔ مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، خالص الاعتقاد ص ۴۶)

اخبار غیب اور علم غیب

علم غیب اور چیز ہے جس کی نفی ہے اور امور غیبیہ و اخبار الغیب اور انباء الغیب اور چیز

ہے جس کا دلائل قطعیہ سے ثبوت ہے جب نفی اور ثبوت کا محل ایک نہیں تو ان کو آپس میں ٹکرائے کا کیا مطلب؟ (محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان، ص ۲۴)

ان صاحب نے ”ازالۃ الریب“ میں بھی یہی کچھ لکھا ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبروں سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ لیکن یہ سب اخبار غیب، انباء غیب ہے علم غیب نہیں ہے۔ لیکن متعدد صفحات کی بھرمار کے باوجود ہی بتانے سے قاصر رہے کہ اخبار غیب اور انباء غیب (غیب کی خبریں دینا) آخر علم غیب کو کیوں مستلزم نہیں ہے یا ان میں کیا منافات ہے؟ اس کی وجہ علم کلام اور عقائد سے بے خبری یا تغافل اور تجاہل عارفانہ ہے ورنہ کتب عقائد میں صاف مذکور ہے کہ خبر صادق علم کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے اور جس شخص کو خبر صادق کے ذریعہ کسی چیز کی خبر حاصل ہوگئی اس کو اس چیز کا علم حاصل ہوگیا۔ اسی طرح جس شخص کو غیب کی خبر حاصل ہوگئی اس کو غیب کا علم حاصل ہوگیا یہ بالکل صاف اور کھلی ہوئی بات ہے۔ تاہم ہم اس بات کو مدلل کرنے کے لئے حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔

علامہ نسفی ”عقائد نسفی“ میں لکھتے ہیں:

اسباب العلم للخلق ثلاثة الحواس
السليمة والخبر الصادق والعقل۔
مخلوق کے لئے علم کے تین سبب ہیں:
حواس سلیمہ، خبر صادق اور عقل۔

(مجم المسد عربین محمد نسفی متوفی ۷۵۳ھ، بہ حوالہ شرح

مصاد ص ۱۰)

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ خبر صادق سے جو چیز حاصل ہوگی وہ اس چیز کا علم ہوگی اس لئے جن خبروں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو علم غیب دیا آپ کو ان چیزوں کا علم غیب حاصل ہوگیا۔ اس لئے آپ کی طرف علم غیب کی نسبت صحیح ہوگئی۔ اور جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر سے علم غیب کی نفی کی اس کو مفسرین کرام اور اکابر علماء اسلام نے استقلال بالذات اور علی وجہ الاحاطہ پر محمول کیا ہے جس کا بطریق مفہوم مخالف (کہ یہ اس باب میں معتبر ہے) صریح مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب بالعرض (یعنی عطائی) غیر مستقل اور غیر محیط ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے علم پر علم

غیب کا اطلاق معقول اور منقول دونوں طریقوں سے ثابت ہے۔

تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب

مگرہ کشا ہے، رازی نہ صاحب کشاف

البتہ حضور ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ عرف اور شرح میں عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ لفظ ”اللہ عزوجل“ میں عزوجل اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور ”محمد عزوجل“ کہنا جائز نہیں ہے اگرچہ حضور ﷺ عزیز و جلیل ہیں۔ اسی طرح ”اللہ تبارک و تعالیٰ“ کہا جاتا ہے ”محمد تبارک و تعالیٰ“ نہیں کہا جاتا، حالانکہ حضور ﷺ میں برکت اور علو موجود ہے۔ الغرض اللہ اور اس کے رسول کے اسماء میں یہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا کہ ثبوت مبدء سے صدق مشتق ہو جائے کیونکہ عقلاً اگرچہ یہ امر درست ہے لیکن شرعاً جائز نہیں ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے لئے ”خلقت القردة و الخنازیر“ ثابت ہے، مگر اس کی ذات پر ”خالق القردة و الخنازیر“ کا اطلاق نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے زرع ثابت ہے مگر اس کو زراع کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح حضور کے لئے رعی (بکریاں چرانا ثابت ہوا) مگر راعی (چرواہا) کا اطلاق جائز نہیں۔ اسی طرح آپ کے لئے خصف نعل (جوتی گانٹھنا ثابت ہے) لیکن آپ کو خصاف (موچی) کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح آپ کا قصر (کپڑے دھونا) ثابت ہے۔ مگر قصار (دھوبی) کا اطلاق آپ پر جائز نہیں علیٰ ہذا القیاس علم غیب آپ کے لئے ثابت ہے۔ لیکن عالم الغیب کا اطلاق آپ پر جائز نہیں کیونکہ یہ عرف اور شرع میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور دوسرے کے لئے اس کا استعمال موہم شرک ہے۔ بنا بریں اعلیٰ حضرت نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ:

مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے بتائے سے امور غیب پر انہیں اطلاع ہے۔ (اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الامن والعلی ص ۲۰۳)

حضرت مولانا سردار احمد محدث رحمہ اللہ لکھتے ہیں لفظ ”عالم الغیب“ کا اطلاق ہم بھی عرفاً غیر خدا عزوجل پر نہیں کرتے۔ (حضرت مولانا سردار احمد متوفی ۱۳۸۲ھ، مناظرہ بریلی ص ۱۰۶)

مخالف مذکور لکھتے ہیں:

اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب، عالم الغیب، عالم ماکان و مایکون اور علیم بذات الصدور کا مفہوم الگ اور جدا ہے اور اخبار غیب اور انباء غیب پر مطلع ہونا جدا مفہوم ہے۔ دوسری بات آنحضرت ﷺ کے لئے منکر ملحد اور زندیق ہے اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے۔ (محمد سرفراز خاں صفدر، ازالۃ الریب، ص ۳۸)

عالم ”ماکان و مایکون“ کی بحث ان شاء اللہ آگے آجائے گی۔ حضور ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا ہم صحیح نہیں سمجھتے، جیسا کہ گزر چکا ہے اور حضور ﷺ پر علیم بذات الصدور کے اطلاق کا کوئی قائل نہیں ہے۔

ابھی ہم نے قارئین کرام سے گزارش کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو غیب کی خبریں دی ہیں اور غیب کی خبریں دینا غیب کے علم کو مستلزم ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ کو غیب کی خبروں کا علم ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے قرآن کریم سے وہ آیات پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔

(۱) ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ
(آل عمران: ۴۴)

یہ قصے ان منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں، جس غیب کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔
(۲) تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهَا اِلَيْكَ۔ (ہود: ۴۹)

یہ قصے منجملہ ان اخبار کے ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔
(۳) مَا كَانَ لِلّٰهِ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَآءُ
(آل عمران: ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ تم (عام) لوگوں کو غیب پر مطلع کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ (اطلاع علی الغیب) کے لئے پسند کر لیتا ہے ان لوگوں کو جو اس کے رسول ہیں۔
(۴) عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ اَحَدًا ۖ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رُّسُوْلٍ۔
(الحج: ۲۶)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور وہ اپنے خاص غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوا ان لوگوں کے جو اس کے پسندیدہ ہیں جو اس کے رسول ہیں۔

یہ وہ آیات کریمہ ہیں جن سے ظاہر ہو گیا کہ رسول ﷺ کو غیب کی خبریں دی گئی ہیں اور آپ پہلے جان چکے ہیں کہ علم کا ذریعہ خبر صادق ہے۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کی خبریں دے دیں تو آپ کو غیب کا علم حاصل ہو گیا۔ واللہ اعلم

علم غیب کا اطلاق

دیدہ و بینا کیلئے اللہ تعالیٰ کے غیر پر علم غیب کا اطلاق قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ۔ (البقرہ: ۳) (متقین) وہ لوگ ہیں جو غیب کو مانتے ہیں۔
یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، جنت و دوزخ، حشر و نشر، جن و ملائکہ، عرش، کرسی، حیات بعد الموت وغیرہ کو مانتے ہیں اور یہ سب امور غیب سے ہیں اور ان سب کو ماننا فرع ہے۔ یہ جاننے کے بعد معلوم ہوا کہ متقین غیب کو جانتے ہیں یعنی غیب کا علم رکھتے ہیں۔
دوسری طرز پر یوں کہا جاسکتا ہے: ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ کا معنی ہے ”يُصَدِّقُونَ بِالْغَيْبِ“
کیونکہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق علم کی قسم ہے اس لئے اب ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“
کا معنی ہوا ”يُصَدِّقُونَ بِالْغَيْبِ“ قرآن کریم کی یہ نص صریح اس بات پر صراحۃً ناطق ہے کہ
علم غیب کا اطلاق متقین پر بھی ہے، چہ جائیکہ حضور ﷺ پر نہ ہو؟

(۱) اسی وجہ سے علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

وما كلفنا الله الايمان بالغيب الا وقد
يفتح لنا باب غيبه۔

اس وقت مکلف کیا ہے جب اس نے ہم پر
غیب کے دروازے کھول دیئے۔

(علامہ محمد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، زرقانی علی

المواہب ج ۷، ص ۲۰۰)

(۲) علامہ زنجشیری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وانما نعلم منه نحن ما اعلينا او نصب
لنا دليلا عليه ولهذا لا يجوز ان يطلق
فيقال فلان يعلم الغيب و ذلك نحو
ہمیں غیب میں سے ان چیزوں کا علم ہے
جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتلایا اس پر دلیل
قائم کر دی۔ اس لئے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں

الصابغ و صفاته و النبوات و ما يتعلق بها و البعث و النشور و الحساب و الوعد و الوعيد و غیر ذلک۔
(جار اللہ زنجیری متوفی ۵۳۸ھ، کشاف ج ۱ ص ۱۲۸)

کہ فلاں شخص کو غیب کا علم ہے اور جن غیبوں کا علم ہے وہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات، نبوت اور اس کے متعلقات موت بعد الحیات، حساب و کتاب اور وعدہ و وعید وغیرہا۔

(۳) علامہ میر سید شریف جرجانی حاشیہ ”کشاف“ پر لکھتے ہیں:

انما لم یجز الاطلاق فی غیرہ تعالیٰ لانہ یتبادر منہ تعلق علیہ ابتداء فیکون تناقضا و اما اذا قید و قیل اعلیہ اللہ تعالیٰ الغیب ام اطلعه علیہ فلا محذور فیہ۔ (میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۴۰ھ، حاشیہ کشاف بر کشاف ج ۱ ص ۱۲۸)

کسی شخص کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت اس لئے جائز نہیں ہے کہ اس سے بظاہر یہ معلوم ہو گا کہ یہ شخص از خود علم غیب رکھتا ہے۔ لیکن جب مقید کر کے یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیب پر مطلع کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) اسی بحث میں امام رازی فرماتے ہیں:

قد بینا ان الغیب ینقسم الی ما علیہ و اما الذی لا دلیل علیہ فهو سبحانہ تعالیٰ العالم بہ لا غیرہ و اما الذی علیہ دلیل فلا یمتنع ان نقول نعلم من الغیب ما لنا علیہ دلیل۔ (امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۶۹)

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کے جاننے کا کوئی ذریعہ ہے (عطائی) ایک وہ جس کے جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں (ذاتی)۔ پس جو ذاتی غیب ہے اس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور جو عطائی غیب ہے اس کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس غیب کا ہمیں علم ہے۔

(۵) امام ابن جریر طبری حضرت خضر کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں:

عن ابن عباس قیل من انہ کان رجلا حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ خضر

یعمل علی الغیب قد علم ذلك۔ ایک شخص تھے جو غیب کے مطابق عمل کرتے تھے اور ان کو اس غیب کا علم تھا۔ (ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان پ ۱۶ ص ۱۸۳)

(۶) علامہ بیضاوی شافعی ”وَعَلِمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عَلَمًا“۔ (الکہف: ۶۵) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مما یختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا و هو علم الغیوب۔ (حضرت علیہ السلام) کو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا جس کو ہمارے دیئے بغیر کوئی نہیں جان سکتا اور وہ غیوب کا علم ہے۔ (قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۷۵ھ، تفسیر بیضاوی علی ہاشم عنایت القاضی للخفاجی ص ۱۱۹)

(۷) اور اسی آیت کی تفسیر میں امام قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

علمناہ من لدنا علما ای علم الغیب۔ (حضرت علیہ السلام) کو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا (امام ابو عبداللہ بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۱۶)

(۸) اور علامہ آلوسی حنفی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

علمناہ من لدنا علما، ای علما لا یکتہ کتہ ولا یقدر قدرہ و هو علم الغیوب۔ (علامہ سید محمد آلوسی متوفی ۱۳۷۰ھ، روح المعانی پ ۱۶ ص ۳۳۰)

(۹) اور علامہ ابوسعود حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و علمناہ من لدنا علما ای خاصا لا یکنہ کنہ ولا یقدر قدرہ و هو علم الغیوب۔ (قاضی ابوسعود محمد بن محمد اصبہی متوفی ۴۸۰ھ) کو ہم نے اپنے پاس سے خاص علم دیا جس کی حقیقت اور مرتبہ کو کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیب ہے۔

۹۵۱ھ تفسیر ابو سعید علی ہاشم الکبیر ج ۶ ص ۵۲۶)

(۱۰) اور علامہ شوکانی ”وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عَلِمًا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہو لہا علمناہ سبحانہ من علم الغیب
الذی استاثرة۔
ہم نے (حضرت خضر علیہ السلام) کو اپنے پاس
سے وہ علم دیا جو ہمارا خاص علم غیب ہے۔

(محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تفسیر فتح

التقدیر ج ۳ ص ۲۹۹)

(۱۱) اور علامہ اسماعیل حقی حنفی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

علمناہ من لدنا علما، هو علم الغیب۔
(فتح اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۲،
ہم نے (خضر علیہ السلام) کو اپنے پاس سے علم
دیا جو کہ علم غیب ہے۔

ص ۳۹۸)

قُلْ لَا أَكُولُ لَكُمْ حَبْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ
وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ۔ (الانعام: ۵۰)
آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ
میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں
غیب جانتا ہوں۔

(۱۲) اس کی تفسیر میں علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

مالہ یوحی الی ولم ینصب علیہ دلیل۔
(قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، تفسیر
(میں غیب کو اس وقت تک نہیں جانتا)
جب تک کہ مجھ پر وحی نہ کی جائے یا غیب
پر کوئی دلیل قائم نہ کی جائے (اس کا خلاصہ
یہ ہے کہ اقامت دلیل یا وحی ذریعہ میں
غیب کو جانتا ہوں)۔

بیضاوی علی ہاشم الخفاجی ج ۳ ص ۶۳)

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْهِرَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْعَلُ مِنْ تَرْسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ
(آل عمران: ۱۷۹)
اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تم عام
لوگوں کو غیب پر مطلع کرے لیکن اللہ تعالیٰ
(اطلاع علی الغیب کے لئے) پسند کر لیتا
ہے جسے چاہے جو اس کے رسول ہیں۔

(۱۳) علامہ نظام الدین حسین بن محمد نیشاپوری (۱) رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
و المراد ما كان الله ليطلعكم كلکم عالمین بالغیب من حيث يعلم الرسول
حق تصدیقاً مستغنی عن الرسول۔
(علامہ نظام الدین حسین بن محمد نیشاپوری متوفی ۷۶۸ھ، تفسیر غرائب القرآن علی ہاشم جامع البیان۔ پ ۴ ص ۱۵)

(۱۴) اور اس آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں:
وما كان الله ليطلعكم كلکم عالمین بالغیب من حيث يعلم الرسول حق
تصدیقاً مستغنی عن الرسول۔
الله تعالیٰ تم سب لوگوں کو علم غیب نہیں دیتا
چاہتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب
دیا ہے تاکہ تم رسول سے مستغنی نہ ہو جاؤ۔

(نحر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۰۶)
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنٍّ (الکوثر: ۲۴)
اور حضور ﷺ غیب کی باتیں بتانے پر
بخیل نہیں ہیں۔

(۱۵) علامہ علاؤ الدین خازن اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
انه ياتينه علم الغيب ولا يخل به۔
(علامہ علاؤ الدین خازن متوفی ۷۴۱ھ، تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۵۷)

امام بخاری نے ”باب من لم ير الرؤيا لاول عابرا ذالم يصب“ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضور ﷺ کے سامنے ایک خواب بیان کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور

۱۔ علامہ نیشاپوری کا سن وفات ۷۶۸ھ ”کشف الظنون“ میں نقل کیا ہے۔ البتہ مصنف ”روضات الجنات“ نے لکھا ہے، مؤلف نویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے، ان کا عصر و محد سید شریف جرجانی، جلال الدین موانی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان کے معاصرین سے ملتا ہے، ان کی تفسیر کے اختتام کی تاریخ ۸۵۰ھ کے بعد کی ہے۔ (روضات الجنات ص ۲۲۵)

ﷺ کی اجازت سے اس خواب کی تعبیر بیان کی تعبیر بیان کرنے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

فاخبني يا رسول الله باي انت اصبت ام
اخطأت قال النبي ﷺ اصبت
بعضا و اخطأت بعضا قال فوالله يا
رسول الله لتحدثني بالذي اخطأت
قال لا تقسم۔ (امام ابو عبد الله البخاري المتوفى
۲۵۶ھ، صحيح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۳)

یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر میرے ماں
باپ فدا ہو جائیں مجھے بتائیں کہ میں نے
صحیح تعبیر بیان کی ہے یا غلط؟ آپ نے
فرمایا بعض صحیح اور بعض غلط، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے
عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! قسم بخدا!
آپ مجھے میری خطا ضرور بتائیں آپ نے
فرمایا: قسم نہ کھاؤ۔

(۱۶) رسول اللہ ﷺ نے جو اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کی تعبیر میں غلطی نہیں بتلائی
اس کی وجہ لکھتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

و متى علم غيب فجازان يختص به
يخفيه عن غيره۔

(حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۷۵۵ھ،
فتح الباری ج ۱۶ ص ۹۷)

(خواب کی تعبیر) علم غیب تھا اور حضور
ﷺ کے لئے جائز تھا کہ اس علم غیب کو
آپ اپنے ساتھ خاص رکھتے اور دوسروں
سے مخفی رکھتے۔

(۱۷) علامہ ابن حجر کی لکھتے ہیں:

و متى استفصل فقال اردت بقول
المومن يعلم الغيب ان بعض الاولياء
قد يعلمه الله ببعض التفييات قبل
منه ذلك لانه جائز عقلا و واقع نقل اذ
مؤمن جملة الكرامات الخارجة عن
العصر على عصر الاعصار فبعضهم يعلمه
بخطاب و بعضهم يكشف له عن اللوح

جب کوئی شخص کہے کہ مومن غیب جانتا ہے
تو اس سے اس کی تفصیل معلوم کی جائے
اور وہ یہ کہے کہ اس قول سے میری مراد یہ
ہے کہ بعض اولیاء اللہ غیب کو جانتے ہیں۔ تو
اس کا یہ قول مقبول ہوگا کیونکہ یہ بات عقلاً
جائز ہے اور نقلاً ثابت اور واقع ہے کیونکہ
یہ اولیاء اللہ کی ان کرامات سے ہے جو شمار

المحفوظ حق یراک۔ (علامہ ابن حجر کی متونی
۹۷۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ، ص ۲۶۷)

سے باہر ہیں۔ پس بعض اولیاء اللہ کے
خطاب سے غیب کا علم رکھتے ہیں، بعض
کشف حجاب سے اور بعض کے لئے لوح
محفوظ مکشف کر دی جاتی ہے اور وہ لوح
محفوظ کو دیکھ لیتے ہیں۔

(۱۸) ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

قال الشيخ الكوثر ابو عبد الله في
معتقد و نعتقد ان العبد ينقل في
الاحوال حق يصير ال نعت الروحانية
فيعلم الغيب۔ (علی بن سلطان محمد قاری متونی
۱۰۴۳ھ، مرقاۃ ج ۱ ص ۶۲)

شیخ کبیر ابو عبد اللہ نے ”معتقد“ میں بیان کیا
کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ بندہ اپنے احوال
میں ترقی کرتا ہوا نعت روحانیت تک پہنچ
جاتا ہے پھر اس کو غیب کا علم ہو جاتا ہے۔

(۱۹) و یجاب بان قوله ذالك لا ينافي
النص ولا يتضمن تكذيبه لصدقه بكونه
يعلم الغيب في قضية وهذا ليس عاما
بالرسل بل يمكن وجوده لغيرهم من
الصديقين فالخواص يجوز ان يعلم
الغيب في قضيته او قضايا كما وقع
لكثير منهم واشتهر۔

(فلاں شخص کو غیب کا علم ہے) یہ قول نہ
قرآن کے منافی ہے نہ اس کی تکذیب کو
مسلزم ہے، کیونکہ کسی معاملہ میں اس کا
کہنا: ”مجھے غیب کا علم ہے“ صحیح ہے اور یہ
رسولوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ عز
صدیقین کے لئے بھی جائز ہے۔ پس
خواص مومنین کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی
ایک معاملہ یا متعدد معاملات میں کہیں کہ
ہمیں غیب کا علم ہے۔

(سید محمد امین ابن عابدین شامی متونی ۱۲۵۲ھ،
رسائل ابن عابدین شامی ج ۲ ص ۳۱۱)

مخالف مذکور نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے لئے علم غیب ثابت کرنے والا کافر اور

شُرک ہے۔ (مصلہ ازلۃ الریب ص ۳۸)

اب گزارش یہ ہے کہ (۱) علامہ زنجیری متونی ۵۳۸ھ، (۲) علامہ میر سید شریف

جرجانی متوفی ۸۴۰ھ، (۳) امام فخرالدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، (۴) ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، (۵) قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، (۶) محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، (۷) امام ابو عبداللہ بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۷۱ھ، (۸) علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، (۹) شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، (۱۰) قاضی ابو سعود محمد بن محمد العمادی الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ، (۱۱) نظام الدین حسین بن محمد نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، (۱۲) علامہ علاؤ الدین خازن متوفی ۷۴۱ھ، (۱۳) علامہ علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۲ھ۔ (۱۴) سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ یہ وہ علماء اور مشائخ ہیں جنہوں نے حضور ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے لئے علم غیب ثابت کیا، مخالف مذکور کی تحقیق کے مطابق یہ سب حضرات کافر اور مشرک قرار پائے۔

بتوں کے گھر میں لٹتے تو کوئی بات نہ تھی

ستم تو یہ ہے لٹے ہیں خدا کی بستی میں

حضور ﷺ کے لئے (عطائی) علم غیب ماننے پر مخالف مذکور کے خون آشام فتویٰ کفر کے ایک ہم ہی شکار نہیں ہیں۔ ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیں (۱)۔ یہ ہیں آپ کے حکیم الامت، لکھتے ہیں:

پھر آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب (۲) کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ

۱۔ مخالف مذکور لکھتے ہیں غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور جس کسی ولی اور بزرگ کسی نبی اور فرشتہ حتیٰ کہ جناب امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو بھی علم غیب نہیں تھا الیٰ ان قال۔ کتاب پڑھنے سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اور ذاتی اور عطائی وغیرہ کی دوران کار بخشش بیک نظر سامنے آ جاتی ہیں۔ (سرورق ازالۃ الریب) نیز لکھتے ہیں: حضور ﷺ کو عطائی طور پر بھی علم غیب حاصل نہ تھا۔ (ازالۃ الریب، ص ۵) نیز لکھتے ہیں: حضور ﷺ کے لئے علم غیب ثابت کرنے والا کافر اور مشرک ہے۔ (محصلہ ازالۃ الریب ص ۳۸) سعیدی غفرلہ

۲۔ اس سے پہلے ہم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حوالہ سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک حضور ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق صحیح نہیں ہے اس لئے ”عالم الغیب“ کا لفظ اور اطلاق خارج از بحث ہے، گفتگو علم غیب میں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر مہمی (بچہ، وضاحت از مصنف) و مجنون (پاگل وضاحت از مصنف) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (جانور، وضاحت از مصنف) کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا۔ تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، حفظ الایمان ص ۱۰-۱۱، مطبوعہ دیوبند)

علم غیب کا اطلاق (مدرسہ دیوبند سے)

ہواؤں کا رخ بتا رہا ہے ضرور طوفان آ رہا ہے
نگاہ رکھنا سفینہ والو اٹھی ہیں موجیں کدھر سے پہلے
اس سے پہلے ہم نے علماء اسلام کی وہ عبارات پیش کی تھیں جنہوں نے ان عبارات میں حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ اب ہم قارئین کے سامنے خود مخالف مذکور کے گھرانے سے اور ان کے معنوی آباء و اجداد کے خانوادہ علمی سے یہ ثابت کریں گے کہ حضور ﷺ کے علم پر اکابر دیوبند نے اپنی عبارات میں علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔
ملاحظہ فرمائیے! سرفراز صاحب کے حکیم الامت لکھتے ہیں:

(۱۸) پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب (۱) کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو (عام لوگ

۱۔ حضور ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا اہل سنت کے نزدیک صحیح نہیں چنانچہ اعلیٰ حضرت کے حوالہ کے ساتھ اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ عالم الغیب کا اطلاق یا عدم اطلاق اصل محل نزاع سے خارج ہے ہماری اصل گفتگو حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کے اطلاق میں ہے جس کو سرفراز صاحب نے حضور کے لئے عطا کے طور پر بھی غیر حاصل اور کفر و شرک قرار دیا ہے۔ منہ سعیدی

وضاحت از مصنف) بلکہ ہر مہمی و مجنون (بچہ اور پاگل، وضاحت از مصنف) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (جانور، وضاحت از مصنف) کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، حفظ الایمان، ص ۱۰، ۱۱، مطبوعہ دیوبند)

تھانوی صاحب کی اس عبارت سے جو باتیں صاف اور صریح سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں:

- (۱) تھانوی صاحب نے اس عبارت میں حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔
- (۲) تھانوی صاحب نے ہر آدمی کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ ۱۹
- (۳) تھانوی صاحب نے بچوں کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ ۲۰
- (۴) تھانوی صاحب نے پاگلوں کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ ۲۱
- (۵) تھانوی صاحب نے حیوانات اور بہائم (جانوروں) کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا

ہے۔ ۲۲

دیکھئے! مخالف مذکور اولیاء اور انبیاء تو کجا حضور محمد ﷺ کے لئے بھی علم غیب ماننے والے کو کافر اور مشرک کہتے ہیں اور ان کے تھانوی صاحب نے عام آدمیوں سے لے کر جانوروں تک کے لئے علم غیب ثابت کر دیا ہے، انہیں کیا کہیے گا؟

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

آئیے! اب حضور ﷺ پر اطلاق غیب کے بارے میں مخالف کے گھر کی کچھ اور

سیر کرائیں۔

(۲۳) مرتضیٰ حسین چاند پوری لکھتے ہیں:

”حفظ الایمان“ میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب باعطاء الہی حاصل ہے۔ چنانچہ اس عبارت سے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم اور ضروری ہیں وہ آپ کو بتما حاصل ہو گئے تھے۔

(مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۵)

(۲۲) نیز لکھتے ہیں:

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بعض علوم غیبیہ حاصل ہیں اس سے تو یہاں بحث ہی نہیں۔

(مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۱۰)

(۲۵) مزید لکھتے ہیں:

جو بعض علوم غیبیہ کو واقع میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہیں۔ اس سے تو یہاں نہ گفتگو ہے نہ اس کی کوئی عاقل مراد لے سکتا ہے۔

(مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۱۰)

(۲۶) مرتضیٰ حسین چاند پوری خلیفہ مجاز اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم مغیبات اس قدر دیا گیا تھا کہ دنیا کے تمام علوم بھی اگر ملائے جائیں تو آپ کے ایک علم کے برابر نہ ہوں۔

(مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۱۲)

نیز خلیفہ اشرف علی صاحب تھانوی جناب چاند پوری لکھتے ہیں:

(۲۷) صاحب ”حفظ الایمان“ کا مدعی تو یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود علم غیب عطائی ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔

(مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۱۳)

(اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

نیز لکھتے ہیں:

(۲۸) تو ثابت ہو گیا کہ مراد مفہوم علم غیب ہے جو ایک کلی ہے اس کا ایک فرد ذات کے لئے بھی ثابت ہو سکتا ہے اور غیر کے لئے بھی (وہ فرد عطائی علم غیب ہے، سعیدی) اور اسی

کا دوسرا فرد وہ ہے جو نہ آپ کے لئے ثابت ہو سکے نہ آپ کے غیر کے لئے۔ وہ مخصوص بذات باری عزاسمہ ہے۔

(مرقئی حسین چاند پوری متوفی ۱۷۱۳ھ توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۱۵)

(اور یہ خود علم غیب ذاتی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(۲۹) اور سنئے! یہ ہیں حسین احمد مدنی صاحب۔ تھانوی صاحب کی عبارت کی تدبیر کرتے ہیں۔

پس خلاصہ مولانا کی بحث کا یہ ہے کہ لفظ عالم الغیب کہنا آپ کی ذات مقدسہ کے واسطے جائز نہیں اور اس کے لئے دو دلیلیں ذکر فرمائیں۔ اول یہ کہ حسب قول سائل حضور ﷺ کا علم غیب ذاتی نہیں ہے بلکہ بتعلیم اللہ تعالیٰ ہے اور چونکہ عالم الغیب اس کو کہتے ہیں جس کا علم ذاتی اور بغیر تعلیم کے ہو اور اسی وجہ سے خداوند کریم اپنے آپ کو عالم الغیب فرماتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ کو یہ لفظ کہنا ممنوع ہوگا۔ جیسے لفظ رازق و خالق خدا و معبود (۱) وغیرہ کہنا ممنوع ہوا اگرچہ یہ الفاظ دوسرے معانی کے اعتبار سے صحیح ہوں (۲)۔ مگر ایہام کے سبب ناجائز ہوئے۔ دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ عالم الغیب جس کا اطلاق ذات مقدسہ نبویہ پر ہوا ہے کس معنی کے اعتبار سے کرتے ہو یعنی اگر عالم کے یہ معنی ہیں کہ تمام مغیبات کا جاننے والا ہو تو بعض کا علم تو سب کو ہے کیونکہ کروڑہ کروڑ بھی بعض ہے اور ایک بھی بعض ہے غرض کے لفظ عالم الغیب کے معنی میں دو شقیں فرمائی ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں یہ نہیں کہہ رہے کہ جو علم غیب رسول اللہ ﷺ کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے۔ بلکہ اس معنی کو سب میں موجود مانتے ہیں۔

(حسین احمد مدنی، شہاب ثاقب، ص ۱۰۵-۱۰۶، مطبوعہ دیوبند)

حضور ﷺ پر عالم الغیب کے اطلاق نہ کرنے میں مدنی صاحب نے جو دلیل ذکر

۱۔ خدا اور معبود کی مثال یہاں صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بندہ میں خدا اور معبود کے معنی اصلاً نہیں پائے جاتے جیسے خلق

(بنانا) رزق (دینا) کے معنی ایک اعتبار سے پائے جاتے ہیں خدا اور معبود کا معنی کسی اعتبار سے نہیں پایا جاتا۔

۲۔ خدا اور معبود کا اطلاق بندہ پر کسی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ سعیدی

کی ہے۔ (بعض تصحیح کے ساتھ جس کا ہم نے حاشیہ پر ذکر کیا ہے) اس سے ہم کو اتفاق ہے اور نہ ہی یہی امر مختلف فیہ ہے، جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں لیکن اس کو کیا سمجھے کہ تھانوی صاحب اور خلیفہ مجاز تھانوی صاحب چاند پوری کی طرح مدنی صاحب نے بھی اپنی اپنی عبارتوں میں حضور ﷺ کے لئے عطائی علم غیب ثابت کیا ہے اور ایسا کرنے والے کو مخالف مذکور نے ”ازالۃ الریب“ میں مشرک اور کافر قرار دیا ہے؟ اب ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ ان کے حکیم الامت، اور خلیفہ مجاز چاند پوری صاحب اور مدنی صاحب کافر اور مشرک ہوئے یا نہیں؟ ۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

تھانوی صاحب کے ایک اور خلیفہ مجاز عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں:-

(۳۰) بعض بزرگوں کے حالات حضرت (تھانوی صاحب، وضاحت از مصنف) نے اپنی زبان سے اس طرح ارشاد فرمائے کہ گویا ”در حدیث دیگران“ بعینہ ہم لوگوں کے جذبات و خیالات کی ترجمانی ہو رہی ہے۔ دل نے کہا: دیکھو روشن ضمیر ہیں نا سارے ہمارے مخفیات ان پر آئینہ ہوتے جارہے ہیں صاحب کشف و کرامات ان سے بڑھ کر کون ہوگا؟ الی ان قال۔ خیر اس وقت تو گہرا اثر غیب دانی (۱) اور کشف صدر کا لے کر اٹھا۔

(عبدالماجد دریا بادی، حکیم الامت ص ۲۴)

اور منظور نعمانی لکھتے ہیں:

(۳۱) غیب کی باتوں کا علم تو سب کو ہے، کیونکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور

ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ (منظور نعمانی سنبلوی، فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۴۴)

لیجئے! تھانوی صاحب کا ایک اور بیان ملاحظہ فرمائیے۔ روایت چاند پوری صاحب

کی ہے بیان ان کا ہے اور مخاطب اعلیٰ حضرت ہیں۔

خان صاحب بغور مطالعہ فرمائیے حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدت فیوہم نے

1۔ غیب دانی یعنی غیب کو جاننا اور علم غیب اسی کو مخلوق کیلئے ثابت کرنا مخالف کے نزدیک کفر اور شرک ہے۔ (سعیدی)

ایسا نہیں کیا۔ حضور کی فہم و دانش کی خوبی ہے اس اعتراض کا جواب ”بسط البنان“ میں بخوبی مذکور ہے۔

حضرت مولانا موصوف فرماتے ہیں:

(۳۲) علم بے واسطہ اور علم محیط جمیع اشیاء کا کہ جس سے کوئی چیز بھی باقی نہ رہے یہ باری تعالیٰ شانہ کے ساتھ خاص اور جو علوم لازم اور ضروری مقام نبوت کے لئے ہیں وہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں اس میں کوئی شریک نہیں، کیونکہ جس درجہ کی آپ کی نبوت ہے اس درجہ کا آپ کو علم، تو جو علوم آپ کو مرحمت ہوئے ہیں ان میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا ”لانه سيد الانبياء والمرسلين عليهم الصلوة والتسليم“ اور تیسرا درجہ علم الغیب کا وہ ہے جو زید و عمرو، بکر، صبی، مجانین، جملہ حیوانات کو حاصل ہے اس میں کوئی کمال نہیں ان مراتب ثلاثہ کا ذکر ”حفظ الایمان“ میں بھی موجود ہے۔ الی ان قال خان صاحب عقل کی ہر جگہ ضرورت ہے۔ نفس الامر میں ان مراتب ثلاثہ کا ہونا اور بات ہے اور وجہ تسمیہ میں ذکر نہ کرنا اور بات ہے بلکہ ذکر بھی ایک طرح کا نہیں کسی کا ذکر صراحۃً ہوتا ہے اور کسی کا ضمناً و کنایۃً۔

(مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۲۱)

لیجئے! مخالفین کے حکیم الامت کے خلیفہ مجاز نے تھانوی صاحب کے حوالہ سے علم غیب

کے تین درجات بیان کیے ہیں:

(۱) وہ علم غیب جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

(۲) وہ علم غیب جو عام انسانوں سے لے کر حیوانات تک سب کو حاصل ہے۔

(۳) وہ علم غیب جو حضور کے شایان شان اور آپ کا خاصہ ہے۔

آخری دو درجہ وہ ہیں جن کو ثابت کرنے والے مخالف کو آپ مشرک اور کافر کہتے ہیں۔

اور سنئے! منظور نعمانی لکھتے ہیں:

(۳۳) اس سے صراحۃً معلوم ہو جاتا ہے کہ زید، عمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ

مطلق بعض غیب کا علم ہے۔

(محمد منظور نعمانی، فیصلہ کن مناظرہ (در رسائل ثلاثہ) ص ۱۸۹)

(۳۴) مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

ہر مومن کو کچھ غیب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے

اس کا ثبوت خاں صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

(۳۵) فاضل موصوف ”الدولۃ المکیہ ص ۱۳“ پر ارقام فرماتے ہیں:

بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت و دوزخ پر، اللہ تعالیٰ اور اس کی ساتوں صفات اصلیہ پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔ پس غیب کے مطابق علم تفصیلی کا حصول ہر مومن کے لئے واجب ہے۔ (عربی عبارات چھوڑ کر صرف ترجمہ ذکر کیا ہے۔ وضاحت از مصنف)

نیز یہی خان صاحب ”خالص الاعتقاد“ ص ۲۴ پر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ..... مسلمانوں کو فرماتا ہے ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ غیب پر ایمان لاتے

ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن ہے؟ لاجرم ”تفسیر کبیر“ میں ہے ”لَا يَمْتَنِعُ أَنْ يَقُولَ مَنْ الْغَيْبِ مَا لَنَا عَلَيْهِ دَلِيلٌ“ یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لئے دلیل ہے۔

(۳۶) خان صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم ضرور

ہے۔ (محمد منظور نعمانی، فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۹۲-۱۹۳)

قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا ”یہ حضرات“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر علم غیب کے اطلاق کو کفر اور شرک کہتے ہیں اور علم غیب کی نفی پر آیتوں پہ آیتیں پڑھتے چلے جاتے ہیں اور نفی علم غیب پر احادیث و آثار کا انبار لگا دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ تھانوی صاحب نے ”حفظ الایمان“ میں ہر زید و عمرو پر علم غیب کا اطلاق کر دیا ہے تو تھانوی صاحب کے خلفاء اور اکابر علماء دیوبند عام مومنین کے لئے علم غیب مان رہے ہیں اور عام مومنین کے لئے علم غیب ثابت کرنے کے لئے انہیں دلائل کا سہارا لے رہے ہیں جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے

”الدولۃ المکیۃ“ میں اور ”خالص الاعتقاد“ میں بیان کئے ہیں۔
 نہ جہاں میں کہیں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
 میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں
 ذرا ایک قدم اور آگے چل کر سینے! نعمانی صاحب علم غیب کے اطلاق میں اور ترقی
 کرتے ہیں۔

سرخی قائم کرتے ہیں:

(۳۷) ”دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم ہے۔“

ہم ابھی ابھی ”الدولۃ المکیۃ“ سے خاں صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں جس
 میں تصریح ہے کہ ”حق تعالیٰ اور اس کی صفات اور جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ یہ سب
 امور غیب میں سے ہیں۔“ (اور یہ بالکل صحیح ہے)

علی ہذا رسول اللہ ﷺ کو اگرچہ بذات خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت بے شک
 امر غیب ہے کیونکہ وہ کوئی محسوس و مبصر چیز نہیں بلکہ اللہ اور رسول کے درمیان ایک مخفی تعلق
 ہے۔ جو ہمارے ظاہری احساس کی دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی صداقت کے
 اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدت یا اس کے
 رسول کی رسالت کا علم حاصل ہوا تو اس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا اور خاں صاحب کو تسلیم
 ہے کہ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ درختوں کے پتے اور تیکستان کے ذریعے بھی توحید و رسالت
 پر ایمان لانے کے مکلف ہیں وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسول خدا ﷺ کی نبوت و
 رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔ (محمد منظور نعمانی، فیملہ کن مناظرہ، ص ۱۹۴)

صاحب! ہم کو تو سب کچھ تسلیم ہے آپ کے پیرومرشد تھانوی صاحب نے چونکہ لکھ
 دیا کہ عام آدمیوں، بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی علم غیب ہوتا ہے اس لئے آپ اعلیٰ
 حضرت کے کندھے پر بندوق رکھ کر کائنات کے ذرے ذرے اور چپہ چپہ کے لئے علم غیب
 ثابت کر رہے ہیں اور دنیا کی ہر چیز پر بعض غیوب کا اطلاق کر رہے ہیں۔ لیکن اس کو کیا کیجئے
 گا کہ آپ ہی کے شاگرد جناب سرفراز صاحب نے دو ٹوک الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرنا کفر اور شرک ہے۔“

(ازالۃ الريب محلدہ ص ۳۸)

نیز انہوں نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی طور پر بھی علم غیب حاصل نہ تھا۔ (ازالۃ الريب ص ۵)

ذرا سوچئے! آپ کے پروردہ شاگرد نے آپ کو اور دوسرے اکابر دیوبند کو کہاں پہنچا دیا ہے؟

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے

ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

آئیے! اب ہم آپ کے سامنے خود مخالف مذکور کی عبارت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر علم غیب کا اطلاق ثابت کیے دیتے ہیں۔

مخالف مذکور تھانوی صاحب کی ”حفظ الایمان“ والی عبارت کی اصلاح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۳۸) مولانا مرحوم کی مراد یہ ہے کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی کیا تخصیص ہے ایسا یعنی اس قدر اور اتنا علم غیب کہ جس کے اعتبار سے تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب (۱) کہتے ہو اور اطلاق لفظ عالم الغیب کے لئے جتنے اور جس قدر کی ضرورت سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو یہ زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ حیوانات اور بہائم کو بھی حاصل ہے۔ تو چاہئے کہ سب کو معاذ اللہ تعالیٰ عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ ان قائلین کے نزدیک کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے محض اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ہو اور ان چیزوں کو بھی بعض مغیبات کا علم ضرور ہے اور نہ سہی تو کم از کم ذات باری تعالیٰ ہی کا علم ہے اور وہ بھی منجملہ مغیبات سے ہے۔ (محمد سرفراز خاں صفدر۔ عبارات اکابر)

۱۔ ہم اس سے پہلے بھی کئی بار تصریح کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ”عالم الغیب“ کہنا اہل سنت کے نزدیک صحیح نہیں۔ تھانوی صاحب نے کسی فرضی سوال کا جواب دیا ہے۔

یہ وہی سرفراز صاحب ہیں جو حضور ﷺ کے لئے بعثت سے پہلے کی غیب کی کسی خبر پر اطلاع نہیں مانتے اور جو بعثت کے بعد رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب ثابت کرنے کو کفر اور شرک کہتے نہیں تھکتے۔ آج اللہ نے انہیں ایسا خراب کیا ہے کہ تمام انسانوں اور حیوانوں سب کے لئے علم غیب ثابت کر رہے ہیں اور تکفیر کے جس خنجر کو انہوں نے ”ازالۃ الریب“ سے آب دار کیا تھا ”عبارات اکابر“ لکھ کر اسی خنجر سے خودکشی کر لی ہے۔ کذالک العذاب وللعذاب الاخرة اکبر۔

اخیر میں مخالف مذکور کی یہ عبارت بھی ملحوظ رکھی جائے:

راقم نے جو چیز ثابت کی ہے وہ غیب کی خبریں ہیں..... اور جب چیز کی نفی کی ہے وہ علم غیب ہے وہ نہ تو آنحضرت ﷺ کو ذاتی طور پر حاصل تھا اور نہ ہی عطائی طور پر اگر آپ کو انباء الغیب، اخبار الغیب اور علم غیب میں فرق معلوم نہیں یا آپ کے لائق استادوں نے آپ کو نہیں بتایا تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ آپ دیوبندی مسلک کے کسی طالب علم ہی سے یہ فرق معلوم کر لیتے اور اب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

ہر آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند

در جہل مرکب ابدالآباد بماند

اس عبارت میں مخالف مذکور نے حضور ﷺ کے لئے مطلقاً علم غیب کی نفی کی ہے خواہ ذاتی ہو یا عطائی اور اس سے پہلے ”عبارات اکابر“ والی عبارت میں عام انسانوں سے لے کر جانوروں تک علم غیب کو ثابت کیا ہے اور مانا ہے۔

تمہاری تہذیب آپ ہی اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی

جو شاخ نازک پہ آشیاں بنے گا ناپائیدار ہو گا

یہ بحث بہت طویل ہو گئی لیکن مخالف مذکور نے جس طنطنہ، تعالیٰ اور تفاخر سے رسول اللہ ﷺ کے علم کی نفی پر قلم اٹھایا تھا اس قلم کو توڑنا ضروری تھا اور یہ بتلانا تھا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا انکار کر رہے ہو اور تمہارے اکابر اور اساتذہ مثلاً اشرف علی تھانوی، مرتضیٰ حسین چاند پوری، حسین احمد مدنی اور محمد منظور نعمانی یہ سب حضرات تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر دنیا کی ہر چیز کے لئے علم غیب ثابت کر رہے ہیں۔ تم نے ہمارا گھر جلانے کے لئے جو آگ لگائی تھی ذرا دیکھو تو سہی کہیں وہ تمہارا ہی گھر تو نہیں پھونک رہی۔

مکافات عمل سے گروہ ہوں غافل تو ہوں بے شک

ہمارا کام ہے نیک اور براں کو سمجھانا!

ذاتی اور عطائی کی بحث

مخالف مذکور لکھتے ہیں علم غیب نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر حاصل تھا اور نہ عطائی طور پر۔ (محمد سرفراز خاں صاحب صفحہ ۱۲۲، اتمام البرہان ص ۲۲)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم غیب نہیں تھا اور اس کے برعکس عقیدہ سراسر غیر اسلامی ہے۔ نیز لکھتے ہیں:

آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم کی دو آیتوں سے یہ بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم شعر اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات کا علم عطا نہیں کیا تھا اور ذاتی و عطائی کا غیر معصوم آراء کے تحت خود ساختہ جھگڑا بھی ختم ہوا۔ (محمد سرفراز خاں صاحب صفحہ ۱۲۲، ازالہ الريب ص ۱۲۲)

مخالف مذکور نے جو ذاتی اور عطائی ہر اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کر دی اور بزعم خویش یہ دور از کار بحثیں اور جھگڑا ہی ختم کر دیا ہے۔ اس سے پہلے باب میں ہم علم غیب ثابت کر چکے ہیں۔ ہم ابھی آپ کو دکھلائے دیتے ہیں کہ مخالف مذکور کے لائق اساتذہ اور خود انہوں نے ”براہین قاطعہ“ کی عبارت سنوارنے کے لئے اسی ذاتی اور عطائی کی تقسیم کا سہارا لیا ہے بلکہ یہ بھی مانا ہے کہ بسا اوقات نبی رحمتیہ کو کسی شے کا علم ہوتا ہے اور توجہ نہیں ہوتی جو بات ہم اہل سنت کہتے ہیں وہ انہوں نے بھی کہی ہے اور جب یہ عبارات سامنے آ جائیں گی تو انشاء اللہ العزیز حق واضح ہو جائے گا۔

منظور نعمانی صاحب ”براہین قاطعہ“ کی عبارت سنوارتے ہوئے لکھتے ہیں:

الغرض زیر بحث عبارت سے پہلی عبارت اور اس سے متصل ہی اس کے بعد کی عبارت صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ صاحب ”براہین“ صرف وسعت علم ذاتی میں کلام فرما

رہے ہیں اور اسی کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے۔

یہاں تک تو سیاق و سباق کے قرائن سے ہم نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے اور اگرچہ یہ قرائن بھی تصریحات سے کچھ کم نہیں لیکن اس کے بعد ہم مصنف ”براہین“ کی صاف و صریح عبارت پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اس کو واضح کر دیا ہے کہ میری بحث صرف علم ذاتی میں ہے نہ کہ عطائی میں۔ (محمد منظور نعمانی، فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۷۱، ۱۷۲)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

پس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی جرم ایسا نہیں جس میں خاں صاحب برابر کے شریک نہ ہوں اور اگر بالفرض ”براہین“ میں یہ تصریح نہ بھی ہوتی اور سیاق و سباق کے وہ قرائن بھی نہ ہوتے جو علم ذاتی کے مراد لینے پر مجبور کر رہے ہیں تب بھی وسعت علم سے علم عطائی کی وسعت مراد لینا بالخصوص مولوی احمد رضا خاں صاحب کے لئے کسی طرح جائز نہ تھا۔ وہ ”خالص الاعتقاد“ ص ۲۸ پر بطور قاعدہ کلیہ کے لکھ چکے ہیں کہ آیات و احادیث و اقوال علماء جن میں دوسرے کے لئے اثبات علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعاً یہی دو قسمیں (ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں پس ”براہین قاطعہ“ میں جس علم کے اثبات کو شرک کہا گیا ہے اب درجہ اولیٰ ذاتی یا محیط کل پر محمول ہونی چاہئے۔ (محمد منظور نعمانی، فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۷۳)

شکر ہے آپ نے اعلیٰ حضرت کی اس تقسیم اور قاعدہ کو تسلیم کر لیا۔ لیکن مشکل تو آپ کے شاگرد مذکور کے لئے ہے جنہوں نے اس تقسیم اور قاعدہ کو ماننے سے مطلق انکار کر دیا ہے اور جب انہیں اس تقسیم کی ضرورت پیش آئے گی تو کیا ہوگا؟

مخالف مذکور مولف ”براہین قاطعہ“ کی عبارت بطور استدلال کے نقل کرتے ہیں:

اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ ان کو یہ علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو گیا۔ اگر اپنے فخر عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی لاکھ گنا اس سے زیادہ عطا فرمادے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے کسی نص سے ہے کہ اس پر عقیدہ کیا جاوے اور مجلس مولود میں خطاب حاضر کیا جاوے اس امر کا محض امکان سے تو کام نہیں چلتا بالفعل ہونا چاہئے۔ اور ثبوت ہو جانا نص سے واجب ہے مگر سوہ فہم مولف کا قابل تماشائے کہ کچھ نہیں سمجھتا اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم

ذاتی آپ کا کوئی ثابت کرے۔ (محمد سرفراز خاں صفدر، عبارات اکابر ص ۱۸۰-۱۸۱)
لیجئے جناب! اب ہم نے آپ کی اعتماد کردہ اور نقل کردہ عبارت سے ذاتی اور عطائی
کی تقسیم ثابت کر دی ہے۔

عدم توجہ، عدم علم کو مستلزم نہیں

اور علم کے باوجود توجہ نہ ہونے کے بارے میں خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں:
ہاں کسی جزوی حادثہ حقیر کا حضرت کو اس لئے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب
توجہ نہ فرمائی آپ کے علم ہونے میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کر سکتا۔

(خلیل احمد انیسٹروی المہند علی المفند جمع رسائل ص ۲۳۹)

یہی عبارت بعینہ مخالف مذکور نے بھی ”عبارات اکابر“ ص ۱۸۸ پر نقل کی ہے۔
خلاصہ یہ کہ مخالف مذکور نے بڑے طنطنہ سے یہ کہا تھا کہ ذاتی اور عطائی کی تقسیم باطل
ہے اور ہم نے ان کو اور ان کے اکابر کے قلم سے اسی تقسیم کو ثابت کر دیا ہے۔ واللہ الحمد۔
نگاہ شوخ کی کوتاہیوں کو کیا کہا جائے
کہ اپنی جنبش پیہم کے افسانے نہیں دیکھے

یہاں تک ہم نے رسول اللہ ﷺ کا علم تدریجی، نبوت سے پہلے غیب کا علم، حضور
ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق ذاتی اور عطائی کا ثبوت بیان کیا ہے۔ اب ہم آپ کے
سامنے علم کے بارے میں اہل سنت کا مسلک، اس پر دلائل اور علماء اسلام کی عبارات پیش
کریں گے۔ گفتگو لمبی ضروری ہو جائے گی مگر کیا کریں کہ۔

تمہارے ہی فریب حسن کا میں زخم خوردہ ہوں
تمہیں ہر حال میں سنی پڑے گی داستاں میری

علم کلی کے بارے میں اہل سنت کا مسلک

اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کائنات کے ہر ذرہ کا علم تفصیلی عطا
فرمایا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ قطعی نہیں ہے کہ اس کا منکر کافر ہو۔ بعض علماء اسلام نے حضور کے
لئے کائنات کا علم تفصیلی نہیں مانا۔ بعض نے روح کے علم میں اختلاف کیا۔ بعض نے امور

خمسہ کے علم میں اختلاف کیا۔ ان حضرات کا یہ اختلاف نیک نیتی سے تھا۔ ہمارے مخاطب وہ لوگ ہیں جو دن رات تنقیص رسالت میں کوشاں رہتے ہیں اور بغض رسالت کی وجہ سے ان علوم کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

فضل محمد رسول اللہ ﷺ کے منکروں کو جہنم میں جانے دیجئے تمہ کلام استماع فرمائیے۔ ان تمام جماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علوم غیب جو مولیٰ عزوجل نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کو عطا فرمائے۔ آیا وہ روز ازل سے یوم آخرت تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عموم آیات و احادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔ بہت اہل ظاہر جانب خصوص گئے ہیں۔ کسی نے کہا: متشابہات کا، کسی نے خمس کا، کثیر نے کہا ساعت کا اور عام علمائے باطن اور ان کی اتباع سے بکثرت علمائے ظاہر نے آیات و احادیث کو ان کے عموم پر رکھا۔ ”ماکان و مایکون“ بمعنی مذکور میں از آنجا کہ غایت میں دخول و خروج دونوں متحمل ہیں ساعت داخل ہو یا نہیں۔ بہر حال یہ مجموعہ بھی علوم الہیہ سے ایک بعض حقیقت بلکہ ”انباء المصطفیٰ“ حاضر ہے میں نے ”قصیدہ بردہ شریف“ اور اس کی شرح ملا علی قاری سے ثابت کیا ہے کہ علم الہی تو علم الہی جو غیر متناہی در غیر متناہی یہ مجموعہ ”ماکان و مایکون“ کا علم علوم محمد رسول اللہ ﷺ کے سمندر سے ایک لہر ہے۔ پھر علم الہی غیر متناہی کے آگے اس کی کیا گنتی۔ اللہ کی قدر نہ جاننے والے اس کو معاذ اللہ علم الہی سے مساوات ٹھہراتے ہیں ”ما قدر اللہ حق قدرہ“ اور واقعی جب ان کے امام الطائفہ کے نزدیک ایک پیڑ کے پتے گننے پر خدائی آگئی تو ”ماکان و مایکون“ تو بڑی چیز ہے۔ خیر انہیں جانے دیجئے یہ خاص مسئلہ جس طرح ہمارے علمائے اہل سنت میں دائر ہے۔ مسائل خلافیہ اشاعرہ و ماتریدیہ کے مثل ہے کہ اصل محل معلوم نہیں۔ ہاں ہمارا مختار قول اخیر ہے جو عام عرفائے کرام بکثرت اعلام کا مسلک ہے۔ اس بارے میں بعض آیات و احادیث و اقوال ائمہ حضرت کو فقیر کے رسالے ”انباء المصطفیٰ“ میں ملیں گے اور ”الدلولو المکنون فی علم البشید ماکان و مایکون“ وغیرہ رسائل فقیر میں بحمد اللہ تعالیٰ کثیر و وافر ہیں اور اقوال اولیائے اکرام و علمائے عظام کی کثرت اس درجہ ہے کہ ان کے شمار کو ایک دفتر

عظیم درکار ہے۔ (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، خالص الاعتقاد ص ۱۴۸-۱۴۹)

علم کلی پر دلائل

”الدولۃ المکیۃ“ ”انباء المصطفیٰ“ اور ”توضیح البیان“ کے حوالہ سے ہم علم کلی پر ایک یہ دلیل پیش کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن کے ساتھ مکمل ہوا۔ اس کے علاوہ ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ
اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ (النساء: ۱۱۳)

”اور ہم نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو وہ سب کچھ بتلادیا جسے پہلے آپ نہیں جانتے تھے۔ اور آپ پر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ ”ما“ استعمال فرمایا ہے اور علماء اصول کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لفظ ”ما“ اپنے عموم اور استغراق میں قطعی ہے۔ اور قطعی کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے بھی نہیں ہو سکتی۔ (صدر الشریعہ فرماتے ہیں: ”وعندنا قطعی مساء للخاص و القطعی فلا يجوز تخصیصه منهما“۔ (توضیح ص ۱۰۹) اس لئے اگر بعض مفسرین نے یہاں ”مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ (جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے) کو احکام شریعت کے ساتھ مقید کیا ہے تو وہ ناقابل التفات ہے اس آیت کا صریح مفاد اور قطعی مدلول یہ ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے خواہ وہ احکام شریعہ ہوں یا امور دنیویہ اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور آپ کو بتلادیئے۔

رہا یہ سوال کہ پھر اس آیت کے بعد باقی قرآن کیوں نازل ہوتا رہا؟ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ سورۃ نساء مدنی سورتوں میں سے ہے اور کون سی سورۃ آخری ہے اس پر اتفاق نہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سورۃ نساء کی چند آیات کی آخری آیات میں سے (الاتقان ج ۱، ص ۷) نیز اس پر بھی اتفاق ہے کہ سورۃ نساء کے بعد چند سورتیں نازل ہوئی ہیں (الاتقان ج ۱، ص ۲۶)۔ لہذا جب کہ آخری سورۃ اور آخری آیت کا تعین قطعی نہیں ہے تو غیر قطعی چیز قطعی دلیل کے معارض نہیں ہو سکتی۔ ثانیاً: اگر یہ مان بھی لیا جائے ”عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“

آپ اس سے پہلے جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے وہ ہم نے آپ کو بتلادیا کہ بعد بھی قرآن مجید نازل ہوتا رہا تو یہ ہمارا دعویٰ کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ بعض احکام اور واقعات کے معلوم ہونے کے بعد بھی آپ پر قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔ دیکھیں قرآن کریم میں نماز کی فرضیت سے متعلق تقریباً سو آیات نازل ہوئیں۔ ظاہر ہے اس کا علم تو ایک مرتبہ نازل ہونے سے ہو گیا تھا باقی آیتوں کا نزول تعلیم کے سبب نہیں اور حکمتوں کے پیش نظر ہوا۔ سورۃ فاتحہ کا دو مرتبہ نزول ہوا، قرآن کریم میں متعدد آیات ایسی ہیں جو کئی کئی بار نازل ہوئیں۔ پس تعلیم کے لئے تو ایک مرتبہ نازل ہونا کافی تھا ایک مرتبہ کے بعد جو سورۃ اور آیات نازل ہوتی رہیں وہ دیگر حکمتوں کی بناء پر تھیں جنہیں اللہ اور اس کا رسول جانے۔ بہر حال ان کا نزول تعلیم کے لئے نہیں تھا۔ وضو اور نماز پہلی نماز کے ساتھ فرض ہوئے۔ لیکن آیت وضو سورۃ مائدہ میں مدینہ میں نازل ہوئی اسی طرح پانچ نمازیں شب معراج مکہ میں فرض ہوئیں اور نماز پڑھنے کی تفصیل حضور کو پہلی وحی کے ساتھ معلوم تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت کے نزول سے پہلے بھی حضور ﷺ کو احکام اور واقعات کا علم ہوتا تھا۔ آیات صرف تعلیم کے لئے نازل نہیں ہوتی تھیں۔ اس لئے اگر ”عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ کے بعد بھی قرآن کریم نازل ہوتا رہا تو اس سے قطعی طور پر یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تعلیم احکام و اخبار کے لئے ہی نازل ہوتا ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ غیر قطعی چیز قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی۔ باقی رہا یہ معارضہ کرنا کہ قرآن کریم میں ہے۔

وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ۔ (نبی ﷺ) تمہیں ان زبانوں کی تعلیم

(البقرہ: ۱۵۱) دیتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔

اور یہ کہا جائے کہ یہاں بھی ”ما“ کا عموم قطعی ہے تو چاہئے کہ امت کا بھی علم کلی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ ”یعلِّمکم“ میں ضمیر ”کم“ بھی جمع ہے اور ”مالم تکونون تعلمون“ بھی جمع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو تقسیم اجاد کی طرف اجاد کی ہوتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ امت کے جمع افراد کو حضور ﷺ نے وہ سب کچھ بتلادیا جو سب وہ نہیں جانتے تھے۔ اس سے مساوات کا شبہ نہ ہو کیونکہ حضور ﷺ تنہا ان

تمام باتوں کو جانتے ہیں جن باتوں کو تمام امت مل کر جانتی ہے۔ پھر جس کو جو کچھ بتا دیا وہ اس سے آگے نہیں بڑھا بلکہ یہ بھی ضروری نہیں اس کو وہ بتایا ہوا ہی یاد ہو (جیسا کہ عنقریب احادیث سے ثابت ہوگا کہ حضور نے تو ابتداء خلق سے لے کر سب کچھ بتا دیا تھا جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا) لیکن حضور ﷺ کا تمام علم محفوظ ہے اور ہر آن ترقی پذیر ہے اور ان کا مولیٰ یہی چاہتا ہے کہ ان کا علم بڑھتا رہے۔ ارشاد فرمایا:

قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ (طہ: ۱۱۴)

آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب!

میرے علم میں اور زیادتی فرما۔

حضور ﷺ حیات ظاہری میں تو صحابہ کرام کو احکام اور اخبار کی تعلیم دیتے ہی تھے۔ وصال کے بعد بھی آپ نے امتیوں کو محروم نہیں رکھا اور قیامت تک آپ کا فیضان جاری ہے۔ اور آپ امت مسلمہ کو تعلیم دے رہے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَآخِرُ دِينٍ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۝ (الجمعة: ۲-۳)

(حضور) صحابہ کو بھی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان بعد والوں کو بھی جو ابھی تک صحابہ سے واصل نہیں ہوئے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ يقول انما اید ائمة المذاهب مذاہبہم بالمشی علی قواعد الحقيقة مع الشريعة اعلاماً لاتباعہم بانہم کانوا علماء بالطریقین کانه و يقول لا یصح خروج قول من اقوال الائمة المجتہدین عن الشريعة ابدا عند اهل الکشف قاطبة و کیف یصح

حضرت سیدی علی خواص رحمہ علیہ فرماتے تھے کہ ائمہ مذاہب نے اپنے اپنے مذاہب کو شریعت کے ساتھ قواعد حقیقت کے مطابق رکھا ہے، تاکہ ان کے پیروکار جان لیں کہ ان کے ائمہ شریعت اور طریقت دونوں کے جامع ہیں اور سیدی علی خواص علی فرماتے ہیں کہ تمام اہل کشف کے نزدیک ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا قول شریعت

سے باہر نہیں ہوتا حالانکہ ان کے اقوال کی مدار کتاب و سنت اور اقوال صحابہ پر ہوئی ہے۔ پھر ان کے اقوال کشف صحیح کے مطابق ہوتے ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی روح رسول اللہ ﷺ کی روح کے ساتھ ملاقات کرتی ہے اور جن دلائل میں انہیں تردد ہوتا ہے وہ براہ راست حضور ﷺ سے سوال کرتے ہیں۔ اہل کشف کی شرائط کے مطابق وہ نیند اور بیداری میں حضور ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ یہ آپ کا قول ہے یا نہیں اور کتاب و سنت سے متعلق ہر چیز پہلے آپ سے پوچھتے ہیں۔ پھر اس کی کتاب میں تدوین کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے اس آیت یا حدیث کا یہ مطلب سمجھا ہے، آپ اس سے راضی ہیں یا نہیں؟ پھر حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق فیصلہ کر کے لکھتے ہیں اور یہ جو ہم نے ائمہ مجتہدین کی حضور سے ملاقات اور استفادہ کا بیان کیا ہے، یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے اور اگر ائمہ مجتہدین اولیاء نہ ہوں تو پھر روئے زمین پر کوئی ولی نہیں ہو گا، حالانکہ کثیر اولیاء اللہ کی شہرت ہے اور

خروجهم عن الشريعة من اطلاعهم على مواد اقوالهم من الكتاب والسنة واقوال الصحابة و مع الكشف الصحيح و مع اجتماع روح احدہم بروح رسول الله ﷺ و سوالهم عن كل شيء توقفوا فيه من الادلة هل هذا من قولك يا رسول الله ام لا يقظة و مشافهة بالشروط المعروفة بين اهل الكشف و كذا لك كانوا يسألونه ﷺ عن كل شيء فهموه من الكتاب والسنة قبل ان يدونوه في كتبهم و يدینوا الله تعالى به ويقولون يا رسول الله قد فهمنا كذا من اية كذا و فهمنا كذا من قولك في الحديث الفلانی كذا فهل ترضيه ام لا و يعلمون لمقتضى قوله و اشارته و من توقف فيما ذكرناه من كشف الائمة المجتهدین و من اجتماعهم برسول الله ﷺ من حيث الارواح قلنا له هذا من جملة کرامات الاولیاء بیقین وان لم تكن الائمة المجتهدون اولیاء فنا علی وجه الارض ولی ابدأ و قد اشتهر عن کثیر من الاولیاء الذین هم دون الائمة

المجتہدین فی المقام بیقین انہم کانوا
یجتمعون رسول اللہ ﷺ کثیرا و
یصدقہم اہل عصرہم علی ذلک
لسیدی الشیخ عبدالرحیم القنادی و
سیدی الشیخ ابی مدین المغربی و
سیدی ابی السعود ابن ابی العشائر و
سیدی الشیخ ابراہیم الدسوقی و
سیدی الشیخ ابی الحسن الشاذلی و
سیدی الشیخ ابراہیم المقبولی و
سیدی الشیخ جلال الدین السیوطی و
سیدی الشیخ احمد الزواوی البحرّی و
جماعة ذکرنا ہم فی کتاب طبقات
الاولیاء ورایت ورقة بخط الشیخ
جلال الدین السیوطی عند احد
اصحابہ و هو الشیخ عبدالقادر
الشاذلی مراسلة لشخص سألہ فی
شفاعة عند السلطان قايتباي رحمہ
اللہ تعالیٰ اعلم یا اخي انني قد اجتمعت
برسول اللہ ﷺ الی وقتی هذا خبسا
و سبعین مرة یقظة و مشافهة فلولا
خونی من احتجابه ﷺ عني بسبب
دخولی لدولة لطلعت القلعة و شفعت
فيك عند السلطان و انی رجل من

وہ مرتبہ میں مجتہد سے کم ہوتے ہیں اور
اولیاء کی حضور ﷺ سے بہ کثرت
ملاقات ہوتی ہے جیسے شیخ عبدالرحیم قنادی
اور سیدی شیخ ابی مدین مغربی اور سیدی ابو
سعود ابن ابی العشائر اور سیدی ابراہیم
دسوقی اور سیدی شیخ ابوالحسن شازلی اور سیدی
شیخ ابوالعباس مرسی اور سیدی شیخ ابراہیم
مقبولی اور سیدی الشیخ جلال الدین سیوطی
اور سید الشیخ احمد الزواوی البحرّی اور ایک
کثیر جماعت جس کا ذکر ہم نے کتاب
”طبقات اولیاء“ میں کیا ہے اور میں نے
شیخ جلال الدین سیوطی کے ہاتھ کا لکھا ہوا
خط شیخ عبدالقادر شازلی کے پاس دیکھا۔
کسی شخص نے شیخ سیوطی سے سلطان
قايتباي رحمہ اللہ کے پاس سفارش کرنے کے
لئے کہا تھا اس کو علامہ سیوطی نے جواب
میں لکھا اے بھائی! میں اب تک رسول
اللہ ﷺ سے پچھتر (۷۵) مرتبہ بیداری
میں ملاقات کر چکا ہوں اور اگر مجھے یہ خوف
نہ ہوتا کہ حکام کے دربار میں حاضری سے
میں اس نعمت سے محروم ہو جاؤں گا تو میں
تمہاری سفارش کر دیتا۔ لیکن میں رسول
اللہ ﷺ کی احادیث کا خادم ہوں اور

خدام حدیثہ ﷺ و احتاج الیہ فی
تصحیح الاحادیث التي ضعفها
المحدثون من طریقهم ولا شك ان نفع
ذلك ارجح من نفعك انت يا اخي و
یوید الشیخ جلال الدین فی ذلك ما
اشتهر عن سیدی محمد بن زین
المادح لرسول ﷺ انه كان يرى
رسول الله ﷺ يقظة و مشافهة و
لما حج كلبه من داخل القبر ولم يزل
هذا وقامه حتى طلب منه شخص من
النحراوية ان يشفع له عند حاكم البلد
فلما دخل عليه اجلسه على بساط
فانقطعت عنه الرؤية فلم يزل يتطلب
من رسول الله ﷺ الرؤية حتى
قرآله شعرا، فترأى له من بعيد فقال
تطلب رؤيتي من جلوسك على بساط
الظلمة لا سبيل لك الى ذلك فلم يبلغنا
انه رآه بعد ذلك حتى مات وقد بلغنا
عن الشيخ ابی الحسن الشاذلی و
تلميذه الشيخ ابی العباس المرسی و
غيرهما انهم كانوا يقولون لو احتجبت
عنا رؤية رسول الله ﷺ لفرقة عين
ما عددنا انفسنا من جملة المسلمين

جن احادیث کو محدثین نے ضعیف قرار
دے دیا اس کی تصحیح معلوم کرنے کے لئے
مجھے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی
ضرورت رہتی ہے اور اے بھائی! اجتماعی
نفع تمہارے انفرادی نفع سے زیادہ ہے اور
اس کی تائید شیخ جلال الدین یہاں کرتے
ہیں کہ سیدی محمد بن زین جو رسول اللہ
ﷺ کے نعت خواں تھے۔ اور حضور
ﷺ سے بالمشافہ بیداری میں ملاقات
کرتے تھے۔ جب وہ حج کے لئے گئے تو
حضور ﷺ نے داخل قبر سے ان سے
گفتگو فرمائی اور ان کا مقام یونہی بلند رہا۔
حتیٰ کہ ایک شخص نے ان سے حاکم شہر کے
ہاں سفارش طلب جب حاکم کے پاس گئے
تو اس نے انہیں اپنی مسند پر بٹھایا۔ اس
کے بعد سے حضور ﷺ کی زیارت منقطع
ہو گئی۔ وہ ہمیشہ حضور ﷺ کی زیارت کی
جستجو میں لگے رہے تھے کہ ایک دن دور
سے حضور ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ
نے فرمایا: میری زیارت طلب کرتے ہو
اور ظالموں کے ساتھ مجلس کرتے ہو؟ اس
کے بعد ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ وہ زیارت
سے مشرف ہوا ہو حتیٰ کہ فوت ہو گیا اور شیخ

فاذا كان هذا قول احاد الاولياء فلائمة
المجتهدون اولى بهذا المقام۔ و كان
سیدی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ يقول
لا ينبغي لمقلد ان يتوقف في العمل
بقول من اقوال ائمة المذاهب و
يطالبهم بالدليل على ذلك لانه سوء
ادب في حقهم و كيف ينبغي التوقف على
العمل باقوال قد بنيت على اصل
صحيح الاحاديث او على الكشف
الصحيح الذي لا يخالف الشريعة ابدا
فان علم الكشف اخبار بالامور على
ما هي عليه في نفسها و هذا اذا حقيقته
و جدته لا يخالف الشريعة في شئ بل
هو الشريعة بعينها فان رسول الله
ﷺ لا يخبر الا بالواقع لعصبة من
الباطل والظن و سيأتي بيان ذلك قريبا
ان شاء الله تعالى و سمعت سیدی علیا
المرصفي رحمہ اللہ تعالیٰ يقول مرارا
كان ائمة المذاهب رضي الله تعالى عنهم
وارثين لرسول الله ﷺ في علم
الاحوال و علم الاقوال معا خلاف ما
يتوهمه بعض المتصوفة حيث قال ان
المجتهدين لم يرثوا من رسول الله

ابو الحسن شاذلی اور ان کے شاگرد شیخ ابو
العباس مری بیان کرتے ہیں کہ اگر ہم پلک
جھپکنے کی مقدار بھی حضور ﷺ سے اوچھل
رہیں تو اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتے۔
پس جب عام اولیاء اللہ کا یہ حال ہے تو ائمہ
مجتہدین تو اس سے زیادہ مقام کے مالک
ہیں اور سیدی خواص فرماتے تھے کہ مقلد کو
اپنے امام کے قول پر عمل کرنے میں توقف
نہیں کرنا چاہئے۔ اور ان کے قول پر دلیل
طلب نہ کرنا چاہئے کہ یہ بے ادبی ہے اور ان
اقوال پر عمل کرنے میں توقف کس طرح جائز
ہوگا جو احادیث صحیحہ اور کشف صحیح پر مبنی نہیں
جو کبھی شریعت کے مخالف نہیں ہوتا؟ کیونکہ
کشف صحیح ہمیشہ واقعی اور نفس الامری ہوتا
ہے۔ اگر تمہیں کشف نصیب ہو تو تم دیکھو
گے کہ کشف صحیح شریعت کے مطابق ہوتا ہے
کیونکہ حضور ﷺ ہمیشہ واقع کے مطابق
خبر دیتے ہیں۔ کیونکہ آپ ظن اور باطل سے
محفوظ ہیں۔ اور ان شاء اللہ عنقریب اس کا
بیان آئے گا کہ سید علی مرصفی رحمہ اللہ علیہ بارہا
بیان کرتے تھے: ائمہ مذہب ﷺ علم
احوال اور علم اقوال میں رسول اللہ ﷺ
کے وارث ہوتے ہیں۔ بخلاف بناوٹی

ﷺ الا علم المقال فقط حتى ان بعضهم قال جميع ما علمه المجتهدون كلهم ربع علم رجل كامل عندنا في الطريق اذا الرجل لا يكمل عندنا حتى يتحقق في مقام ولا يته بعلوم الحضرات الاربع في قوله تعالى هو الاول و الاخر والظاهر والباطن۔ و هولاء المجتهدون لم يتحققوا ليسوى علم على حضرة اسبه الظاهر فقط لا علم لهم بعلوم حضرة الازل والابد ولا يعلم الحقيقة اتته۔ قلت وهذا كلام جاهل باحوال الائمة الذين هم اوتاد الارض و قواعد الدين والله اعلم۔ و سعت سیدی علیا الخواص ایضا يقول کل من نور الله تعالى قلبه وجد مذاهب المجتهدین و اتباعهم کلها تتصل برسول الله ﷺ من طریق السند الظاهر بالعننة و من طریق امداد قلبه ﷺ لجميع قلوب علماء امته فما اتقد مصباح عالم الا من مشكوة نور قلب رسول الله ﷺ فافهم و سعتہ يقول مرة ما من قول من اقوال المجتهدین و مقلدہم الا

صوفیوں کے جو کہتے ہیں کہ مجتہدین صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے وارث ہیں۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ مجتہدین کے پاس کامل آدمی کا صرف چوتھائی علم طریقت ہے کیونکہ ہمارے نزدیک کوئی شخص اس وقت تک کامل نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ اسماء الوہیت اول، آخر، ظاہر، باطن کے مقام پر نہ پہنچ جائے اور مجتہدین صرف اسماء ظاہر کے حامل ہوتے ہیں۔ اور ازلیہ ابدیہ اور حقیقت کا انہیں کوئی علم نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں: یہ کلام ان لوگوں کا ہے جو ائمہ مجتہدین جو دراصل زمین میں اللہ کے قطب اور دین کا مدار ہیں، ان کے حال سے ناواقف ہیں واللہ اعلم۔ سیدی علی خواص فرماتے ہیں: جس شخص کے دل میں بھی اللہ کا نور ہوگا وہ مجتہدین اور پیروکاروں کو رسول اللہ ﷺ سے متصل پائے گا، بطریق سند حدیث کے بھی رسول اللہ ﷺ کے قلب کی امداد سے بھی جو تمام علماء امت کو حاصل ہے اور کسی عالم کا دل روشن نہیں ہوتا، مگر رسول اللہ ﷺ کے سینہ کے نور سے اور سیدی علی خواص نے ایک مرتبہ فرمایا: مجتہدین

وینتھی سندہ بر رسول اللہ ﷺ ثم بجبریل ثم بحضرة الله عزوجل التي تجل عن التكييف من طريق السند الظاهر والسند الباطن والذى هو علم الحقيقة المؤيدة بالعصمة فمن نقل عليها على الحقيقة لم يصح منه خطأ في قول من اقواله و انما يقع الخطاء في طريق الاخذ عنها فقط فكما يقال ان جميع ما رواه المحدثون بالسند الصحيح المتصل ينتهي سندہ الى حضرة الحق جل و على فكذاك يقال فيما نقله اهل الكشف الصحيح من علم الحقيقة و ذلك لان جميع مصابيح علماء الظاهر والباطن قد اتقذت من نور الشريعة فما من قول من اقوال المجتهدین و مقلديهم الا وهو مؤيد باقوال اهل الحقيقة لا شك عندنا في ذلك۔ (علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۳، ۴۵)

اور ان کے مقلدین کے اقوال میں سے کوئی قول نہیں ہوتا مگر اس کی سند رسول اللہ ﷺ کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ پھر جبرائیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو سند ظاہر اور سند باطن کی کیفیت سے پاک ہے۔ پس جو ان کے علوم کو نقل کرتا ہے۔ اس کے اقوال میں خطا ممکن نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کے حاصل کرنے کے طریقہ میں خطا ہو۔ اور محدثین کرام جتنی احادیث سند صحیح متصل کے ساتھ روایت کرتے ہیں ان کی سند اللہ عزوجل تک پہنچتی ہے۔ اسی وجہ سے اہل کشف کہتے ہیں کہ صحیح وہ ہے جس نے حقیقت کو جان لیا اس لئے کہ تمام علماء ظاہر اور باطن کے چراغ نور شریعت سے روشن ہیں اور تمام مجتہدین اور ان کے مقلدین کے اقوال اصل حقیقت کے اقوال سے مؤید ہوتے ہیں۔ اور ہمیں اس میں کوئی شک نہیں۔

عارف ربانی علامہ عبدالوہاب شعرانی کے بیان سے اس بات پر وافر روشنی پڑتی ہے کہ حضور ﷺ عہد رسالت سے لے کر قیامت تک تمام صالح اور اہل افراد امت کو تعلیم اور تزکیہ سے نوازتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ مستفید میں حضور ﷺ سے

استفادہ کرنے کی وہ تمام شرائط پائی جائیں جو مجتہدین کرام، ان کے تائیدین اور اولیاء اللہ میں ہوتی ہیں جن کی طرف علامہ شعرانی نے اپنی اس عبارت میں اشارہ فرمایا ہے۔

علم ہو یا کوئی اور نعمت سب اللہ تعالیٰ انہیں کی تقسیم سے دلاتا ہے، جس کو جو ملتا ہے انہیں سے ملتا ہے، جو پاتا ہے انہیں کے فیضان سے پاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ کسی کو براہ راست ان کے دست اقدس سے نعمت ملتی ہے اور کوئی بے شمار واسطوں کے ذریعے ان سے نعمت پاتا ہے۔

ہیں پاس جو عطایا سب ان کا ہی کرم ہے

جو وہ خود بلا کے دیتے تو کچھ اور بات ہوتی

اس مضمون کو اب عمدۃ المتاخرین علامہ محمود آلوسی سے سنئے:

ویجوز ان یکون ذلك بالاجتماع معه
عليه الصلوة والسلام روحانية ولا بدع
في ذلك فقد وقعت رؤيته ﷺ بعد
وفاته لغير واحد من الكاملين من
هذه الامة والاخذ منه يقظة، قال
الشيخ سراج الدين الملقن في طبقات
الاولياء، قال الشيخ عبدالقادر
الجيلاني قدس سره، رأيت رسول الله
ﷺ قبل الظهر فقال لي يا بني لم لا
تتكلم، قلت يا أبتاه ان ارجل اعجم
كيف أتكلم على فصحاء بغداد، فقال
افتح فاك ففتحته فتفل فيه سبعا و
قال تكلم على الناس وادع الى سبيل
ربك بالحكمة والموعظة الحسنة

رسول اللہ ﷺ سے ملاقات اور استفادہ
جائز ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ
اس امت کے بے شمار کاملین نے حضور
ﷺ کی بیداری میں زیارت کی ہے اور
آپ سے علم حاصل کیا ہے۔ شیخ سراج
الدین الملقن ”طبقات اولیاء“ میں لکھتے
ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے
فرمایا: میں ظہر سے پہلے حضور ﷺ کی
زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے فرمایا:
اے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں
نے عرض کیا: اے ابا جان! میں ایک عجمی
شخص ہو کر فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح
لب کشائی کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ
کھولو میں نے اپنا منہ کھولا۔ آپ نے

فصيلة الظهر و جلست و حضرتي خلق
كثير فارتج علي فرأيت عليا كرم الله
تعال وجهه قائما بازائي في المجلس
فقال لي يا بني لم لا تتكلم؟ قلت يا
ابته قد ارتج علي فقال افتح فاك
فتحت ففتل فيه ستا فقلت لم لا
تكلمها سبعا؟ قال ادبا مع رسول
الله ﷺ ثم توارى عني فقلت
غواض الفكر يغوص في بحر القلب علي
درد المعارف فيتسخر جها الی ساحل
الصدر فينادي عليها سمسار ترجمان
اللسان فتشتري بنفائس اثمان حسن
الطاعة في بيوت اذن الله ان ترفع، وقال
ايضا في ترجمة الشيخ خليفة بن موسى
النهر ملكي كان كثير الرؤية لرسول الله
عليه الصلوة والسلام يقظة و منا ما
فكان يقال ان اكثر افعاله يتلقاه منه
ﷺ يقظة و منا ما وراه في ليلة
واحدة سبع عشرة مرة قال لا في
احداهن يا خليفة لا تضجر مني فكثير
من اولياء مات بحسرة رؤيتي، وقال
الشيخ تاج الدين بن عطاء الله في
لطائف المنن قال رجل للشيخ ابی

میرے منہ میں سات بار اپنا لعاب دہن
ڈالا اور فرمایا: اب وعظ کرو اور لوگوں کو
حکمت اور نصیحت سے اللہ کے راستے کی
طرف بلاؤ۔ پس میں نے ظہر کی نماز پڑھی
اور بیٹھ گیا میرے پاس خلقت کا ایک
اژدھام جمع ہو گیا اور مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی
میں نے دیکھا کہ میرے سامنے مجلس میں
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف فرما
ہیں۔ فرمانے لگے: اے بیٹے! وعظ کیوں
نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے ابا جان!
مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی ہے۔ آپ نے
فرمایا: منہ کھولو میں نے منہ کھولا تو آپ نے
چھ بار میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا،
میں نے عرض کیا: آپ نے سات بار مکمل
کیوں نہیں کیا؟ فرمایا: رسول ﷺ کے
ادب کے پیش نظر۔ اس کے بعد آپ میری
نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے محسوس کیا
کہ ایک فکر کا غوطہ زن میرے دل کے
سمندر کی گہرائیوں میں غوطے لگا رہا ہے اور
تہ سے حقائق و معارف کے موتی نکال کر
میرے سینہ کے ساحل پر رکھ رہا ہے اور
زبان اور سینہ کے ساحل پر رکھ رہا ہے اور
زبان اور سینہ کے درمیان کھڑا ایک سفیر

العباس المرسى يا سیدی صافحنی
بكفك هذه فانك لقيت رجلا و بلادا
فقال والله ما صافحت بكفى هذه الا
رسول الله ﷺ و قال الشيخ لو
حجب عنى رسول الله ﷺ طرفه
عين ما عدت نفسى من المسلمين و
مثل هذه النقول كثير من كتب القوم
جدا۔ (ابو الفضل سيد محمود آلوى متوفى ۱۲۷۰ھ،
روح المعانى پ ۲۲، ص ۳۵-۳۶)

ترجمان زبان سے کہہ رہا ہے: اچھی
عبادت کی نفیس قیمت ادا کر کے ان
موتیوں کو خرید لو اور خلیفہ بن موسیٰ النہرملکی
نے شیخ کی سوانح میں لکھا ہے کہ شیخ
عبدالقادر جیلانی رسول اللہ ﷺ کی نیند
اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کیا
کرتے اور شیخ نیند اور بیداری میں رسول
اللہ ﷺ سے بہ کثرت وظائف حاصل
کرتے تھے۔ ایک بار صرف ایک رات
میں شیخ کو سترہ مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی
زیارت ہوئی۔ اس رات کی زیارتوں میں
سے ایک زیارت میں سرکار نے فرمایا:
اے خلیفہ! میری زیارت کے لئے زیادہ
بے قرار نہ ہوا کرو۔ نہ جانے کتنے اولیاء اللہ
میری زیارت کی حسرت میں ہی فوت ہو
گئے اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ
”لطائف المہمن“ میں لکھتے ہیں ایک شخص
نے شیخ ابو العباس مری سے کہا: اے
میرے سردار! اپنے اس ہاتھ سے میرے
ساتھ مصافحہ کیجئے کیونکہ آپ بہت سے
شہروں میں گئے ہیں اور آپ نے بہت
سے نیک لوگوں سے ملاقات کی ہے، ابو
العباس مری نے کہا: بخدا! میں اس ہاتھ

سے رسول ﷺ کے سوا کسی سے مصافحہ نہیں کرتا۔ اور شیخ مرسی نے کہا کہ اگر میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ سے اوجھل پاؤں تو اس ساعت اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ (علامہ آلوسی فرماتے ہیں:) کتابوں میں اس قسم کی عبارتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

و قد ذكر عن السلف والخلف و هلم
جدا ممن كانوا راؤة ﷺ في النوم و
كانوا ممن يصدقون بهذا الحديث
فراؤة بعد ذلك في اليقظة و سألوه عن
اشياء كانوا منها متشوشين فاخبرهم
بتفريعها و نص لهم على الوجوه التي
منها يكون فرجها ف جاء الامر كذلك بلا
زيادة ولا نقص انتهى المراد منه۔
(ابو الفضل سيد محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح
المعانی پ ۳، ص ۳۶)

سلف اور خلف سے یہ بات بہت مسلسل منقول چلی آرہی ہے کہ جو لوگ سرکارِ دو عالم ﷺ کو نیند میں دیکھتے ہیں اور انہیں اسی حدیث کی تصدیق ہوتی ہے۔ جو مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا وہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو بیداری میں بھی دیکھتے ہیں اور حضور ﷺ سے ان چیزوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں جن میں ان کو تردد اور پریشانی رہتی ہے۔ اور حضور ﷺ ان کے لئے مسئلہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ان کا تردد ختم اور پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ اور بغیر کسی زیادتی اور کمی کے فی الواقع ایسا ہی ہے۔

اور حافظ ابن حجر کی تحریر فرماتے ہیں:

و سئل نفع الله بعلمه و رضى الله عنه

حافظ ابن حجر کی بیعت سے سوال کیا گیا کہ

اب بھی حضور ﷺ سے بیداری میں ملاقات اور آپ سے علم کا حصول ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر مکی نے جواب میں فرمایا: یہ بات ممکن ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات میں اس بات کی تصریح ہے جیسے امام غزالی، بارزی، تاج الدین سبکی اور عقیف یافعی شافعیہ سے قرطبی اور ابن ابی حمزہ اور ابی جمرۃ مالکیہ سے اور اولیاء اللہ سے حکایت ہے کہ ایک ولی ایک فقیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے اس فقیہ نے ایک حدیث بیان کی۔ ولی نے کہا: یہ حدیث باطل ہے۔ فقیہ نے پوچھا: آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ فرمایا: تمہارے سر کے پاس نبی ﷺ کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں: یہ بات میں نے نہیں کہی پھر فقیہ کے لئے بھی اس کو کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی حضور ﷺ کی زیارت کی۔

اگر تم پوچھو کہ دنیا میں کوئی ایسا بشر ہے جس کو حضور ﷺ کے واسطے کے بغیر کوئی نعمت ملی ہو؟ اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ شیخ ابن عربی نے بیان کیا کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے مگر وہ حضور ﷺ کی باطنیت

ہل یکن ایان الاجتماع بالنبی ﷺ فی الیقظة والتلقی منه فاجاب نعم یکن ذلك۔ فقد صرح بان ذلك من کرامات الاولیاء الغزالی والبارزى والتاج السبکی والعقیف یافعی من الشافعية والقرطبی وابن ابی حمزة و ابن جمرۃ عن المالکیة وقد حکى عن بعض الاولیاء انه حضر مجلس فقیه فروى ذلك الفقیه حدثا فقال له الولی هذا الحديث باطل قال و من این لك هذا قال هذا النبى ﷺ واقف على راسك يقول انى لم اقل هذا الحديث وكشف للفقیه فراقه۔ (حافظ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ، ص ۲۵۴)

اور علامہ عبد الوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

(فان قلت) هل ثم احد من البشر ينال فی الدنيا علما من غیر واسطة محمد ﷺ (هالجواب) كما قاله الشيخ فی الباب الاحد و تسعين واربعمائة ليس احد يتنال علما فی الدنيا الا وهو

من باطنية محمد ﷺ سواء الانبياء و الاولياء المتقدمون على بعثته والمتأخرون عنه و اطلال في ذلك كما تقدم بسط في المبحث قبله۔

سے مستفید ہے۔ خواہ انبیاء ہوں، خواہ علماء اور علماء خواہ پچھلی شریعتوں کے ہوں یا اس شریعت کے۔

(علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، ایواقیت والجواہر، ج ۲ ص ۳۹۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نیز فرماتے ہیں:

اما القطب الواحد المد لجبیع الانبياء والمرسلین والاقطاب من حين انشاء الانسان الى يوم القيامة فهو روح محمد ﷺ۔

بہر حال قطب واحد اور تمام انبیاء و رسول اور تمام قطب کی مددگار ابتداء انسانیت سے لے کر قیامت تک روح محمد ﷺ ہے۔

(علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، ایواقیت والجواہر ج ۲ ص ۵۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

کون دیتا ہے دینے کو مونہہ چاہئے

دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

اور اس بحث میں انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

ثم التحقيق ان رؤيته ﷺ لا يتعين في رؤية عين الذات المباركة فان الاحوال في رؤية الشخص مختلفة فربما نرى شخصا من الاحياء ولا يكون له علم برؤيتنا ولو كان في المنام عين ما

پھر تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت آپ کی معین ذات مبارکہ میں منحصر نہیں ہے کیونکہ آپ کی زیارت کے وقت آپ کی شخصیت کریمہ کے احوال مختلف ہوتے ہیں کیونکہ بسا اوقات زندہ

فی الخارج لکان عندہ شعور بہا فالسری
 اذابہا واللہ تعالیٰ اعلم۔ قد یکون
 صورة مخلوقة اللہ تعالیٰ علی مثال
 تلك الصورة ای انہ تعالیٰ یخلق حقيقة
 علی مثال صورة وروحانیتہ اَرانا
 ایاہا وواقع فی نفسنا مخاطبتہا ایاہا و
 قد تكون روحہ المبارکۃ ینفسہا مع
 البدن البشانی لم قد تكون یقظة ایضا
 کما انہا قد تكون مناما ویکن عندی
 رؤیتہ ﷺ یقظة لمن رزقہ اللہ
 سبحانہ کما نقل عن السیوطی رحمہ
 اللہ تعالیٰ (و کان زاهدا) متشدد ا فی
 الکلام علی بعض معاصریہ ممن لہ
 شأن انہ رآہ ﷺ اثنین و عشرين
 مرة و سالہ عن احادیث ثم صححہا
 بعد تصحیحہ ﷺ و کتب الیہ
 الشاذلی یتشفع بہ ببعض حاجتہ الی
 سلطان الوقت و کان یوقرہ فابی السیوطی
 رحمہ اللہ تعالیٰ ان یشفع لہ و قال انی لا
 افعل و ذالک لان فیہ ضرر نفسی و ضرر
 الامة لانی زرتہ ﷺ غیر مرة ولا
 اعرف فی نفسی امرا غیر انی لا اذهب الی
 باب الملوك فلو فعلت امكن ان

لوگوں میں سے کسی شخص کو دیکھتے اور اسے
 ہمارے دیکھنے کا علم نہیں ہوتا اور اگر نیند
 میں بھی وہی نظر آئے جس کو ہم نے بیداری
 میں دیکھا تھا تو اسی کو شعور ہونا چاہئے۔ پس
 جس صورت کی زیارت ہوتی ہے (واللہ
 اعلم) وہ حضور ﷺ کی اصل صورت کی
 مثال کے مطابق مخلوق ہوتی ہے۔ یعنی اللہ
 تعالیٰ حضور ﷺ کی اصل صورت کے
 مطابق مثال پیدا فرماتا ہے جس میں حضور
 کی حقیقت اور روحانیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ
 وہ صورت ہمیں دکھاتا اور ہمارے دلوں
 میں واقع کرتا ہے اور اس سے ہم کو ہم کلام
 کرتا ہے اور کبھی حضور ﷺ کی روح
 بنفسہا اپنے بدن مثالی کے ساتھ آتی ہے اور
 پھر کبھی نیند میں اور میرے نزدیک حضور
 ﷺ کی زیارت بیداری میں ممکن ہے
 جس کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمادے جیسا
 کہ منقول ہے علامہ سیوطی (جو عابد اور
 زاہد، علم میں اپنے معاصرین میں سب سے
 بڑھ کر تھے) انہوں نے حضور ﷺ کو
 بائیس مرتبہ دیکھا اور آپ سے مختلف
 احادیث کی تحقیق کی۔ پھر حضور ﷺ کا
 تصحیح کے مطابق ان احادیث کی تصحیح کی اور

ان کی طرف شازلی نے اپنی بعض ضروریات کے بارے میں خط لکھا کہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ ان کی سلطان وقت کی طرف سفارش کر دیں کیونکہ سلطان ان کی تعظیم کرتا تھا۔ پس سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی سفارش کرنے سے انکار کر دیا اور عذر پیش کیا کہ اس کام کے کرنے سے مجھے نقصان ہوگا اور امت مسلمہ کو بھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار مرتبہ زیارت کرتا ہوں۔ اور اگر میں نے تمہارے کہنے کے مطابق سلطان سے تمہاری سفارش کر دی اور حکام کے دروازے پر چلا گیا تو عین ممکن ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ سے محروم ہو جاؤں اور میں امت کے اس بڑے نقصان کے مقابلہ میں تمہارے دنیاوی نقصان کو برداشت کر لوں گا اور شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے بیداری میں ”بخاری“ پڑھی، شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام لیا۔ ان میں سے ایک ساتھی حنفی تھا اور شعرانی نے وہ دعا بھی لکھی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم بخاری

احرام من زیارتہ المبارکۃ فانما لرضی بضرارک الیسیر من ضرر الامة الکثیر والشعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ ایضا کتب انہ راہ صلی اللہ علیہ وسلم و قراء علیہ البخاری فی ثمانیۃ رفقۃ معہ ثم سہام وکانوا احد منهم حنفیا و کتب الدعاء الذی قرأہ عند ختمہ فالرؤیۃ یقظۃ متحققۃ و انکارہا جہل۔

(انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۳ھ، فیض الباری ج ۱، ص ۲۰۴)

کے وقت پڑھی۔ پس بیداری میں آپ کی زیارت ایک حقیقت ثابتہ ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی، علامہ آلوسی، علامہ ابن حجر مکی، قدوة الصوفیاء محی الدین ابن عربی اور مخالفین کے پیشوا انور کشمیری کی ان مفصل عبارات سے یہ امر مبرہن ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف صحابہ کو تعلیم دیتے تھے، بلکہ قیامت تک جتنے لوگ آپ پر ایمان لانے والے ہیں ان سب کو علم و حکمت سے نوازتے ہیں۔ عوام کو کتاب و سنت کے واسطے سے اور خواص بالمشافہ اور براہ راست ”اللهم اجعلنی من الخواص لا زورة واتبقی منه“ اور انور شاہ کشمیری نے صراحت کی ہے کہ جو شخص اس بات کا انکار کرے گا وہ شخص جاہل ہوگا۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَنُؤْتِيَهُمْ لَحَقُّوهُمْ“ (الجمعة: 3-2)

(اور حضور) کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں (اور مکہ والوں کے علاوہ) ان لوگوں کو بھی کتاب و حکمت کی تعلیم دیں گے جو ابھی ان کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔

اور ہم نے علماء کی عبارات سے ثابت کر دیا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اختیار امت کے افراد کو آج تک نیند اور بیداری میں علم و حکمت سے نواز رہے ہیں۔ آئیے! اب اس سلسلے میں کتب تفسیر کی طرف رجوع کریں کے انہوں نے ”وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَنُؤْتِيَهُمْ لَحَقُّوهُمْ“ کی تفسیر میں کیا لکھا ہے؟

ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

و قال اخرون انما عني بذلك جميع من دخل في الاسلام كائنا من كان الى يوم القيامة۔ (ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ ”وَآخِرِينَ مِنْهُمْ“ سے قیامت تک اسلام لانے والے لوگ مراد ہیں خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔

۳۱۰ھ، جامع البیان پ ۲۸ ص ۶۳)

اس کے بعد اس کے ثبوت میں حدیث ذکر کرتے ہیں:

قال ابن زید فی قوله الله عزوجل
واخرين منهم لما يلحقوا بهم قال هؤلاء
كل من كان بعد النبي ﷺ الى يوم
القيامة كل من دخل في الاسلام من
العرب والعجم۔ (ابو جعفر محمد بن جرير طبری
ابن زید نے اللہ تعالیٰ کے قول ”وَاٰخِرِيْنَ
مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ“ کی تفسیر میں
فرمایا: یہ وہ قیامت کے لوگ ہیں جو حضور
ﷺ کے بعد ایمان لائے، خواہ عربی
ہوں یا عجمی۔

متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان، پ ۲۸، ص ۶۳)

اور امام قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای یعلیہم و یعلم اخرین من
المؤمنین لان التعليم اذا تناسق الی
اخر الزمان کان کله مسندا الی اوله
فکانه هو الذی تولى کل و ما وجد منه
(لما يلحقوا بهم) ای لم یكونوا فی زمانهم
و لیجئون بعدهم قال ابن عمرو سعید
ابن جبیر هم العجم ان قال و قال
مجاهد هم الناس کلهم یعنی من بعد
العرب الذین بعث فیہم محمد
ﷺ و قالہ ابن زید و مقاتل ابن
حیان قالا هم من دخل فی الاسلام بعد
النبي ﷺ الی يوم القيامة۔
(امام ابو عبد اللہ بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ،
الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸، ص ۹۳)

(یعنی حضور) مومنوں کو بھی تعلیم دیتے ہیں
اور ان مومنوں کو بھی جو بعد میں آئیں گے
کیونکہ جب آپ کی تعلیم آخری زمانہ تک
قائم رہے گی تو وہ آپ ہی کی طرف منسوب
ہوگی۔ ”لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ“ سے مراد وہ
لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں نہ تھے اور
آپ کے بعد آئیں گے۔ حضرت عبد اللہ
بن عمر اور سعد بن جبیر نے کہا کہ وہ عجمی لوگ
ہیں اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد عرب کے
بعد وہ تمام لوگ ہیں جو حضور پر ایمان لائے
اور ابن زید اور مقاتل نے کہا: یہ وہ لوگ
ہیں جو حضور ﷺ کے بعد قیامت تک
اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے۔

اور علامہ آلوسی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ای لم یلحقوا بهم بعد و سیلحقون و هم الذین جاؤا بعد الصحابة الی یوم الدین۔ (علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی پ ۲۸، ص ۹۳-۹۴)

یعنی جو لوگ ابھی تک صحابہ کرام کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے اور عنقریب لاحق ہوں گے۔ یہ لوگ صحابہ کے بعد سے لے کر قیامت تک کے مسلمان ہیں۔

ای لم یلحقوا بعد و هم الذین بعد الصحابة رضی اللہ عنہم و هم الذین یاتون من بعدہم الی یوم الدین۔ (ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۰۱ھ، تفسیر مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۴، ص ۲۶۳)

یہ وہ لوگ ہیں جو ابھی تک صحابہ سے لاحق نہیں ہوئے اور صحابہ کے بعد آئیں گے یا وہ لوگ ہیں جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔

کل من صدق النبی ﷺ من غیر العرب۔ (حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۳۶۳)

یہ وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے عربوں کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

تھانوی صاحب اس آیت کے تحت مسائل السلوک کے تحت لکھتے ہیں: ”اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض امت پر قیامت تک منقطع نہ ہوگا۔ اور اولیاء آپ کے ورثہ ہیں اسی طرح ان کا فیض بھی بعد وفات جاری رہتا ہے۔“

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بیان القرآن ج ۲ ص ۱۰۶۴)

اس تفصیل سے ہمارا مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے معلم ہیں، جیسا کہ ان کتب تفسیر کی صراحت سے ظاہر ہوا۔ عوام کے لئے کتاب و سنت کے واسطے سے معلم ہیں اور خواص ائمہ مجتہدین، اولیاء کاملین کے لئے بلا واسطہ معلم ہیں۔ ان کو نیند اور بیداری میں بالمشافہ تعلیم دین سے نوازتے ہیں، جیسا کہ محی الدین ابن عربی، علامہ ابن حجر مکی، علامہ سیوطی، علامہ عبد الوہاب شعرانی، علامہ سید محمود آلوسی اور انور شاہ کشمیری کے حوالوں سے ظاہر ہو چکا ہے۔

اس تفصیل کے بعد اب اس اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ اگر ”علیک مالک تکن تعلم“ کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا تو لازم آئے گا ”و یعلیکم مالک تکونوا تعلمون“ کا مطلب یہ ہوگا امت جو کچھ نہیں جانتی اس کو حضور نے وہ سب کچھ بتا دیا۔ پھر حضور کے علم کلی میں کیا خصوصیت رہی اور نبی اور امت کے علم میں مساوات ہوگئی؟ اس کا جواب ہم نے تفصیل سے دے دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک افراد امت میں سے جو جس علم کا اہل ہے اس کو تعلیم دے رہے ہیں۔ اس طرح قیامت تک کی کل امت مل کر ان تمام حقائق کو جانے گی جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے جانتے ہیں (1)۔ اس لئے مساوات لازم آئی اور نہ آپ کی خصوصیت میں کوئی فرق آیا۔ اور یہ جواب اس قاعدہ کی بناء پر ہے کہ جب جمع کا تقابل جمع سے ہو تو تقسیم احاد کی طرف ہوتی ہے اور ”یعلیکم مالک تکونوا تعلمون“ میں ضمیر ”کم“ بھی جمع ہے اور ”مالکم تکونوا تعلمون“ میں بھی جمع ہے نیز جس طرح ”علیک مالک تکن تعلم“ (جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے وہ ہم نے آپ کو بتا دیا) میں عقل مخصص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہی آپ کو حاصل نہیں ہو سکتے (حالانکہ آپ انہیں بھی نہیں جانتے تھے، کیونکہ متناہی کے ساتھ غیر متناہی کا قیام نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم متناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہی ہیں)۔ اس لئے جہاں عقل تخصیص کرتی ہے کہ اس آیت کے عموم سے اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی علوم مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح وہ علوم بھی مستثنیٰ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خصائص میں سے ہیں جن کو ”مالا دلیل علیہ“ سے تعبیر کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح ”یعلیکم مالک تکونوا تعلمون“ میں بھی عقلاً تخصیص ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب امت کو سب علوم بتائے۔ لیکن ان سب سے مراد وہ علوم ہیں جو ان افراد امت کے اپنے اپنے حال کے مناسب اور ان کی اپنی شان کے مطابق ہیں (اور قاعدہ جمع کا تقابل جمع سے بھی یہی تقاضا کرتا ہے)۔ لہذا یہاں بھی علوم کے عموم سے وہ علوم مستثنیٰ ہیں جو نبوت اور

1۔ لیکن تمام امت کے کل علوم ملک کر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے برابر نہیں ہو سکتے اس کی تفصیل با دلائل آگے آرہی ہے۔

رسالت اور خاص طور پر آپ کے خصائص میں سے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ امت کے تمام افراد کے علوم مل کر بھی حضور ﷺ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے ایک قطرہ سمندر کے سامنے ہو۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ (النساء: ۱۱۳)
جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے وہ ہم نے آپ کو بتا دیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔

اس آیت کے تحت ہم نے حضور ﷺ کا علم کلی ثابت کیا ہے اور اس سلسلے میں منکرین علم مصطفیٰ ﷺ کے جو شبہات ہیں ان کا مسکت جواب بادل لائل و باحوالہ بیان کر دیا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے یہ امر لانا چاہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے علماء اسلام میں سے کن کن حضرات نے حضور ﷺ کے علم کلی پر استدلال کیا ہے اور غلام رسول سعیدی کا دامن اس استدلال میں کن کن نفوس قدسیہ کے ساتھ وابستہ ہے؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

وقد كثر الاختلاف في الروح بين الحكماء والعلماء المتقدمين قديما وحديثا الى ان قال فلا كثرون على انهم على ان الله تعالى ابهم علم الروح على الخلق واستأثرة لنفسه حتى قالوا ان النبي ﷺ لم يكن عالما به قلت جل منصب النبي ﷺ وهو حبيب الله و سيد خلقه ان يكون غير عالم بالروح و كيف و قد من الله بقوله (و عليك ما لم تكن تعلم و كان فضل الله

روح کی حقیقت میں حکماء اور علماء میں شروع اور آخر میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کی حقیقت مخلوق پر منکشف نہیں کی اور اس کے علم کو اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے کہا، نبی ﷺ کو بھی روح کی حقیقت کا علم نہیں تھا (۱)۔ میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ کا مقام اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو، حالانکہ آپ تمام مخلوق کے سردار ہیں اور

۱۔ حضور ﷺ کو روح کی حقیقت کا علم تھا، اس پر مستقل عنوان کے تحت بحث کریں گے۔

عليك عظيم) و قد قال اكثر العلماء
ليس في الآية دليل على ان الروح لا
يعلم ولا على النبي ﷺ لم يكن
يعلمها۔ (علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی
۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جز ۲۰ ص ۴۰۱)

اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا
ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو جب کہ اللہ
تعالیٰ نے آپ پر انعام فرمایا کہ ”آپ کو
ان تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا جن کو آپ
پہلے نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا
عظیم فضل ہے“؟ اکثر علماء نے کہا کہ اس
آیت مبارکہ میں روح کے منکشف ہونے
کی دلیل نہیں اور نہ اس بات پر کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جانتے نہیں تھے۔

علامہ عینی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم روح پر ”عَلَمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ سے استدلال
کیا ہے اور یہ استدلال اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ”عَلَمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ کو علم کلی پر
محمول کیا جائے کیونکہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ علم روح جزی علم ہے اور جزی کا علم جزی سے نہیں
کلی سے مستفاد ہوتا ہے۔ اگر ”عَلَمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ سے مراد بعض علوم جزیہ ہوں تو ان سے
علامہ عینی کا علم کلی پر استدلال صحیح نہیں ہوگا۔ یہ استدلال اس وقت صحیح ہوگا جب ”عَلَمَكَ مَا
لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ سے مراد علم کل ہو۔ فہو المراد۔
اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے وحی کی مختلف اقسام سے آپ
کو وہ تمام چیزیں بتلا دیں جن کو آپ پہلے
نہیں جانتے تھے خواہ وہ پوشیدہ امور ہوں یا
لوگوں کے دلوں کے حالات اور انہیں علوم
میں مکر کرنے والوں کے مکر کا ابطال بھی
شامل ہے اور ان میں احکام شریعت اور
امور دین بھی داخل ہیں جیسا کہ حضرت

(و علمك) بانواع الوحي (ما لم تكن
تعلم) ای الذی لم تكن تعلمه من
خفيات الامور و ضمائر الصدور و من
جملتها و جوه ابطال کید الکائدين او
من امور الدین و احکام الشرع۔ کہا
روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما او من الخیر والشر۔ کہا قال

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یا ہر خیر اور شر کا علم جیسا کہ ضحاک کا قول ہے یا تمام اولین اور آخرین کی خبریں جیسا کہ بعض کا قول ہے یا مذکورہ تمام امور مراد ہیں۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور اس کے تمام اسرار پر آپ کو مطلع کر دیا اور ان کے تمام حقائق پر آپ کو واقف کر دیا۔

اور علامہ علاؤ الدین خازن اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام چیزیں بتلا دیں جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے، یعنی شریعت کے احکام اور امور دین، اور ایک تفسیر یہ ہے کہ غیب سے آپ جو کچھ نہیں جانتے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ آپ کو تمام پوشیدہ چیزوں اور لوگوں کے دلوں کے حالات پر مطلع کر دیا اور منافقین کے احوال اور ان کے مکر پر مطلع کر دیا۔ اور ”اے محمد! اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ آپ پر قائم رہا ہے۔“ آپ اس کی نعمتوں پر شکر ادا کیجئے جس نے اپنے احسان سے آپ کو نبوت عطا کی اور آپ پر جو کتاب اور حکمت نازل کی اس کا علم عطا فرمایا۔

الضحاک او من اخبار الاولین والآخرین کما قیل او من جمیع ما ذکر کما یقال و من الناس عن فسر الموصول باسرار الکتاب والحکمة ای انه سبحانه انزل علیک ذالک و اطلعک علی اسرارہ و اوقفتک علی حقائقہ۔

(علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵، ص ۱۴۴)

علیک ما لم تکن تعلم یعنی من احکام الشریع و امور الدین و قیل علیک من الغیب ما لم تکن تعلم و قیل معناه و علیک من خفیات الامور و اطلعک علی ضمائر القلوب و علیک من احوال المنافقین و کیدہم (و کان فضل اللہ علیک عظیماً) یعنی ولم یزل فضل اللہ علیک یا محمد عظیماً فاشکرہ علی ما اولاک من احسانہ و من علیک بنبوۃ و علیک ما انزل من کتابہ وحکمتہ۔

(علامہ علاؤ الدین خازن متوفی ۷۴۱ھ، لباب التاویل الموسوم بالخازن ج ۱ ص ۴۲۹)

اور علامہ مظہری لکھتے ہیں:

وعلمك العلوم بالاسرار والمغيبات

(علامہ جابر اللہ زنجشیری متوفی ۵۳۸ھ، تفسیر کشاف

ج ۱ ص ۵۶۳)

اور علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

من خفيات الامور و ضرائر القلوب او

من امور الدين والشرائع۔

(علامہ جابر اللہ زنجشیری متوفی ۵۳۸ھ، تفسیر کشاف ج

۱ ص ۵۶۳)

اور علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

(وانزل الله عليك الكتب و الحكمة)

يقول و من فضل الله عليك يا

محمد مع سائر ما تفضل به عليك من

نعمه انه انزل عليك الكتب و هو

القران الذي عليه بيان كل شيء و

هدى و موعظة والحكمة يعنى وانزل

عليك مع الكتاب الحكمة و هي ما كان

في الكتاب مجملا ذكره من حلاله و

حرامه و امره و نهيه و احكامه و وعده

و وعيده (و علمك ما لم يكن تعلم من

خير الاولين و الاخرين، و ما كان و ما

هو كائن قبل ذلك من فضل الله عليك

يا محمد منذ خلقك فاشكرك على ما

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسرار اور مغیبات علم

عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام چیزیں بتلا دیں

جن کو پہلے آپ نہیں جانتے تھے۔ یعنی مخفی

امور، لوگوں کے دلوں کے حالات امور

دین اور احکام شریعت۔

(اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت

نازل کی) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اے

محمد! باوجود ان باقی تمام نعمتوں کے جن

سے ہم نے آپ کو فضیلت دی ہے اس کی

خاص نعمتوں سے یہ ہے کہ اس نے آپ پر

کتاب نازل کی جو کہ قرآن ہے جس میں

ہر چیز کا بیان ہے اور ہدایت ہے اور نصیحت

ہے۔ اور حکمت نازل کی یعنی کتاب کے

ساتھ آپ پر حکمت نازل کی جس

میں قرآن کریم میں جو حلال و حرام،

امرو نہی، احکام، وعدہ اور وعید کا مجمل ذکر

ہے، اس کا بیان ہے ”اور جن چیزوں کو

آپ پہلے نہیں جانتے تھے وہ سب آپ کو

اولاٹ۔ (ابو جعفر محمد بن ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان پ ۵ ص ۱۷۷)
 بتلادیا“ خواہ وہ اولین اور آخرین کا بیان ہو
 یا ”ماکان و مایکون“ ہو جب سے آپ
 کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے آپ پر اللہ
 تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔ آپ ان نعمتوں پر
 اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے۔

”وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ (النساء: ۱۱۳) کے تحت ہم نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی
 بیان کیا تھا اس پر عقلی شبہات کو قواعد عربیہ اور کتب تفسیر کی تائید سے دور کر دیا اور بالخصوص
 اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مستند ائمہ تفاسیر کی عبارت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس علم کلی کو
 مبرہن کر دیا (تاہم یاد رہے کہ علم کلی کا عقیدہ قطعی نہیں ہے، ظنی ہے اور جو شخص محض تحقیق کی
 وجہ سے ان دلائل سے اختلاف کرے اور اس کی نیت تنقیص رسالت نہ ہو تو اس سے ہمارا
 کوئی اختلاف نہیں ہے)۔

تاہم اس اختلافی مسئلہ میں ہمارا مختار وہی ہے جو ان علماء اسلام کا ہے اور جس کا دل
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہو۔ اس کی آنکھیں اس بیان کو پڑھ کر روشن ہوں گی اور
 دل سرور ہوگا کیونکہ محبت کا یہی تقاضا ہے اور جن کے دل رسول اللہ کی محبت سے خالی ہیں
 اور وہ آپ کی عقیدت سے محروم ہیں ان کے ذہن پریشان ہوں گے، چہرہ زرد ہو جائے گا،
 دل کی کلیاں مرجھا جائیں گی اور ان کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ جائے گی اور ایسا ہونا ایک
 قدرتی امر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی کمالات ان لوگوں کو کبھی راس نہیں آئے۔
 مخالف مذکور نے لکھا ہے:

خاں صاحب کا یہ دعویٰ کہ روز ازل سے روز آخر تک کی تمام اشیاء اور ہر ذرہ ذرہ کا
 تفصیلی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ایک نرا کفریہ دعویٰ ہے۔

(محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان، ص ۲۶)

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ علامہ عینی، علامہ آلوسی، علامہ خازن، علامہ زنجشیری اور علامہ
 ابن جریر طبری سب نے ہی اپنے اپنے انداز میں علم کلی کی تقریر کی ہے اور آپ کے فتویٰ

سے یہ تمام علماء اساطین دین (ان کے علاوہ اور بہت سے علماء کا ہم آئندہ مباحث میں ذکر کریں گے) بیک جنبش قلم کافر قرار پائے۔ پہلے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کے اطلاق کو کفر اور شرک قرار دیا تھا اور اپنے اس فتویٰ سے علامہ زمخشری، علامہ میر سید شریف، علامہ فخر رازی، ابن جریر طبری، علامہ بیضاوی، امام قرطبی، علامہ آلوسی، علامہ شوکانی، علامہ اسماعیل حقی، شیخ ابوسعود، علامہ نیشاپوری، علامہ خازن، علامہ عسقلانی، علامہ ابن حجر مکی، ملا علی قاری اور ابن عابدین شامی کو کافر اور شرک قرار دے ڈالا کیونکہ ان علماء اسلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔

ذرا سوچیں تو سہی کہ آپ کی ایک عبارت نے کتنے رجال اسلام کو کافر و شرک بنا ڈالا ہے؟

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے

ڈھونڈا تھا آسمان نے جنہیں خاک چھان کر

پھر اس پر بھی بس نہیں کی بلکہ خود سمیت اپنے گھر کے بزرگوں کو بھی کافر اور شرک بنا ڈالا کیونکہ مخالف مذکور نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر علم غیب کا اطلاق کفر ہے اور تھانوی صاحب نے ”حفظ الایمان“ میں، حسین احمد مدنی نے ”شہاب ثاقب“ میں، مرتضیٰ حسین چاند پوری نے ”توضیح البیان فی حفظ الایمان“ میں جگہ جگہ اور محمد منظور نعمانی نے ”فیصلہ کن مناظرہ“ میں متعدد جگہ اور خود مخالف مذکور نے ”عبارات اکابر“ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔

بتلائیے کہ آپ کے فتویٰ کے بشمول آپ کے دیوبند کے یہ تمام صنادید کافر اور شرک ہوئے یا نہیں؟

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی

ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی پر ہم نے قرآن کریم سے دودلیلیں پیش کی ہیں۔ اس کے بعد احادیث شریفہ اور علماء اسلام کی عبارات کی روشنی میں یہ مسئلہ آپ پر واضح کرنا چاہتے

ہیں تاکہ معلوم ہو کون کون سی برگزیدہ ہستیاں مخالف مذکور کے فتویٰ کفر کی زد میں ہیں؟
امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حِفْظَ ذَلِكَ مَنْ حِفْظُهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔ (امام محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، ج ۱ ص ۴۵۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ ﷺ نے ابتداء آفرینش سے خبریں بیان کرنا شروع کیں۔ حتیٰ کہ جنتیوں کے جنت میں اپنے مراتب تک جانے اور جہنمیوں کے جہنم میں اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں۔ جس شخص نے ان خبروں کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

اور علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و فيه دلالة على انه اخبر في المجلس الواحد بجميع احوال المخلوقات من ابتدائها الى انتهائها و في ايراد ذلك كلفا في مجلس واحد امر عظيم من خوارق العادة و كيف و قد اعطى جوامع الكلم مع ذلك۔ (حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری جز ۱ ص ۱۱۰)

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ حضور ﷺ نے مجلس واحد میں تمام مخلوقات کے احوال ان کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک بیان کر دیئے اور ان سب کو ایک مجلس میں بیان کر دینا حضور ﷺ کے معجزات میں سے ایک امر عظیم ہے اور یہ کیونکر غیر متصور ہوگا جب کہ آپ کو جوامع الکلم بھی دیئے گئے ہیں؟

اور علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

و في تيسير ايراد ذلك كله في مجلس واحد من خوارق العادة امر عظيم و ان تمام خبروں کو ایک مجلس میں بیان کر دینا حضور ﷺ کے ان عظیم معجزات میں

یقرب ذالک مع کون معجزاته لا مریة
فیہا انہ ﷺ اعطی جوامع الکلم۔
(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح
الباری، ج ۱، ص ۱۰)

سے ہے جن میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں
ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو جوامع الکلم بھی
عطا فرمائے گئے تھے۔

اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ای اخبارنا عن المبدء شیئا بعد شیء الی
ان انتھی الاخبار عن حال الاستقرار
فی الجنة والنار و دل ذالک علی انہ اخبر
فی المجلس الواحد بجمیع احوال
المخلوقات من المبدء و المعاد
و المعاش فتیسیر ایراد ذلک فی مجلس
واحد من خوارق العادة امر عظیم۔
(ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ، مرقاة ج ۱ ص ۴۴)

یعنی حضور ﷺ نے ابتداء خلق سے لے
کر ان کے جنت اور دوزخ میں ٹھہرنے
تک کے تمام احوال بیان فرما دیئے اور
ایک مجلس میں تمام مخلوق کے ان تمام احوال
کو بیان فرما دینا جو ان کی ابتداء، دنیاوی
زندگی اور اخروی احوال پر مشتمل ہے اور
اللہ تعالیٰ کا اس تفصیلی بیان کو حضور ﷺ
پر آسان کر دینا ایک امر عظیم ہے۔

اس مضمون کی ایک اور حدیث امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عَنْ حَدِیْقَةٍ لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ
خُطْبَةً مَا تَرَكَ فِيْهِ شَيْئًا اِلَّا قِيَامَ السَّاعَةِ
اِلَّا ذَكَرَ عَلَيْهِ مَنْ عَلَيْهِ وَجْهَهُ مَنْ
جَهِلَهُ (الحديث)۔

حضرت حدیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضور
ﷺ نے ایک خطبہ دیا اور قیامت تک
جتنے امور ہونے والے تھے آپ ﷺ
نے وہ سب بیان کر دیئے جس شخص نے
انہیں جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے
نہ جانا اس نے نہ جانا۔

علامہ قسطلانی اور ان کے متن کی شرح کے ساتھ علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

فوضح من هذا الخبر و غیر ماسیاتی
عن الاخبار و سنخ من خواطر الابرار

اس حدیث اور آنے والی احادیث سے
ظاہر ہو گیا کہ حضور ﷺ لوگوں کی

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دنیاوی زندگی میں ان کے دلوں کے احوال پر مطلع ہوتے ہیں اور ان کی موت کے بعد ان کے عواقب امور پر اور ”مسند احمد“ اور ”طبرانی“ اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں اس حال میں چھوڑ کر گئے کہ آپ نے آسمان پر اڑنے والے سب پرندوں کے بارے میں علم سے نوازا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہت زیادہ علم عطا فرمایا ہے اور آپ کے قلب پر اولین اور آخرین کا علم عطا فرمایا ہے۔

الاخيار انه ﷺ عرفهم بما يقم في حياته و بعد موته و ما قد انتم و قرعه فلا سبيل الى فوقه و قال ابو زهراني حديث رواه احمد والطبراني وغيرهما۔ لقد تركنا رسول الله ﷺ و ما يحرك طائر جناحيه في السماء الا ذكرنا منه علما۔ ولا شك ان الله تعالى قد اطلعه على ازيد من ذلك والقي عليه علم الاولين والآخرين۔

(شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، مواہب اللدنیہ مع زرقانی ج ۷ ص ۲۰۶)

اس سلسلہ میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عبدالرحمن بن عائش بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب عز وجل کو حسین صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملا اعلیٰ کس بات میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ! تو ہی خوب جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فِي أَحْسَنَ صُورَةٍ قَالَ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيْ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ شِدَائِي فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (الحديث)۔ (شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۷۰)

سینہ کے درمیان محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال ابن حجر ای جمیع الکائنات التي فی السموات بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج والارض هي بمعنى الجنس ای و جمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتها۔ (ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ، مرقاۃ ج ۲ ص ۲۱۰)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام آسمانوں بلکہ اس کے اوپر تمام حوادث اور حقائق دیکھ لئے جیسا کہ واقعہ معراج سے ظاہر ہے اسی طرح ساتوں زمینوں بلکہ ان کے نیچے بھی جتنے حقائق ہیں وہ سب دیکھ لئے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کناية عن حصول جمیع العلوم۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۳ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۸۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ میں نے تمام آسمانوں اور زمین کو جان لیا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو تمام علوم حاصل ہو گئے۔

نیز شیخ محقق اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس دانستم هر چه در آسمان ها و هر چه در زمین بود عبارت است از حصول علوم جزوی و کلی احاطہ آن۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۳۳)

پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو تمام جزوی و کلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ کر لیا۔

صاحب ”مشکوٰۃ“ نے اس حدیث کو ”ترمذی“ سے بھی تصحیح بخاری کے ساتھ نقل کیا

ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

مجھ پر ہر چیز منکشف ہو گئی اور میں نے ان

فتجلی لی کل شئی و عرفت۔

(شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۷۲) کو جان لیا۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس ظاہر شد و روشن شد مراہر چیز پس مجھ پر ہر چیز ظاہر اور روشن ہو گئی میں
از علوم و شناختہ ہمہ را۔
نے علوم میں سے ہر چیز کو جان لیا۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، ۱۰۵۳ھ)

(المعات ج ۱، ص ۳۴۲)

”مشکوٰۃ شریف، کتاب الملاحم“ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک طویل

حدیث مروی ہے جس میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي لَأَعْرِفُ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے فرمایا: میں ان لوگوں
کے اور ان کے آباء کے نام پہچانتا ہوں۔
أَسْمَاءَهُمْ وَأَسْمَاءَ آبَائِهِمْ (الحدیث)۔

(شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ

شریف ص ۴۶۷)

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فیه مع کونہ من المعجزات دلالة علی
حضور ﷺ کے اس فرمان میں آپ کے
ان علمہ ﷺ محیط بالکلیات
معجزہ کے علاوہ اس بات پر دلالت ہے کہ
والجزئیات۔ (ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ،
آپ کا علم (تمام) کلیات اور جزئیات کے
مرقاۃ ج ۱۰، ص ۱۵۱)
علم کو محیط ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ
حضرت ثوبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
ان الله اولالى الارض فرأيت مشارقها و
ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام
مغاربها۔ (ابو الحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری
روئے زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا اور میں
متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۹۰)
نے اس کے مشارق و مغارب دیکھ لئے۔

سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو

کر اسلام قبول کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ کی نعت میں چند اشعار سنائے جن میں سے ایک شعر یہ ہے:۔

فاشهد ان الله لا رب غيره و انتك
مامون على كل غائب۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
رب نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے ہر غیب پر
امین ہیں۔

سواد بن قارب کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ شعر سن کر مجھ سے بہت خوش ہوئے اور
آپ کے چہرہ سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور آپ نے مجھے دعائیہ کلمات فرمائے:
”افلحت يا سواد“۔ اے سواد! تم کامیاب ہو گئے۔

(علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۲ھ، سیرت حلبیہ ج ۱، ص ۳۲۴)

امام بوسیری ”قصیدہ بردہ“ میں لکھتے ہیں:

و من علومك علم اللوح والقلم۔
لوح اور قلم کا علم آپ کے علم کا بعض ہے۔

اس کی شرح میں علامہ خرپوتی لکھتے ہیں:

ان الله اطلعہ علیہ السلام علی ما
کتب القلم فی اللوح المحفوظ و زاده
ایضا لان اللوح والقلم متناہیان فما
فیہما متناہ و یجوز احاطت المتناہی
بالمتناہی۔ (علامہ عمر بن احمد خرپوتی، عسیدہ
الشہیدہ ص ۲۱۹)

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان
تمام چیزوں پر مطلع کر دیا جن کو قلم نے لوح
محفوظ میں لکھا ہے اور اس سے بھی زیادہ علم
عطا کیا۔ اس لئے کہ لوح اور قلم دونوں
متناہی ہیں۔ پس جو کچھ ان میں ہے وہ بھی
متناہی اور متناہی کا متناہی احاطہ کر سکتا ہے۔

اور شیخ زادہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و لعلہا الله اطلعہ علی جمیع ما فی
اللوح و زاده ایضا لان اللوح والقلم
متناہون فما فیہما متناہ و یجوز
احاطة المتناہی بالمتناہی هذا علی

تحقیق یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
ان تمام چیزوں پر مطلع کر دیا جو لوح محفوظ
میں ہیں بلکہ اس سے زیادہ پر بھی۔ کیونکہ قلم
اور لوح متناہی ہیں اور جو کچھ ان میں ہے وہ

قدر فہمك۔ اما من اکتحلت بصیرتہ
بالنور الالہی فی شاہد بالذوق ان
علوم اللوح والقلم جزء من علومہ کما
ہی جزء من علم اللہ سبحانہ لانہ علیہ
السلام عند انسلاخ عن البشریۃ کمالا
یسمع ولا یبصر ولا یبطش ولا ینطق
الابہ جلت قدرتہ و عمت نعمتہ
کذالك لا یعلم الا بعلمہ الذی لا
یحیطون بشئ منہ الا بما شاء کما
اشار الیہ بقولہ و علیک ما لم تکن
تعلم۔ (شیخ زادہ، شرح قصیدہ بردہ علی ہامش
العقیدہ ص ۲۱۹-۲۲۰)

بھی متناہی ہے اور متناہی کا متناہی احاطہ کر
سکتا ہے۔ یہ ظاہری تقریر ہے۔ لیکن جس
شخص نے نور الہی کی بصیرت کو اپنی
آنکھوں کا سرمہ بنایا ہو وہ اپنے وجدان اور
ذوق سے اس بات کا مشاہدہ کرے گا کہ
لوح و قلم کے علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا
جز ہیں اور آپ کے علوم اللہ تعالیٰ کے علم کا
جز ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بشریت
سے باہر آئے تو آپ کا سننا، دیکھنا، تصرف
کرنا بولنا سب اللہ جل مجدہ کی صفات سے
ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت
سے سنتے بصارت سے دیکھتے علی ہذا
القیاس) اس طرح حضور کا جاننا بھی اللہ کی
صفت علم سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی
بات کی طرف اپنے قول ”وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ
تَكُن تَعْلَمُ“ میں اشارہ فرمایا ہے

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:
علوم اولین و آخرین اور ادادہ و حقائق
اشیاء کما ہی نمودہ اند۔
(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ
اللمعات ج ۱ ص ۸۷)

ہم نے احادیث صحیحہ اور مستند علماء کی عبارات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء آفرینش سے لے کر دخول جنت تک کا علم عطا فرمایا اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیان فرمائے ہیں اور علماء اسلام نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اولین اور آخرین کا علم عطا فرمایا ہے اور کلی غیب پر مطلع کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس علم کے ثابت کرنے کو مخالف مذکور کفر قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

خان صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ روز ازل (اول وضاحت از مصنف) سے روز آخر تک کی تمام اشیاء اور ہر ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ایک نرا کفر یہ دعویٰ ہے۔

(محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان ص ۲۶)

مخالف مذکور نے حضور کے لئے علم ”ماکان و مایکون“ (جو ہو چکا اور جو ہوگا کا علم) ثابت کرنے کو بھی کفر لکھا ہے۔ اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ علم ”ماکان و مایکون“ کا اصل مصدر کیا ہے اور مستند علماء اسلام میں سے کن کن حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ”ماکان و مایکون“ کا علم ثابت کیا ہے؟

اس سے بیشتر کہ ہم علم ”ماکان و مایکون“ کا بیان کریں ایک بار پھر یہ تصریح کر دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی، کلی غیب یا ”ماکان و مایکون“ ماننا فرض ہے، نہ واجب، نہ اس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ اس مسئلہ میں بعض علماء نے نیک نیتی سے اختلاف بھی کیا ہے۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ علم ثابت ہے اور یہی آپ کی شان کے لائق ہے۔

علم ”ماکان و مایکون“

علم ”ماکان و مایکون“ پر درج ذیل دلائل ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي زَيْدٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى	ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ دیا۔ حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا پھر منبر سے اترے ظہر پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور
--	--

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَمَا هُوَ
كَائِنْ فَأَعْلَمْنَا أَحْفَظْنَا۔

(ابو الحسن مسلم بن حجاج نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح
مسلم ج ۲ ص ۳۹)

خطبہ دیا۔ حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا پھر منبر
سے اترے اور نماز پڑھائی اور اس کے
بعد پھر منبر پر رونق افروز ہو کر خطبہ دیا۔
یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ
نے ہمیں ”ماکان وما یكون“ کی خبریں
دیں۔ پس ہم میں سے جو زیادہ حافظہ والا
تھا، اس کو زیادہ علم تھا۔

علامہ قسطلانی بیان فرماتے ہیں:

أَخْبَرَ الطَّبْرَانِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ قَدْ رَفَعَ لِي
الدُّنْيَا بِحَيْثُ أَحْطُتُ بِجَمِيعِ مَا فِيهَا۔
شَرَّحَ زُرْقَانِي، فَإِنَّا أَنْظَرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ
كَائِنْ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظَرُ إِلَى
كَفَى هَذِهِ۔ (شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی
۹۲۳ھ، مواہب مع زرقاتی ج ۱ ص ۲۰۳)

طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ
حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
میرے لئے تمام دنیا کو منکشف کر دیا۔ پس
میں (یعنی میں نے تمام دنیا کا احاطہ کر لیا۔
شرح زرقاتی) دنیا اور جو دنیا میں قیامت
تک ہونے والا ہے (یعنی ”ماکان وما
یکون“ سعیدی) اس طرح دیکھ رہا تھا، جیسا
کہ اپنی اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

علامہ زرقاتی اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں:

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق معلوم ہے اور
آپ کے قول کے مطابق اعتقاد رکھنا واجب
ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے
بعد جو بھی واقعات لوگوں کے سامنے آئے وہ
یہ یقین رکھیں کہ یہ وہ واقعات ہیں جو حضور

ثم يعلم باعتبار صدقه ووجوب
اعتقاد ما يقول ان كل ما علمه الناس
بعده من جيلة مالا، حين رفعت له
الدنيا ﷺ۔ (محمد بن عبدالباقی زرقاتی
متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح مواہب زرقاتی ج ۶ ص ۲۰۵)

صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دیکھ لئے تھے۔ جب آپ کو دنیا دکھائی گئی تھی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۖ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝
(الرحمن: ۳-۴) سکھایا۔

”انسان“ اور ”بیان“ کی تفسیر میں مفسرین کرام کے متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ”انسان“ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ”بیان“ سے مراد ”ما کان و ما یکون“ کا بیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ”ما کان و ما یکون“ کا علم عطا فرما دیا۔ یہ ابن کیسان کا قول ہے اور اس کو اکثر مفسرین نے بغیر کسی جرح کے نقل کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قول ان مفسرین کا معتمد اور مختار ہے۔ العیاذ باللہ کوئی کفر یہ عقیدہ نہیں ہے: ملاحظہ فرمائیے! امام قرطبی فرماتے ہیں:

الانسان ما هنا يراد به محمد ﷺ
والبيان بيان الحلال من الحرام،
والهدى من الضلال وقيل ما كان و ما
يكون لانه بين لمن الاولين والآخرين و
يوم الدين۔ (ابو عبد الله محمد بن احمد قرطبي متوفى
۶۷۱ھ، الجامع لاحكام القرآن جزء ۱ ص ۱۵۲)

”انسان“ سے یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور ”بیان“ سے مراد حلال کا حرام سے ہے اور ہدایت کا گمراہی سے بیان ہے اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ”ما کان و ما یکون“ کا بیان ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اولین و آخرین اور قیامت تک کی خبریں بیان کی ہیں۔

اور علامہ خازن فرماتے ہیں:

اراد بالانسان محمدا ﷺ عليه
البيان يعنى بيان ما يكون و ما كان
لانه ﷺ ينبئ عن خبر الاولين
والآخرين وعن يوم الدين۔

”انسان“ سے مراد یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ”علّمَهُ الْبَيَانَ“ سے مراد ”ما کان و ما یکون“ کا بیان ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اولین، آخرین اور قیامت تک کی

(ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ، الجامع خبریں دی ہیں۔

لاحکام القرآن جز ۱، ص ۱۵۲)

اور قاضی مظہری لکھتے ہیں:

و جاز ان يقال خلق الانسان یعنی
محمد ﷺ علمہ البیان یعنی
القرآن فیہ بیان ماکان وما یکون من
الازل الی الابد۔ (قاضی محمد ثناء اللہ مظہری متوفی
۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری پ ۲۷، ص ۱۳۵)

اور یہ قول جائز ہے کہ ”انسان“ سے مراد
محمد ﷺ ہیں اور ”بیان“ سے مراد
قرآن ہے جس میں ازل سے لے کر ابد
تک ”ماکان وما یکون“ کو بیان ہے۔

امام غزالی انبیاء علیہم السلام کے خصائص بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

والرابع ان له صفة يدرك ما سيكون في
الغيب اما في اليقظة او في المنام اذ بها
يطالع اللوح المحفوظ فيرى ما فيه من
الغيب فهذه کمالات و صفات يعلمه
ثبوتها للانبیاء۔ (امام محمد غزالی متوفی
۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۴ ص ۷)

نبی کی چوتھی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ نیند یا
بیداری میں غیب کے ”ما یکون“ کا
ادراک کر لیتا ہے کیونکہ اسی صفت کے
ساتھ وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور
لوح میں امور غیبیہ کو دیکھ لیتا ہے۔ پس یہ وہ
کمالات اور صفات ہیں جن کا ثبوت انبیاء
علیہم السلام کے لئے معلوم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے انبیاء علیہم السلام کی چھیالیس صفات ذکر کی ہیں۔ ان میں سے

یہ ہیں:

الثانية والاربعون اطلاع على ما
سیکون الثالثة والاربعون الاطلاع
على ماکان مما لم ینقله احد قبله۔
(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج
۱۲ ص ۸۱)

نبی کی بیالیسویں صفت یہ ہے کہ اس کو ”ما
یکون“ کا علم ہو اور تنقلاً یسویں صفت یہ
ہے کہ اس کو اس ”ماکان“ کا علم ہو جو اس
سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو۔

علامہ خرپوتی لکھتے ہیں:

يجوز ان يقال انه عليه السلام كان اعلم منهم ببعض الامور كما مور الاخرة واشراط الساعة واحوال السعداء والاشقياء و علم ما كان وما يكون ثم اعلم ان بيان علمه ثابت بقوله تعالى وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ -
(علامہ عمر بن احمد خرپوتی، عصيدة الشہیدہ ص ۸۱)

یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت بعض امور میں زیادہ علم رکھتے ہیں مثلاً امور آخرت، علامات قیامت، نیک اور بد لوگوں کے احوال کا علم اور ”ما کان و ما یكون“ کا علم۔ پھر یاد رکھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام علوم اللہ تعالیٰ کے قول ”عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ“ سے ثابت ہیں۔

نیز علامہ خرپوتی تحریر فرماتے ہیں:

لانه عليه السلام مفيض و انهم مستفادون لانه تعالى خلق ابتداء روحه عليه السلام موضع علوم الانبياء و علم ما كان و ما يكون فيه ثم خلقهم فاخذوا علومهم منه عليه السلام
(علامہ عمر بن احمد خرپوتی، عصيدة الشہیدہ ص ۸۳)

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فیض دینے والے ہیں اور تمام انبیاء آپ سے فیض لینے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کو پیدا کیا اور انبیاء کے علوم اور ”ما کان و ما یكون“ کا علم عطا کیا۔ پس انبیاء علیہم السلام نے آپ سے علوم حاصل کئے۔

فائدہ: مذکورہ بالا شرح ”قصیدہ بردہ“ کے اس شعر کی ہے:

و کلهم من رسول الله ملتبس

غرفا من البحر او رشفاً من الدیم

(علامہ عمر بن احمد خرپوتی۔ عصيدة الشہیدہ ص ۸۳)

تمام انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتے ہیں (علم کے) سمندر سے ایک چلو یا (علم کی) بارش سے ایک قطرہ۔

علامہ خرپوتی اس شعر کے بارے میں لکھتے ہیں:

یاد رکھو کہ یہ شعر ”قصیدہ بردہ“ کے ان اشعار میں سے تیسرا شعر ہے جسے پڑھ کر حضور ﷺ جھوم رہے تھے۔ پس پڑھنے والے پر لازم ہے کہ اس کو بار بار پڑھے۔

ثم اعلم ان هذا البيت ثالث الابيات التي تتأيل فيها النبي ﷺ فيلزم لقاري ان يكرره۔

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

(لیکن اللہ تعالیٰ اس قرآن پر شاہد ہے جس کو آپ پر نازل کیا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے علم کی تجلی فرمائی (اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل کیا تو اپنی اس صفت علم کے ساتھ آپ پر تجلی کی جس علم سے زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ”ما کان و ما یکون“ کو جان لیا۔

(لكن الله يشهد بما انزل اليك) لتجليه فيه سبحانه (انه له بعلم) اى متلبسا بعلمه المحيط الذى لا يعزب عنه مثال ذرة فى السموات و لا فى الارض۔ و من هنا علم ﷺ ما كان و ما هو كائن۔ (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۳ھ، روح المعانی پ ۶ ص ۲۲)

اور ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے ہیں، ہم نے وہ سب آپ کو بتا دیا اولین اور آخرین کی خبریں اور ”ما کان و ما یکون“۔

و عليك ما لم تكن تعلم من خبر الاولين والآخرين و ما كان و ما هو كائن۔ (علامہ سید ابو جعفر، محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان پ ۵ ص ۱۷۷)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر آپ کی تمام امت پیش کی تھی کہ آپ ﷺ نے سب کو

و عرض امتہ علیہ باسرا هم حتى راہم و عرض علیہ ما هو كائن فى امتہ حتى

تقوم الساعة۔

دیکھا اور آپ ﷺ کو امت میں قیامت تک جو ہونے والے واقعات تھے، سب دکھا دیئے (یعنی ماکان و مایکون)۔

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فلا يصح منه الجهل بشئ من تفاصيل الشرع الذي امر بالدعوة اليه اذ لا تصح دعوته الى ما لا يعلمه واما ما تعلق بعقده من ملكوت السموات والارض وخلق الله وتعيين اسماء الحسنی و آياته الكبرى و امور الاخرة و اشراط الساعة و احوال السعداء و الاشقياء و علم ما كان و ما يكون مما لم يعلمها لا بوحى فعلى ما تقدم من انه معصوم فيه لا ياخذة فيما اعلم منه شك ولا ريب بل هو فيه على غاية اليقين۔ (قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۱۰۰)

اس کے بعد قاضی عیاض نے لکھا ہے:

لكنه لا يشترط له العلم بجميع تفاصيل ذلك۔

شریعت کی تفصیل میں سے کسی چیز سے حضور ﷺ کو ناواقفیت ہو یہ صحیح نہیں کیونکہ جب تک آپ کو کسی چیز کا علم نہ ہوگا اس کی طرف آپ کی دعوت صحیح نہیں ہوگی۔ وہ چیزیں جن کی معرفت آپ کے دل کو حاصل ہے مثلاً زمین و آسمان کی نشانیاں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی کی تعیین، آیات کبریٰ، امور آخرت، قیامت کی علامات، نیک اور بد لوگوں کے احوال ”ماکان و مایکون“ کا علم، یہ اس قبیل سے ہے جس کو آپ نے صرف وحی کے ذریعہ جانا ہے۔ پس جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ان علوم میں آپ معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو بتلایا ہے اس میں آپ کو کسی قسم کا شک نہیں ہے بلکہ آپ کو ان علوم میں انتہائی یقین حاصل ہے۔

لیکن آپ کے علم کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ آپ کو ان امور کی جمیع تفصیل کا علم ہو۔

یہ عبارت منکرین عظمت علم مصطفیٰ کو مفید نہیں ہے۔ اولاً: اس لئے کہ قاضی عیاض یہ کہہ رہے ہیں کہ جمیع تفصیل کا حاصل ہونا آپ کے علم کے لئے شرط نہیں ہے۔ یہ نہیں کہہ رہے کہ جمیع تفصیل آپ کو حاصل نہیں ہیں اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ نبی کے لئے صاحب کتاب ہونا شرط نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی صاحب کتاب نہیں ہوتا۔ ثانیاً: جمیع تفصیل کے ہم قائل نہیں ہیں اس کی وضاحت ”علم الہی اور علم رسول میں فرق“ کے عنوان سے آجائے گی اور انشاء اللہ حق وہاں بالکل ظاہر ہو جائے گا اور اس وقت قارئین کرام کو معلوم ہو جائے گا کہ قاضی عیاض کی یہ عبارت ہمارے مسلک کے قطعاً خلاف نہیں ہے۔

ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

جن شرعی احکام کی طرف دعوت دینے کا حضور ﷺ کو حکم دیا گیا ہے۔ ان کی تفصیل سے آپ کا ناواقف ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ جس چیز کا آپ کو علم نہ ہو اس چیز کی طرف آپ کی دعوت دینا صحیح نہیں ہے۔ اور جن چیزوں کی معرفت کا آپ کو اپنے رب کی طرف سے یقین ہے یعنی زمین و آسمان کی ظاہری اور باطنی نشانیاں، اللہ تعالیٰ کی تمام اعلیٰ اور ادنیٰ مخلوق، اللہ تعالیٰ کے تمام ان اسماء کی تعیین جو اس کی صفت جمال، جلال اور کمال پر دلالت کرتے ہیں۔ عجائب مخلوقات میں ان کی نشانیاں، امور آخرت میں حشر و نشر اور اس دن کی شدید ہولناکیاں، قیامت کی علامات، قطع

(فلا یصح منه) ای النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (الجهل بشیء من تفصیل الشرع الذی امر بالدعوة اذ لا تصح دعوتہ الی ما لا یعلم) ای الی ما لا علم بہ لدیہ ﷺ (واما ما تعلق بعقدہ) ای یجزم قبلہ فی معرفۃ ربہ (من ملکوت السموات والارض) ای ظواہرہا و بواطنہما (و خلق اللہ تعالیٰ ای و سائر مخلوقاتہ العلویۃ السفلیۃ) (و تعیین اسمائہ الحسنی) ای البشیرۃ علی نعوت الجبال و صفات الجلال کما یقتضیہ ذات الکمال (و آیاتہ الکبریٰ) ای العظمیٰ من عجائب مخلوقاتہ و غرائب مصنوعاتہ (و امور

الآخرة) من نشأ و حشر و شدائد
احوالها و مکایدا هو الهار (و اشراط
الساعة) ای علاماتها من قطیعة
الارحام و قلة الکرام و كثرة الیام و
کثرة الظلم من الانام (و احوال
السعداء) فی جنة النعیم (والاشقیاء) فی
محنة الجحیم (فدعلم ما کان) فی بدء
الامر (وما یكون ما لم یعلمه) و یروی
فیما لا یعلمه (الا بوحی فعلی ما تقدم
جواب اما ای محصول علی ما سبق
(من انه معصوم فیه لا یأخذة فیما اعلم
به) بصیغة المجهول (منه شك) ای
تردد (و لا ریب) ای شبهة لقوله تعالی
فلا تكونن من الممتزین (بل هو فیه علی
غایة الیقین) فی طریق الدین السبیل۔
(ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ، شرح شفاء علی ہاشم نسیم
الریاض ج ۳ ص ۶۰-۶۱)

رحمی، عزت کاکم اور ملامت کا زیادہ ہونا،
لوگوں پر زیادتی کا زیادہ ہونا، نیک لوگوں
کے جنت میں احوال اور بدکار لوگوں کی جہنم
میں تکلیفیں، ابتداء آفرینش کے خلق کے
احوال کا علم اور آئندہ ہونے والے
واقعات کا علم جو سوائے وحی کے معلوم نہیں
ہو سکتے، ان تمام علوم کے بارے میں جیسا
کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے آپ معصوم ہیں
یعنی جن چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو
دیا ہے یا جو چیزیں آپ نے لوگوں کو بتلائی
ہیں، ان کے بارے میں آپ کے ذہن
میں کسی قسم کا تردد اور شک واقع نہیں ہوتا
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شک کرنے
سے منع فرمایا ہے: کہ ”آپ شک کرنے
والوں میں سے نہ ہوں“ اس لئے ان علوم
میں آپ کو شک نہیں، بلکہ انتہائی یقین
حاصل ہے جو کہ دین مبین کا طریقہ ہے۔

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی اس عبارت کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

(فلا یصح) ولا یجوز عقلاً و شرعاً (منه)
ﷺ و من کل نبی (الجهل بشئ)
من تفاصيل الشرع ای شرعہ
ﷺ (الذی امر بالنبأ للمفعول ای
امره الله تعالی (بالدعوة) ای دعوة

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس شریعت
کی دعوت دینے کے لئے مخلوق کی طرف
بھیجا ہے۔ عقلاً اور شرعاً یہ ناممکن ہے کہ
حضور ﷺ کو اس کی تفصیل کا علم نہ ہو۔
کیونکہ شریعت سے لاعلمی اس کی طرف

امتہ (الیہ) ای الی اتباعہ والعمل بہ لان جہلہ بہ ینافی امرہ بدعوتہ (ولا تصح دعوتہ الی ما لا یعلیہ) لانہ طلب المجہول وهو مستنع عقلا و شرعا و عبث غیر مفید فکان ﷺ اعلم الناس باحکام ربہ ولہ الولاية العامة علی جمیع خلقہ و الامامة العظمی فکان یحکم بالقضاء والسیاسة والافتاء و یحکم بالظاهر والباطن کالخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کما قال السیوطی والفرق بین احکامہ بما ذکر فضلہ السبکی والعراق فی قواعدہ و للعلامة ابی شامة فیہ تالیف مستقل لا یتطیع هذا المقام تفصیلہ و ان تکلم بعضهم فیہ هنا کلاما غیر مہذب فاذا اردت تحقیقہ فانظر کلام القوم فیہ (واما ما تعلق بعقدہ) ای یجزم قلبہ فیما بصرہ اللہ تعالیٰ بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام (من ملکوت السموت والارض) ملکوت مبالغۃ فی البلد کالرہبوت والجبوت قد یخص بغير المشاہد کعالم الامر کما مر والمراد علیہ ﷺ بحقیقۃ الاجرام العلویۃ دعوت دینے کے منافی ہے۔ نیز شریعت سے لاعلم ہو کر اس کی طرف دعوت دینا طلب مجہول مطلق کو مستلزم ہے جو کہ عقلاً اور شرعاً محال ہونے کے علاوہ عبث اور غیر مفید ہے۔ پس حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ اپنے رب کے احکام جاننے والے تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق پر عام حاکمیت حاصل ہے۔ آپ بظاہر قضاء سیاست اور افتاء کے احکام جاری کرتے اور باطن میں خضر علیہ السلام کی (تکوین میں تصرف کرتے) جیسا کہ علامہ سیوطی نے تصریح کی ہے اور ظاہر اور باطن کے احکام میں فرق کو علامہ سبکی اور عراقی نے بیان کیا ہے۔ اور علامہ ابی شامہ نے اس فن میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اس فرق کے بیان کے لئے یہ جگہ مناسب نہیں ہے جو شخص تفصیل جاننا چاہے وہ متعلقہ کتب کا مطالعہ کرے۔ اور جن چیزوں کی بصیرت پر آپ کو اپنے رب کی طرف سے یقین ہے یعنی آسمانوں اور زمین کی نشانیاں..... یعنی حضور ﷺ کو آسمان، ستارے اور ان میں دیگر علامات اور ان پر مقرر فرشتوں سب کی حقیقت اور ان کی تمام تفصیل کا علم

وانها حادثه مستغن عنها و ما فيها
من الملئكتہ الموكلين بها والكواكب
التي خلقت فيها زينة لها و هداية
لخلقہ و علامات لحكم الهيئة و
كذلك الارض التي جعلها الله مقرا
لعبادة و علمه بها فيها علما اطلع به
على حقيقتها و ما اودعه فيها وليست
كما تزعم الفلاسفة و اهل الطبيعة من
امور مخرومة القواعد كثيرة الفاسد
(و خلق الله) اى مخلوقاته التي بشها
فيهما و ابدعها و اودعها حكما تحار
فيها العقلاء و في كل شئ له آية تدل على
انه الواحد (و تعيين اسمائه الحسنی)
الدالة على ذاته و بديع صفاته و في
قوله تعيين اشارة انها توقيفية فلا
يطلق عليه الا ماورد به اذن شرعى و
الكلام عليها مفرد بالتاليف و اجل
ما صنف فيها كتاب الامام القرطبي و
قيل يصح ان يطلق عليه كل اسم ثبت
اتصافه به مما لا يوهم نفعا و قيل
يجوز ما كان على سبيل التوصيف
والكلام عليه مفصل في كتب الاصول -
(وايته الكبرى) ان عجائب مخلوقاته

ہے۔ اسی طرح زمین جس کو اللہ تعالیٰ نے
اپنے بندوں کے لئے مستقر بنایا ہے۔
حضور ﷺ کو زمین اور زمین میں جو کچھ
ہے اس سب کا علم ہے..... اور اللہ
تعالیٰ کی مخلوق جو زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور
جو کچھ اس مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے کمالات
دیکھے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی
ہے اور ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی
وحدانیت پر یقین حاصل ہوتا ہے ان سب
کا علم اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی
تعیین کو جانتے ہیں اور لفظ ”تعیین“ میں
اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی ذات پر اسماء صفات کا اطلاق سماع
شرع پر موقوف ہے۔ اس بحث میں بھی
مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس موقع پر
عظیم کتاب امام قرطبی نے لکھی ہے اور
بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جس لفظ میں
کوئی نقص نہ ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر
جائز ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ جس لفظ
میں تعریف کا پہلو ہو اس کا اطلاق جائز
ہے۔ اور بحث کا مفصل بیان کتب کلام میں
ہے۔ اور حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی ان
آیات کبریٰ کا علم ہے جن کا آپ نے شب

الدالة على عظمته و الكبری ببعنه
الظی مما اخبر عنه ﷺ مما
شاهدة في نفسه الاسراء كما تقدم (و
امور الاخرة) كالحشر والنشر واحوال
الوقف والصراط والميزان والنفخ في
الصور (واشراط الساعة) اي علاماتها
الدالة عليها جمع شرط بفتححتين و في
الاساس يقال لا وائل كل شئ اشرافه
و منه اشراط اليه رسولا اذا قدمه
واشراط الساعة مشهورة والساعة
مقدار من الزمان ثم خص بالقيامة و
قيل الاشراط تختص بعلاماتها
الصغار كما نقله الخطابي عن ابی عبدة
والمشهور شولها للصغار والكبار
كخروج المهدي والدجال (واحوال
السعداء والاشقياء) في البرزخ والدنيا
والاخرة و ما لهم من نقيم و عقاب (و
علم ما كان) من احوال الامم السالفة و
ما كان في ابتداء خلق العالم (وما
يكون) بعدة من الفتن و غيرها كما في
حديث حذيفة المشهور (وما لا يعلمه
الا بوحى) أعلمه الله به في المغيبات
(فعلى ما تقدم اي واقع على اسلوب

معراج مشاهدة کیا اور ان کی خبر دی اور امور
آخرت کا جیسے حشر و نشر اور میدان قیامت،
پل صراط اور میزان اور صور پھونکنے کا اور
قیامت کی علامات کا..... خواہ وہ چھوٹی
علامات ہوں یا بڑی علامات مثلاً مہدی کا
ظہور، دجال کا خروج وغیرہ۔ اور نیک اور بد
لوگوں کے احوال خواہ دنیا میں ہوں، برزخ
میں ہوں یا آخرت میں اور جوان کو نعمت یا
عذاب وغیرہ ملتا ہے ان کا علم، اسی طرح
ابتداء خلق کے احوال اور گزشتہ امتوں کے
احوال کا علم اور اسی طرح آپ کے بعد
(قیامت تک) ہونے والے فتنوں کا علم
جیسا کہ حضرت حذیفہ کی حدیث مشہور سے
معلوم ہے یہ وہ چیزیں ہیں جو غیب ہے اور
اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں کا علم دیا
ہے۔ پس ان تمام علوم میں آپ وقوع
شک سے معصوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
ان چیزوں کا جو علم دیا ہے یا اللہ تعالیٰ کے
بتلانے سے آپ نے ان چیزوں کی جو خبر
دی ہے اس میں آپ کو کوئی شک واقع نہیں
ہوتا اور نہ ہی اس علم میں آپ کو کوئی تردد
ہے، بلکہ ان تمام علوم میں آپ کو یقین
حاصل ہے اور آپ کا دل ان علوم کے

ما تقدم في جواب اما (من انه) بيان
لها تقدم (معصوم فيه) عن الخطاء
والشك في شئ منه (لا ياخذ) اي لا
يعرض له ولا يطها عليه (فما اعلم)
بالنبا للجهول اي اعلم الله بوقية و
جود فيه البناء للفاعل اي اعلم به
امته (منه) اي ما ذكر (شك ولا ريب)
وزدد في علمه به بل هو فيه (اي فيما اعلم
به على غاية اليقين والجزر به بلا تردد
فعليه ﷺ مطمئن بعلمه لا يعلق
و يضطرب لان اصل مضمي الرب
الاضطراب كما حققه اهل اللغة-

(احمد شهاب الدين خفاجي متوفى ١٠٤٠هـ، نسيم الرياض

ج ٣ ص ٦٠-٦١)

اور عبدالحق محدث دہلوی علم ”ماکان و مایکون“ کے بارے میں لکھتے ہیں:

هر چه در دنیا است از زمان آدم تا اوان
نفخه اولی بروی منکشف ساختند
تا همه احوال را از اول تا آخر معلوم
کرد و بار ان خود را نیز از بعضی
احوال خبر داد۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی

متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوة ج ۱ ص ۱۳۴)

قارئین کرام! ہم نے کثیر تعداد میں دلائل اور حوالے اس لئے پیش کئے ہیں تاکہ آپ پر یہ
امر واضح ہو جائے کہ حضور ﷺ کو عالم ”ماکان و مایکون“ ماننے والے صرف اعلیٰ

حضرت فاضل بریلوی اور ان کے پیروکار نہیں بلکہ اسلام کے مستند اور اساطین علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ”ماکان و مایکون“ مانا ہے اور ہم نے وہ احادیث بھی پیش کر دی ہیں جن کے تحت علماء اسلام نے حضور کے لئے یہ علم مانا ہے۔ اب حضور کو عالم ”ماکان و مایکون“ ماننے اور آپ کے لئے علم ”ماکان و مایکون“ ثابت کرنے پر مخالف مذکور کا یہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب، عالم غیب، عالم، ”ماکان و مایکون“ اور علیم بذات الصدور کا مفہوم الگ اور جدا ہے اور اخبار غیب اور انباء غیب مطلع ہونا جدا مفہوم ہے۔ دوسری بات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منکر طہ اور زندگی اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے۔ (محمد سرفراز خاں صفور، ازالۃ الریب ص ۳۸)

اس عبارت میں مخالف مذکور نے صاف تصریح کر دی ہے: حضور کے لئے ”ماکان و مایکون“ ماننا اور ثابت کرنا کفر ہے۔

ہم نے سطور بالا میں جن اساطین اسلام کو پیش کیا ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ”ماکان و مایکون“ مانا ہے وہ یہ حضرات ہیں:

(۱) امام مسلم (۲) امام طبرانی (۳) علامہ قسطلانی (۴) علامہ زرقانی (۵) امام قرطبی (۶) علامہ خازن (۷) قاضی مظہری (۸) امام غزالی (۹) حافظ ابن حجر عسقلانی (۱۰) علامہ خرپوتی (۱۱) علامہ آلوسی (۱۲) ابو جعفر محمد بن جریر طبری (۱۳) علامہ سیوطی (۱۴) علامہ قاضی عیاض مالکی (۱۵) علامہ علی قاری (۱۶) علامہ شہاب الدین خفاجی (۱۷) شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

کیا یہ سب علماء اسلام کافر ہیں؟

آج تمام امت مسلمہ کا دامن انہیں علماء کے ساتھ وابستہ ہے اگر بقول مخالف مذکور یہ سب کافر ہیں تو اس امت میں مسلمان کون رہ گیا؟

علم روح اور علوم خمسہ

روح اور امور خمسہ (قیامت، بارش، پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا؟ کون کس جگہ

مرے گا؟) کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء اسلام کا اختلاف ہے بعض علماء اسلام نے نیک نیتی سے اس علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت نہیں مانا اور اکثر علماء اسلام نے اس علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت مانا ہے۔ علم کلی، کل غیب اور علم ”ماکان و مایکون“ کی طرح اس علم کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ماننا نہ عقیدہ قطعیہ ہے نہ فرض نہ واجب۔ جمہور علماء اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس علم کو دلائل سے ثابت ہونے کی بناء پر مانتے ہیں ان سے ہمارا اختلاف نہیں ہے۔ ہمارا اختلاف تو ان لوگوں سے ہے جو تنقیص کمالات رسالت کے نشہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس علم کے ماننے کو غیر اسلامی عقیدہ اور کفر قرار دیتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم آپ کے سامنے مستند علماء اسلام کی چند عبارات پیش کرتے ہیں جنہوں نے روح اور علوم خمسہ کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت مانا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے! امام رازی ”تفسیر کبیر“ میں لکھتے ہیں:

(وَالشَّهَادَةُ أَنَّ مَسْئَلَةَ الرُّوحِ يَعْرِفُهَا
أَصَاغِرُ الْفَلَّاسِفَةِ وَأَزَلُّ الْمُتَكَلِّمِينَ
فَلَوْ قَالَ الرَّسُولُ ﷺ إِنِّي لَا أَعْرِفُهَا لَا
وَرِثَ ذَلِكَ مَا يُوجِبُ التَّحْقِيرَ وَالتَّفْسِيرَ
فَإِنَّ الْجَهْلَ بِشَيْءٍ هَذِهِ الْمَسْئَلَةُ يَفِيهِ
تَحْقِيرُ أَيِّ إِنْسَانٍ كَانَ فَكَيْفَ الرَّسُولُ
الَّذِي هُوَ أَعْلَمُ الْعُلَمَاءِ وَأَفْضَلُ الْفَضَلَاءِ
وَرَابِعُهَا أَنَّهُ تَعَالَى قَالَ فِي حَقِّهِ الرَّحْمَنُ
عَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ كُنْ تَعْلَمُ وَ
كَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا وَقَالَ قُلُوبُ رَبِّ
زَيْهِي عُلَمَاءُ وَقَالَ فِي صِفَةِ الْقُرْآنِ وَلَا
رُطْبَ وَلَا يَابِسَ إِلَّا فِي كُتُبٍ مُبِينٍ وَكَانَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ أَرْنَا الْأَشْيَاءَ كَمَا هِيَ

تیسری بات یہ ہے کہ عام فلاسفہ اور متکلمین
بھی مسئلہ روح کو جانتے ہیں۔ پس اگر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ میں روح کو
نہیں جانتا تو یہ آپ کی شان کے خلاف
ہے اور لوگوں کو آپ سے دور کرنے کا
باعث ہے بلکہ روح کے مسئلہ سے لاعلمی تو
ایک عام انسان کے لئے بھی حقارت کا
سبب ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام علماء سے بڑھ کر عالم اور
تمام فضلاء سے بڑھ کر فاضل ہیں انہیں
مسئلہ روح کا علم نہ ہو؟ اور چوتھی وجہ یہ ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ نے
فرمایا: ”رَحْمَنُ الْقُرْآنِ“ کا علم دیا اور آپ

فمن كان ماله و وصفته كيف يليق به
ان يقول انا لا اعرف هذه المسئلة -
مع انها من المسائل المشهورة
المذكورة بين جمهور الخلق بل
المختار عندنا انهم سئلوا عن الروح
وانه صلى الله عليه وسلم اجاب عنه عليا حسن
الوجوه - (امام فخر الدين رازی متوفی ۶۰۶ھ،
تفسیر کبیر، ج ۵ ص ۲۳۲-۲۳۵)

جو کچھ نہیں جانتے وہ آپ کو بتلا دیا اور یہ اللہ
تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے“ اور یہ فرمایا
کہ ”آپ (اللہ تعالیٰ سے) دعا کیجئے کہ
اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ
فرما“ اور قرآن کی صفت میں فرمایا: ”ہر
خشک و تر چیز کا ذکر قرآن کریم میں ہے“
اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی کہ اے
اللہ! ہمیں تمام اشیاء کی حقیقت بتلا۔ پس
جس شخص کریم کا یہ حال اور یہ شان ہو ان
کے بارے میں یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے کہ
انہیں روح کا علم نہ ہو جب کہ یہ مسائل
مشہورہ میں ہے؟ بلکہ ہمارے نزدیک مختار
یہ ہے کہ یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روح
کے بارے میں سوال کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے انہیں بہترین طریقہ سے جواب دیا۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

واما الروح التي هي الاصل وهي التي اذا
فسدت فسدلها سائر البدن و ذلك
ممن اسرار الله و الامور الربانية لا
تحتل العقول وصفها بل تحير فيها
عقول اكثر الخلق واما الاوهام والخيالات
فقاصرة عنها بالضرورة قصور
البصر عن ادراك الاصوات و تزلزل في

رہی وہ روح جو اصل ہے جس کے فساد سے
بدن فاسد ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے
اسرار میں سے ایک سر ہے اور امور ربانیہ
میں سے ہے، عقل اس کے بیان کی طاقت
نہیں رکھتی بلکہ اکثر مخلوق کی عقلیں اس
میں حیران ہو جاتی ہیں۔ رہے اوہام اور
خیالات تو ان کی رسائی اس سے بہت دور

ہے جیسے آنکھ سے آواز کے ادراک کی رسائی بہت دور ہے اور جو عقول جوہر اور عرض کی قید سے مقید ہیں وہ تو روح کے مبادی کی گراہ بھی نہیں کھول سکتیں، اس لئے عقل سے روح کا علم نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا علم ایک اور نور سے حاصل ہوگا جو نور عقل سے اعلیٰ اور اشرف ہے اور یہ نور صرف عالم نبوت اور رسالت میں ہوتا ہے اور اس کی نسبت عقل کے ساتھ ایسی ہے جیسی عقل کی نسبت وہم اور خیال کے ساتھ۔

اس عبارت میں امام غزالی نے صاف تصریح کر دی ہے کہ روح کا علم صرف نبی یا ولی ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

نبی اس شخص کو کہتے ہیں جس پر تمام حقائق منکشف ہوں۔

النبي عبارة عن شخص كوشف بحقائق الامور۔ (امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم، ج ۳ ص ۲۴)

اور ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

فليس لاحد من علماء الدين ان يكشف عن سر الروم وان اطلع عليه۔ (امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم، ج ۳ ص ۷۹)

نیز امام غزالی فرماتے ہیں:

ولا تظن ان ذالك لم يكن مكشوفاً یہ گمان نہ کرو کہ روح کی حقیقت حضور

لرسول الله ﷺ فان من لم يعرف الروح مكانه لم يعرف نفسه و من لم يعرف نفسه فكيف يعرف الله سبحانه ولا يبعد ان يكون مكشوفاً بعض الاولياء والعلماء۔ (امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم بہ حوالہ الکلمۃ العلویا، ص ۱۱۵)

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

عن عبد الله بن بريدة قال لقد قبض النبي ﷺ و ما يعلم الروح و لعل عبد الله هذا يزعم انها يمتنع العلم بها الا و فلم يقبض رسول الله ﷺ حتى علم كل شئ يمكن العلم به كما يدل ما اخرجہ الاحمد و الترمذی و قال حديث صحيح و سئل البخاری عنه فقال حديث حسن صحيح عن معاذ رضي الله عنه انه عليه الصلوة والسلام قال اني قمت من الليل فصليت ما قدر لي فنعست في صلوتي الى ان قال و تجلي لي كل شئ و عرفت۔ (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی پ ۱۵ ص ۱۵۴)

صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھی، کیونکہ جو شخص روح کو نہیں جانتا وہ اپنے آپ کو نہیں جانتا پہچانتا۔ اور جو اپنے آپ کو نہ پہچانتا ہو وہ اللہ سبحانہ کو کیسے جان سکتا ہے؟ اور یہ بات بعید نہیں کہ بعض اولیاء اور علماء کو بھی روح کا علم ہو۔

عبد اللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور آپ روح کو نہیں جانتے تھے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ غالباً ان صاحب کے نزدیک روح کا علم محال تھا ورنہ جس چیز کا بھی علم ممکن تھا۔ وصال سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم حاصل ہو گیا جیسا کہ اس بات پر امام احمد اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہما کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے امام بخاری نے بھی صحیح کہا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب کی نماز میں اونگھ آ گئی..... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ہر چیز منکشف ہو گئی اور میں نے اسے جان لیا۔

علامہ آلوسی نے اس عبارت میں نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی مانا ہے بلکہ روح کے علم کو بھی مانا ہے اور روح کے علم پر استدلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی سے ہی کیا ہے۔ اسی طرح علامہ عینی نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی سے علم روح پر استدلال کیا ہے۔

قلت جل منصب النبی ﷺ وهو
حبیب اللہ و سید خلقہ ان یکون غیر
عالم بالروح و کیف و قد من اللہ علیہ
بقوله وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَ كَانَ
فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔

(علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، ج ۲ ص ۲۰۱)

میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کا مرتبہ اس
سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو اور
یہ کیونکر ممکن ہے جب کہ آپ ﷺ اللہ
کے محبوب اور تمام کائنات کے سردار ہیں؟
اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احسان فرمایا
کہ ”آپ کو وہ سب کچھ بتلادیا جو آپ نہ
جانتے تھے اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل
عظیم ہے۔“

اور علامہ آلوسی علم قیامت کے بارے میں لکھتے ہیں:

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوع وقت قیامت پر
مکمل اطلاع دی ہو، مگر اس طریقہ پر نہیں
کہ اس سے علم الہی کا اشتباہ ہو الا یہ کہ اللہ
تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے حضور
ﷺ پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو اور
یہ علم حضور ﷺ کے خواص میں سے ہو۔
لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں
ہوئی۔

و يجوز ان يكون الله تعالى قد اطلع
حبیبه علیہ الصلوٰۃ والسلام علی وقت
قیامہا علی وجہ کامل لکن لا علی وجہ
یحاکی علیہ تعالیٰ بہ الا انه سبحانه
اوجب علیہ ﷺ کتبہ لحکمة و
یکون ذالک من خواصہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام و لیس عندی ما یفید الجزم
بذلک۔ (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ،
روح المعانی پ ۲۱ ص ۱۱۳)

اور علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وقال بعضهم: لیس فی الایة دلالة علی
ان الله لم یطلع نبیه علی حقيقة الروح
بل یحتمل ان یکون ولم یامرہ انه
یطلعہم و قد قالوا فی علم الساعة نحو

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرآن کی کسی
آیت میں اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حقیقت روح پر
مطلع نہیں کیا، بلکہ جائز ہے کہ آپ کو مطلع

ہذا۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، ج ۱۰ ص ۱۸)
کیا ہوا اور لوگوں کو بتلانے کا حکم نہ دیا ہوا اور قیامت کے علم میں بھی انہوں نے اسی طرح کہا ہے۔

معتزلہ نے اولیاء اللہ کی کرامات کا انکار کیا اور ”عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا“ سے استدلال کیا کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ صرف رسولوں کو دیتا ہے یعنی اولیاء اللہ کو نہیں دیتا۔ علامہ تفتازانی نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں غیب سے مراد عام نہیں ہے بلکہ خاص غیب ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو یہ غیب بتلا دے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

والجواب ان الغیب ہنا لیس للعموم بل مطلق او معین ہو وقت وقوع القیمة بقرینة السياق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعض الرسل من الملائكة او البشر۔ (علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح القاصد ج ۲ ص ۲۰۵)

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لئے نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور آیات کے سلسلہ ربط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا بشر۔

”عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ“ (جن: ۲۶) کی تفسیر میں زیادہ تفصیل کے ساتھ یہی تقریر امام رازی (امام فخر الدین متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸، ص ۲۳۴) اور علامہ خازن (علامہ علاؤ الدین خازن متوفی ۷۴۱ھ، تفسیر خازن، ج ۴، ص ۳۱۹) نے بھی کی ہے۔

اور ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

وقال القرطبی من ادعی علم شیئی منها غیر مستند الیہ علیہ الصلوۃ والسلام کان کاذباً فی دعوائہ۔ (ملا علی قاری)

امام قرطبی نے کہا، جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کے بغیر امور خسرہ کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقاة ج ۱، ص ۶۵)

یہی عبارت علامہ بدرالدین (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، ج ۱، ص ۱۳۲) اور علامہ ابن حجر عسقلانی (حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۲۹۰) نے بھی اپنی اپنی شرحوں میں نقل کی ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الى انه صلی اللہ علیہ وسلم اوتي عليه
الخميس ايضا و علم وقت الساعة
والروح وانه اصربكم ذلك۔
(علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص

کبریٰ، ج ۳، ص ۱۶۰)

اور یہی بات علامہ سیوطی نے ”شرح الصدور ص ۱۳۳“ میں بیان فرمائی ہے۔
اور علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

وقال بعضهم ليس في الآية دلالة على
ان الله لم يطلع نبيه على حقيقة الروح
بل يحتل ان يكون اطلعه و لم يامر
ان يطلعهم وقد قالوا في علم الساعة نحو
هذا۔ (شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ،
مواهب اللدنیہ مع زرقانی ج ۱ ص ۲۶۵)

بعض علماء نے بیان فرمایا کہ قرآن کی
آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
حقیقت روح پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ جائز
ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا اور
دوسروں کو بتلانے کا حکم نہ دیا ہو اور علماء نے
قیامت کے علم کے بارے میں بھی یہی
فرمایا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

و حق آنست کہ در آیت دلیلی نیست
بر آنکہ حق تعالی مطلع نگر دانیدہ
است حبیب خود را صلی اللہ علیہ وسلم بر ماہیت
حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات
پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع

نہیں کیا بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو۔ اور بعض علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے اور بندہ مسکین (اللہ) اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور ﷺ سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے؟ وہ جو سید المرسلین اور امام العارفین ﷺ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کئے ہیں ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حقیقت ہے؟ آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے؟

روح بلکہ احتمال دارد کہ مطلع گردانیده باشد و امر نکرد اورا کہ مطلع گرد اندایں قوم را و بعضی از علماء در علم ساعت نیز این معنی گفته اندالی ان قال و مے گوید بندہ مسکین خصہ اللہ بنور العلم والیقین و چگونہ جرأت کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح سید المرسلین و امام العارفین ﷺ کند و دادہ است اورا حق سبحانہ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ بروئے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ درجب حقیقت جامعہ مدی قطرہ ایست از دریائے از بیضائے فافہم و باللہ التوفیق۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج

النبوت ج ۲ ص ۳۰-۳۱)

اللہ اکبر! حضور سید عالم ﷺ کے لئے روح اور امور خمسہ کا علم ماننے والوں میں سے جن چند اساطین اسلام کا آپ کے سامنے ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

- (۱) امام رازی (۲) امام غزالی (۳) سید محمود آلوسی (۴) حافظ ابن حجر عسقلانی (۵)
- علامہ سعد الدین تفتازانی (۶) علامہ علاء الدین خازن (۷) حافظ بدر الدین عینی (۸) امام
- قرطبی (۹) ملا علی قاری (۱۰) علامہ جلال الدین سیوطی (۱۱) علامہ قسطلانی (۱۲) شیخ

عبدالحق محدث دہلوی۔

اب مخالف مذکور بتلائیں یہ محققین اجلہ علماء اسلام ہیں یا خائفای مزاج صوفی۔ ہم نے عارف صاوتی کے حوالے پیش نہیں کئے کہ آپ کو ساوی نیلی پیلی کہہ کر ان کا مذاق اڑانے کی عادت ہے نہ علامہ اسماعیل حقی صاحب ”روح البیان“ اور صاحب ”عرائس“ کو مشرب صفا سے چڑ ہے اور نہ ”ابریز“ سے سیدی غوث عبدالعزیز دباغ کے حوالے پیش کئے ہیں کہ آپ کہہ دیں گے کہ وہ تو ایک امی بزرگ تھے اور آپ اولیاء اللہ کی عبارات کو سند نہ مان کر اور ان سے اظہار عداوت کر کے ”من عادلی ولیا فقد آذنتہ بالحرب“ کے بموجب اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ کر چکے ہیں۔

بہر حال علم روح اور امور خمسہ کے اثبات کے سلسلہ میں ہم نے جن اسانید اسلام کے حوالے پیش کئے ہیں آپ انہیں کیا کہتے ہیں؟ کافر و مشرک کہتے ہیں، گمراہ اور بے دین کہتے ہیں، زندیق کہتے ہیں، کیا کہتے ہیں؟ ”ازالۃ الریب“ میں آپ اس علم کے اثبات کو کفر کہہ چکے ہیں۔ بتلائیے! اگر یہ سب علماء اسلام کافر ہیں اور ان کے دامن سے وابستہ سارے مسلمان کافر ہیں تو پھر دنیا میں کون مسلمان رہ جائے گا؟

علم الہی اور علم رسول میں فرق

اعلیٰ حضرت نے متعدد جگہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی وجوہ سے ہے اور ہر وجہ کے ساتھ پھر غیر متناہی وجوہ کے ساتھ پھر ان میں سے ہر وجہ کے ساتھ پھر غیر متناہی وجوہ کے ساتھ تعلق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مخلوق کے ساتھ متناہی وجوہ کے ساتھ ہے۔ پھر مساوات کا وہم کیسا؟

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد اقمنا الدلائل القاهرة علی ان	ہم دلائل قطعیہ قائم کر آئے ہیں کہ علم مخلوق کا
احاطۃ علم المخلوق بجبیع	جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہونا یقیناً عقل
المعلومات الالہیۃ محال قطعاً عقلاً و	سے بھی باطل اور شرع سے بھی باطل اور
سبعاً فالوہابیۃ الذین اذا اسعوا	وہابیہ وہ کہ جب ائمہ کے پیروں کو سنتے

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اتباع الائمة يثبتون باتباعهم و اتباع
القران والحديث لرسول الله ﷺ
علم جميع ما كان و ما يكون من اول
يوم الى اخر الايام حكموا عليهم بالشرك
والكفر وانهم يدعون مساواة علمه
ﷺ لعلم ربه عزوجل خابطون
غالطون۔ و هم بانفسهم في مهوى
الشرك والكفر ساقطون لانهم اذا زعموا
في اثبات هذا العلم المحدود
والمحصور المغدود المساواة مع علم
الله فقد شهدوا ان علم الله تعالى ليس
الا بهذا القدر القليل الضغير الترد
اليسير اذ لو زاد عليه عندهم فالزائد
لايساوى الناقص فلم يحكموا
بالمساواة لكنهم يحكمون فبعلم الله
يتهمكون هي بالنقص عليه يتحكمون۔
قاتلهم الله اني يؤفكون نسال الله
النجاة من الفتون۔

(اعلیٰ حضرت پڑ فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ،

الدولة المكية ص ۵۳ تا ۵۴)

ہیں کہ وہ ائمہ کی پیروی اور قرآن و حدیث
کے اتباع سے نبی ﷺ کے لئے روز
اول سے روز آخر تک کی تمام گزشتہ و آئندہ
باتوں کا علم ثابت کرتے ہیں تو یہ وہابی ان
پر شرک و کفر کا حکم لگاتے ہیں اور یہ کہ
انہوں نے علم الہی سے علم نبی ﷺ کو
برابر کر دیا۔ یہ حکم لگانے والے خود ہی خبط و
غلطی میں پڑے ہوئے ہیں اور آپ ہی
شرک و کفر کے گڑھے میں گرے ہیں۔ اس
لئے کہ جب انہوں نے اس گھڑے
ہوئے، حد باندھے ہوئے، گنتی کے علم کے
ثابت کرنے میں علم الہی سے مساوات ٹھہرا
دی تو وہ گواہی دے چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا
علم بس اسی قدر ہے کم چھوٹا قلیل تھوڑا
کیونکہ علم الہی ان کے نزدیک اس مقدار
سے زیادہ ہوتا تو زیادہ کم کے کیسے برابر ہو
جاتا؟ تو وہ مساوات کا حکم نہ کرتے۔ لیکن
وہ اس کا حکم لگا رہے ہیں تو اللہ ہی کے علم
سے ٹھٹھا کر رہے ہیں اور زبردستی اسے
ناقص بتا رہے ہیں۔ خدا انہیں مارے،
کہاں اوندھے جاتے ہیں؟ ہم اللہ سے
سوال کرتے ہیں کہ فتنہ سے بچائے۔

اس جیسے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ خالق اور مخلوق کے علم میں فرق بیان کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

مفصلاً حق کو واضح تر کروں اصل یہ ہے کہ کسی علم کی اللہ عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے۔

اول: علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطائے غیر ہو۔

دوئم: علم کا غنا کہ کسی آلہ و جارحہ و تدبیر و فکر و نظر و التفات و انفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

سوئم: علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

چہارم: علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سبب ممکن نہ ہو۔

پنجم: علم کا ثبات و استمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر و تبدل، فرق و تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم: علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ مفارقتہ ذاتیہ اضافیہ ماضیہ آتیہ موجود ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل و علا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً مطلقاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں ہے۔ جو کسی غیر الہی کے لئے عقول مفارقتہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً جماعاً کافر مشرک ہے۔ (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الصمصام، ص ۶) علم ”ماکان ویکون“ علم کلی، غیب کلی تو بہت دور کی بات ہے اعلیٰ حضرت تو فرماتے ہیں کہ ایک ذرہ کے علم میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور ﷺ کے علم کی کوئی مماثلت نہیں ہے۔ فرماتے ہیں: ایک ذرہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی وجوہ سے ہے واجب و قدیم ہے ممتنع الزوال ہے۔ غیر سے مستغنی ہے، ثابت اور مستمر ہے اور اقصیٰ غایت کمال پر ہے۔

حضور ﷺ کا علم ایک ذرہ کے ساتھ بھی متناہی وجوہ سے ہے ممکن اور حادث ہے۔ اس علم کا زوال حضور ﷺ سے جائز ہے۔ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دینے کی طرف محتاج ہے۔ اس ذرہ کے علم میں تغیر و تبدل جائز ہے۔ اقصیٰ غایت کمال پر نہیں بلکہ ایک ذرہ کے بھی تمام ذاتیات اعراض، احوال لازمہ مفارقتہ ذاتیہ، اضافیہ، ماضیہ، مستقبلہ موجودہ ممکنہ

تمام وجوہ سے آپ کو معلوم نہیں۔

غور فرمائیے! اعلیٰ حضرت تو فرماتے ہیں کہ جیسا کہ علم اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ کا ہے حضور ﷺ کو ایک ذرہ کا بھی ویسا چھ وجوہ سے علم نہیں۔ بتلائیے! حضور ﷺ کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی کس قدر عظمت و جلالت مان رہے ہیں اس پر بھی مخالفین کی زبانیں یہ کہتے نہیں تھکتیں کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے علم کو ملا دیتے ہیں۔ فالی اللہ المتشکلی

الشیء المطلق اور مطلق الشیء

مخالف مذکور نے ”اتمام البرہان“ میں مطلق الشیء اور شئی المطلق کی بحث بھی چھیڑی ہے۔ کیونکہ ہم نے لکھا تھا کہ سرفراز صاحب نے حضور ﷺ سے مطلق الغیب کی نفی کی ہے اور مطلق الشیء کی نفی ایک فرد کی نفی سے بھی ہو جاتی ہے تو کیا آپ کے نزدیک حضور ﷺ کے لئے غیب کا ایک فرد بھی ثابت نہیں ہے؟ آئیے دیکھئے! وہ اس اعتراض سے کس طرح جان چھڑاتے ہیں؟

مؤلف مذکور لکھتے ہیں کہ اس عبارت میں سرفراز صاحب نے کہا کہ حضور ﷺ کے لئے مطلق غیب نہ ثابت ہے، نہ منصب نبوت کے لائق ہے کاش! آپ نے ”شرح تہذیب“ ہی کسی بریلی کے طالب علم سے پڑھی ہوتی تو آپ کو سمجھا دیتا کہ ”مطلق الشیء یتحقق بتحقق فرد ما“۔ سرفراز صاحب مطلق غیب تو غیب کے ایک فرد کے ثبوت سے بھی ہو جائے گا یا دیوبند کے عشاق رسول کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے لئے غیب کا ایک فرد بھی ثابت نہیں۔ (ص ۳۹)

الجواب: بحمد اللہ تعالیٰ سرفراز تو چالیس سال سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھا پڑھا کر بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کو بفضلہ تعالیٰ اب کوئی کتاب کسی محقق دیوبندی عالم سے بھی پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ چہ جائیکہ کسی بریلوی سے اور پھر مبتدی طالب علم سے پڑھے مگر معاف رکھنا۔ آپ خود علم سے بے بہرہ ہیں اور ہمہ دانی کے جہل مرکب کا شکار ہیں زیادہ مناسب ہے کہ آپ کسی دیوبندی عالم سے بھی کچھ عرصہ استفادہ کریں تاکہ آپ کو علم سے بھی کوئی حصہ حاصل ہو جائے۔ آپ کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ ایک ہے ”الغیب

المطلق“ اور ایک ہے ”مطلق الغیب“۔ بالفاظ دیگر ایک ہے ”الشیء المطلق“ اور ایک ہے ”مطلق الشیء“ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ”مطلق الشیء“ کا تحقق تو ایک فرد کے تحقق سے بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن ”الشیء المطلق“ عام ہے۔ وہ اپنے جملہ افراد کے ایک ایک فرد کے لئے عام ہے اس کا تحقق کسی ایک فرد کے تحقق سے پورا نہیں ہوتا اس کا تحقق جہی ہوگا جب اس کے تمام افراد متحقق ہو جائیں۔ آپ اپنے مطالعہ کو ذرا وسعت دیں اور ”شرح تہذیب“ سے آگے نکل کر اور علمی کتابیں بھی دیکھیں۔ (محمد سرفراز خاں صفدر۔ اتمام البرہان ص ۲۸)

سرفراز صاحب! آپ نے واقعی چالیس سال مختلف علوم و فنون پڑھائے ہوں گے۔ لیکن سخت حیرت ہے کہ مسلسل چالیس سال پڑھانے کے باوجود آپ علم کے ابتدائی اصطلاحات سے ہنوز ناواقف ہیں اور ہمہ دانی کا دعویٰ رکھتے ہیں اور خود کو استفادہ سے مستغنی سمجھتے ہیں (نجانے جہل مرکب اور کس چیز کا نام ہے؟) خدا جانے آپ چالیس سال تک کیا پڑھاتے رہے ہیں؟ اصل واقعہ یہ ہے کہ آپ نے علوم و فنون کو سمجھ کر نہیں پڑھا ورنہ درس نظامی کا ایک عامی فارغ التحصیل بھی ”الشیء المطلق“ کی تعریف میں ایسی فاش غلطی نہیں کر سکتا جیسی آپ نے اس عبارت میں کی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ:

ایک ہے ”الشیء المطلق“ اور ایک ہے ”مطلق الشیء“ ان دونوں میں بڑا فرق ہے ”مطلق الشیء“ کا تحقق تو ایک فرد کے تحقق سے بھی ہو جاتا ہے۔

لیکن ”الشیء المطلق“ عام ہے وہ اپنے جملہ افراد کے ایک ایک فرد کے لئے عام ہے اس کا تحقق جہی ہوگا جب اس کے تمام افراد متحقق ہو جائیں (اتمام البرہان ص ۲۹)۔ سو یہ آپ نے بالکل غلط لکھا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے! سید میرزا ہد ہروی ”مطلق الشیء اور الشیء المطلق“ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الشیء المطلق و هو بهذا الاعتبار	الشیء المطلق اس اعتبار سے ایک فرد کے
تحقق بتحقق فرد ما لا ينتفی الا	تحقق سے متحقق ہو جاتا ہے اور اس کی نفی
بانتفاء جمیع الافراد تحقیقا للعموم۔	تمام افراد کی نفی سے ہوتی ہے۔

(سید میرزا ہد ہروی، میرزا ہد عامہ ص ۸۲-۱۱۰-۱۰۱)

نیز میرزا ہد ہروی ”مطلق الشی“ اور ”الشی المطلق“ کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے

ہیں:

تحقیقہ ان المطلق یوخذ علی وجهین
ان یوخذ من حیث ہو ولا یلاحظ مع
الاطلاق وح یصح اسناد احکام الافراد
الیہ لا تحادہ معها ذاتا و وجودا و ہو
بہذا الاعتبار یتحقق بتحقق فرد ما و
ینتفی بالتفائہ و هو القضية البہلہ اذ
موجبہا تصدق بصدق الجزئیة
وسالبہا تصدق بصدق الجزئیة
والشان ان یوخذ من حیث انہ مطلق و
یلاحظ معہ الاطلاق وح لا یصح اسناد
احکام الافراد الیہ لان الحیثیة
الاطلاقیة تابی عنہ و ہو بہذا الاعتبار
یتحقق بتحقق فرد ما ولا ینتفی
بالتفائہ بل بالتفام جمیع الافراد و هو
موضوع القضية الطبیعة۔

(سید میرزا ہد ہروی، میرزا ہد علی ملا جلال ص ۱۰۰-۱۰۱)

تحقیق یہ ہے کہ مطلق کی دو قسمیں ہیں ایک
یہ کہ شی کو ”من حیث“ ہو لحاظ کیا جائے اور
اطلاق کو اس کی جز نہ بنایا جائے (یعنی
مطلق الشی) اور اس وقت کی طرف افراد
کے احکام کی نسبت صحیح ہوتی ہے کیونکہ اس
وقت دو افراد کے ساتھ ذاتا اور وجوداً متحد
ہوتا ہے اور (مطلق الشی) ایک فرد کے
تحقق سے متحقق ہو جاتا ہے اور ایک فرد کی
نفی سے منہی ہو جاتا ہے اور (مطلق
الشی) قضیہ مہملہ کا موضوع ہے کیونکہ
جزئیہ کے ثبوت سے بموجبہ جزئیہ صادق
ہو جاتا ہے اور جزئیہ کے سلب سے سالبہ
جزئیہ صادق ہو جاتا ہے۔ دوسری قسم ہے
کہ شی کو من حیث اطلاق لحاظ کیا جائے اور
اطلاق کو اس میں ملحوظ رکھا جائے (یعنی
الشی المطلق) اور اس وقت افراد کے
احکام کی نسبت اس کی طرف صحیح نہیں ہوگی
کیونکہ اطلاق کی قید اس کے منافی ہے (اور
الشی المطلق) ایک فرد کے تحقق سے متحقق
ہو جاتا ہے اور ایک فرد کی نفی سے منہی نہیں

ہوتا بلکہ جمیع افراد کے انتفاء سے منتهی ہوتا ہے اور یہ قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے۔

اور وحید الزمان ”الشیء المطلق“ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وهو بهذا الاعتبار يتحقق بتحقق فرد ما ولا ينتفی بانتفائه بل بانتفاء جمیع الافراد كما صرح به المحشی فی حاشيته علی شرح التهذیب الجلالی وحينئذ ما تو هم انتحقق الشئ المطلق یكون بتحقق جمیع الافراد باطل لا ینبغی ان یلتفت الیه۔

اور (الشیء المطلق) اس اعتبار سے ایک فرد کے تحقق سے متحقق ہو جاتا ہے اور ایک فرد کی نفی سے منتهی نہیں ہوتا جیسا کہ خود محشی (میرزا ہد ہروی) نے اس کی تشریح ”شرح تہذیب الجلالی“ کے حاشیہ پر کی ہے اور اس وقت ظاہر ہو گیا کہ یہ وہم کرنا کہ ”الشیء المطلق“ جمیع افراد کے تحقق سے متحقق ہوتا ہے، باطل ہے اس کی طرف بالکل التفات نہیں کرنا چاہئے۔

(وحید الزمان، شرح امور عامہ، ص ۳۵)

اور علامہ فضل حق خیر آبادی ”مطلق الشیء“ اور ”الشیء المطلق“ کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان الاول يتحقق بتحقق فرد ما و ینتفی بانتفاء فرد ما الثانی يتحقق بتحقق فرد ما و ینتفی بانتفاء جمیع الافراد لا بانتفاء فرد۔

”مطلق الشیء“ ایک فرد کے وجود سے موجود ہوتا ہے اور ایک فرد کی نفی سے منتهی ہو جاتا ہے۔ اور ”الشیء المطلق“ ایک فرد کے موجود ہونے سے موجود اور ایک فرد کی نفی سے منتهی نہیں ہوتا بلکہ جمیع افراد کے انتفاء سے منتهی ہوتا ہے۔

(علامہ فضل حق خیر آبادی، حاشیہ فضل حق خیر آبادی علی القاضی، ص ۱۳۸)

امید ہے کہ مخالف مذکور کو ان حوالوں سے پتہ چل گیا ہوگا کہ ”مطلق الشیء“ اور ”الشیء المطلق“ میں کیا فرق ہوتا ہے؟ ہم سے للہی بغض ہے تو ان کے مسلک کے علماء میں بھی ایسے لوگ ابھی موجود ہیں جو منطقی اصطلاحات اور علوم و فنون پر اچھی خاصی نظر رکھتے ہیں ان سے

ہی یہ مسئلہ معلوم کر لیں۔ غرور کوئی اچھی چیز نہیں ہے اور علم کی طلب کوئی بری بات نہیں آپ اگر بوڑھے ہو گئے ہیں تو کیا ہوا علم تو مہد سے لے کر لحد تک حاصل کیا جاتا ہے۔

مخالف مذکور نے لکھا ہے کہ اپنے لائق اور کسی کہنہ مشق استاذ سے دریافت فرمالیں کہ کلی غیب جملہ کے ساتھ جو لفظ مطلق بولا جاتا ہے اس سے ”الغیب المطلق“ مراد ہوتی ہے یا ”مطلق الغیب“۔ (محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان، ص ۲۹)

مخالف مذکور یہ بتلانے کے درپے ہیں کہ ”تنقید متین“ میں جو انہوں نے لکھا تھا کہ حضور کے لئے مطلق غیب ثابت نہیں ہے اس سے ان کی مراد ”الغیب المطلق“ ہے۔ اور ان کے باطل زعم کے مطابق الغیب المطلق وہ ہے جس کا تحقق جمیع افراد کے تحقق سے ہو اور چونکہ حضور ﷺ کے لئے غیب کے جمیع افراد ثابت نہیں۔ لیکن قارئین کرام پر واضح ہو چکا ہے کہ مخالف مذکور کی یہ تقریر ”بناء الفاسد علی الفاسد“ ہے کیونکہ انہوں نے ”الغیب المطلق“ کا معنی یہ سمجھا تھا کہ اس کا تحقق جمیع افراد کے تحقق سے ہوتا ہے حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے، بلکہ ”الغیب المطلق“ کا تحقق ایک فرد کے تحقق سے ہوگا اور اس کی نفی جمیع افراد سے ہوگی جیسا کہ متعدد حوالوں سے گزر چکا ہے اور سرفراز صاحب جو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے ”الغیب المطلق“ منشی ہے اور ”الغیب المطلق“ کی نفی ج بھی ہوگی جب اس کے تمام افراد منشی ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ (العیاذ باللہ) حضور ﷺ کے لئے غیب کے جمیع افراد منشی ہیں اور آپ کے لئے غیب کا کوئی فرد ثابت نہیں اور یہ صریح کفر ہے ”کذا لک العذاب والعذاب الاخرة اکبر لو کانوا یعلمون“ علوم و فنون کو اچھی طرح پڑھے بغیر ان کی اصطلاحات میں گفتگو کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اس بات میں حضور ﷺ کے کسی علم کی عظمتوں کے جتنے پہلے گوشے خفاء میں تھے۔ بحمدہ تعالیٰ ہم نے اجاگر کر دیئے ہیں۔ انصاف پسند اور اہل دل کے لئے اس میں بہت وافر مواد موجود ہے۔ اور کج فہم کے لئے دفتر بھی نا کافی ہے۔

☆☆☆☆☆

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قدرت

خلق اور کسب

بندہ جس فعل کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے عام ازیں کہ وہ فعل امور عادیہ سے ہو (جن کو ”ما تحت الاسباب ای العادیہ“ سے تعبیر کرتے ہیں) یا وہ فعل امور غیر عادیہ سے ہو (جس کو ”ما فوق الاسباب العادیہ“ سے تعبیر کرتے ہیں) بندہ کے اس ارادہ کو کسب اور اس ارادہ کے بعد جو اللہ تعالیٰ اس ارادہ کے مطابق فعل پیدا کرتا ہے اس کو خلق کہتے ہیں۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

لما ثبت بالبرهان ان الخالق هو الله تعالى و بالضرورة ان لقدرة العبد ارادته مدخلا في بعض الافعال كحركة البطش دون البعض كحركة الارتعاش احتجنا في التنصيص على هذا المضيق الى القول بان الله خالق والعبد كاسب وتحقيقه ان صرف العبد قدرته و ارادته الى الفعل كسب و ايجاد الله تعالى الفعل عقيب ذلك خلق والمقدور واحد داخل تحت قدرتين لكن بجهتين مختلفين فالفعل مقدور الله بجهة الایجاد و مقدور العبد بجهة الكسب۔

(علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح

جب دلیل سے ثابت ہو چکا کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ بعض افعال میں بندہ کی قدرت اور اس کے ارادہ کا دخل ہوتا ہے اور بعض میں ایسی جیسے کسی چیز کو پکڑنے والی کی حرکت اور رعشہ والے کی حرکت اس اشکال سے چھٹکارے کے لئے۔ ہمیں یہ کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کاسب ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ کسی فعل کی طرف بندہ کا اپنی قدرت اور ارادہ کا صرف کرنا کسب ہے اور اس کے ارادہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا اس فعل کو پیدا کرنا خلق ہے اور فعل واحد دو قدرتوں کے ساتھ متعلق ہو کر مقدور ہے۔ لیکن ان کی جہتیں مختلف ہیں۔ پس وہ فعل

(عقائد صفحہ ۶۵-۶۶)

واحد اللہ تعالیٰ کا بلحاظ ایجاد مقدور ہے اور
بلحاظ کسب بندہ کا مقدور ہے۔ بلحاظ کسب
بندہ کا مقدور ہے۔

اور علامہ محب اللہ بہاری فرماتے ہیں:

عند الحنفیۃ الکسب صرف القدرة
المخلوقة الى القصد المصمم الى الفعل
فلما تأثیر فی القصد المذكور و تخلیق
الله سبحانه الفعل المقصود عند ذلك۔
(علامہ محب اللہ بہاری متوفی ۱۱۱۹ھ، مسلم الثبوت
ص ۳۰)

احناف کے نزدیک قدرت مخلوقہ کو فعل کے
قصد مصمم کی طرح خرچ کرنا کسب ہے۔
پس اس قدرت مذکورہ کی تاثیر اس قصد میں
ہوتی ہے ہوٹا اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے
کہ وہ اس قصد کے بعد فعل پیدا کر دیتا
ہے۔

علامہ تفتازانی اور علامہ محب اللہ بہاری کی ان عبارات سے ظاہر ہو گیا ہے کہ کسب
صرف بندہ کے قصد کرنے کو کہتے ہیں۔ جب قارئین کرام پر کسب کی حقیقت واضح ہو گئی تو
اب مخالف مذکور کا یہ قول قطعاً باطل قرار پایا۔ جس کو انہوں نے ”شرح عقائد“ کی اس
عبارت سے نقل کیا ہے جس کے ضعف کی طرف خود شارح حمد اللہ نے اشارہ فرما دیا ہے۔
مخالف مذکور لکھتے ہیں:

الکسب واقع بالآلة والخلق بالآلة۔ کسب آلہ سے واقع ہوتا ہے اور خلق کا
(شرح عقائد ص ۶۶) وقوع آلہ کے بغیر ہوتا ہے۔

آلہ ظاہری ہو جیسے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء یا باطنی ہو جیسے قلب اور عقل وغیرہ اس سے
ایضاً ہوتا ہے کہ کسب سبب اور آلہ کا محتاج ہوتا ہے اور خلق کے لئے سبب اور آلہ کی ضرورت
ہی ہوتی۔ الغرض جس چیز کو وہ ”تحت الاسباب“ سے تعبیر کرتے ہیں وہی کسب کہلاتی ہے
اس کا اقرار خود مولف مذکور کو ہے۔ ان کی علمی استعداد اور قابلیت پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ
خلق کی تعبیر کا اقرار تو کرتے ہیں مگر ”تحت الاسباب“ اور ”ما فوق الاسباب“ کے الفاظ

کے ساتھ لکھتے ہیں۔ **كُلُّ شَيْءٍ مِّنْهُمْ يَبْتَغِيهِمْ فِي مَقَاتِلٍ مِّنْ قَسْوَمَاتٍ (المائدہ: ۵۱-۵۰)**

ایک اور فرق یہ بیان کیا ہے:

والکسب لا یصح انفراد القادر به کسب میں اس پر قدرت رکھنے والے کا
والخلق یصح۔ (شرح عقائد ص ۶۶، محمد سرفراز
خان صفدر، اتمام البرہان، ص ۳۷-۳۸) ہے۔

مخالف مذکور نے کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان سے جو یہ صاف ستھری عبارت لکھی
ہے یہ قطعاً غلط باطل اور مردود ہے، اولاً اس لئے کہ کسب کی ان تعریفوں کی شرح میں علامہ
پرہاروی لکھتے ہیں:

فیہ ایفاء الی ان ہذا بالفروق غیر وافیة مصنف کے قول (ولہم فی الفرق بینہما
بالافصاح عن التحقيق۔ (علامہ عبدالعزیز
پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ، نبراس ص ۲۷۷) ہے کہ فرق تحقیق سے خالی ہیں۔

کسب کی پہلی تعریف جو اعضاء اور آلہ کی حرکت سے کی گئی ہے وہ اس لئے غلط ہے کہ
ہاتھ پاؤں کا ہونا یا آلہ خارجیہ کو حرکت میں دینا یہ بھی تو ایک فعل ہے اور تمام افعال کا خالق
اللہ تعالیٰ ہے اس لئے ہاتھ پاؤں ہلانے یا آلہ کو حرکت لانے کو کسب مان کر بندہ کا مقدور
ماننا بعینہ معتزلہ کا مذہب ہے (نعود باللہ من ذالک) اس لئے کسب کی صحیح تعریف وہی ہے
جو ہم نے بیان کی ہے یعنی بندہ کا قصد کرنا جب بندہ ہاتھ پاؤں یا آلہ کو حرکت دینے کا ارادہ
کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پاؤں اور آلہ میں وہ حرکت پیدا کر دیتا ہے۔ اور دوسری
تعریف جس میں یہ کہا گیا کہ کسب میں فاعل منفرد نہیں ہے اور خلق میں منفرد ہے، اس لئے
غلط ہے کہ کسب کے فعل سے کوئی اثر مرتب ہوگا یا نہیں؟ اگر اثر مرتب ہو گیا تو یہ خلق ہے۔
لہذا خلاف مفروض لازم آیا اور اگر کسب کے فعل پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوا تو جبر لازم آ
گیا۔ فلہذا یہ تعریف جبر و قدر کے درمیان دائر ہونے کی وجہ سے غلط اور مردود ہے۔ ثانیاً:
ان تعریفوں میں کہیں بھی ماتحت الاسباب یا مافوق الاسباب کا ذکر نہیں۔ لہذا مخالف مذکور کا
کہنا کہ ”الغرض جس چیز کو وہ ماتحت الاسباب سے تعبیر کرتے ہیں وہی کسب کہلاتی ہے۔“
(اتمام البرہان ص ۳۷-۳۸) دروغ اور افتراء کے سوا کچھ نہیں۔ ثالثاً: ہمارے بارے میں یہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لکھنا کہ وہ کسب اور خلق کی تعبیر کا اقرار تو کرتے ہیں مگر ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کے الفاظ سے گھبراتے ہیں۔ (اتمام البرہان ص ۳۸)

یہ بھی حسب عادت افتراء ہے۔ ”توضیح البیان“ میں مذکور ہے۔ کسب کا تعلق امور عادیہ اور غیر عادیہ دونوں کے ساتھ ہے عوام کے افعال میں کسب کا تعلق امور عادیہ سے اور انبیاء و اولیاء کے افعال میں کسب کا تعلق امور غیر عادیہ سے بھی ہوتا ہے۔ ثالثاً: یہ کہ اگر اس عبارت میں ا۔ باب ظاہرہ کا وہ مطلب لیا جائے جو مولوی سرفراز صاحب نے سمجھا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ مخلوق کی قدرت صرف ماتحت الاسباب العادیہ پر ہوتی ہے تو معجزات اور کرامات کا انکار لازم آئے گا حالانکہ معجزات کو معتزلہ بھی مانتے ہیں۔ (توضیح البیان ص ۳۴)

اس عبارت سے سرفراز صاحب کے کذب کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ”توضیح البیان“ میں ہم نے کسب کو عام رکھا ہے خواہ اس کا تعلق افعال عادیہ سے ہو یا غیر عادیہ سے اور یہ عموم ہم نے متکلمین کی عبارات میں فعل کو عام رکھنے سے مراد لیا ہے اور اس پر صریح عبارت بھی ان شاء اللہ ہم پیش کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ماتحت الاسباب سے مراد ماتحت الاسباب العادیہ ہے اور مافوق الاسباب سے مراد مافوق الاسباب العادیہ ہے کیونکہ حرف اور لغت میں جب سبب کو مطلقاً بولا جائے گا تو اس سے سبب عادی ہی مراد ہوگا۔ اگر مخالف مذکور نے اس کے علاوہ کچھ اور سمجھا ہے تو انہیں اپنی اصلاح کر لینی چاہئے۔ اس لئے ماتحت الاسباب سے مراد ماتحت الاسباب العادیہ اور مافوق الاسباب سے مراد مافوق الاسباب العادیہ مراد ہیں وایضاً ”لا مشاحتہ فی الاصطلاح فعل مافوق الاسباب“ سے مراد یہ بالکل نہیں ہے کہ اس کے اوپر مطلقاً کوئی سبب نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس فعل کا تعلق عام اسباب سے نہیں ہے۔

امور عادیہ اور غیر عادیہ

علاج اور معالجہ عادۃ سبب ہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص کسی حکیم یا ڈاکٹر سے اپنے زخم کا علاج کراتا ہے تو یہ امور عادیہ اور ماتحت الاسباب العادیہ ہیں اگر کوئی شخص لعاب دہن لگا کر کسی کی نکلی ہوئی آنکھ کو لگا دے یا لعاب دہن سے کسی کی دکھتی ہوئی آنکھ ٹھیک کر دے یا محض پھونک

سے کسی کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی یا ٹانگ جوڑ دے یا لعاب دہن سے کسی کی زہر خوردہ ایڑی ٹھیک کر دے تو یہ اسباب امور غیر عادیہ میں سے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ لعاب دہن وغیرہ ان چیزوں کو ٹھیک کرنے کے لئے سبب ہیں۔ لیکن عادیہ نہیں ہیں اس لئے یہ تمام امور مافوق الاسباب العادیہ کے تحت درج ہوں گے۔ اس لئے قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکلی ہوئی آنکھ لے کر آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن لگا کر اسے ٹھیک کر دینا۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا اپنی پنڈلی اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ لے کر آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے پھونک اور لعاب دہن لگا کر ٹھیک کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زہر خوردہ ایڑی کو ٹھیک کر دینا مافوق الاسباب (العادیہ) امور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت اور آپ کی اعانت ہے۔

”توضیح البیان“ میں ان تمام امور کے حوالے پیش کر دیئے گئے ہیں۔

باقی یہ کہنا کہ ”حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لئے تو ہرگز حاضر نہیں ہوتے تھے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) آپ ان کو شفاء دے سکتے تھے اور دے دیتے تھے۔ (محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان ص ۳۵)

مخالف مذکور اپنے سوقيانہ الفاظ سے جس قدر چاہیں سرکار کی شان کم کریں سرکار کا مقام آپ کے ان الفاظ سے کم نہیں ہوگا۔

ورفعنا لك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر

بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

مخالف مذکور کا یہ قول گستاخانہ محض ایک جہالت آمیز مغالطہ ہے۔ ظاہر ہے کہ خلق شفاء صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیا امور عادیہ میں لوگ اطباء کے پاس یہ عقیدہ لے کر جاتے ہیں کہ وہ ان میں شفاء پیدا کر دیں گے یا شفاء پیدا کر سکتے ہیں؟ ہر عقل مند مسلمان (بشرطیکہ عقل مند ہو) یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دواؤں میں عادۃً اثر رکھا ہے۔ اس لئے وہ اطباء سے حصول شفاء کے لئے دوا لے کر کھاتے ہیں حصول مرض کے لئے کوئی دوا نہیں لیتا حالانکہ سب سمجھتے ہیں کہ اطباء محض شفاء کا واسطہ ہیں۔ دراصل خالق شفاء صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی خالق شفاء اللہ تعالیٰ کو سمجھتے تھے۔ لیکن طلب شفاء کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے تھے۔ آپ ہی بتائیے کہ قتادہ بن نعمان اپنی نکلی ہوئی آنکھ لے کر، سلمہ بن اکوع اپنی ٹوٹی ہوئی پنڈلی لے کر اور رافع بن خدیج اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا لینے گئے تھے؟

ایک دفعہ پھر اپنی اس توہین آمیز عبارت پر غور کیجئے۔

تمہیں سوچو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے؟

”حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لئے تو ہرگز حاضر نہیں ہوتے تھے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) آپ ان کو شفاء دے سکتے تھے اور دے دیتے تھے۔“ اور اگر ہو سکے تو بارگاہ رسالت میں اس زبان درازی پر توبہ کیجئے۔ اگرچہ توہین رسالت جو آپ کو معنوی ورثہ میں ملی ہے اس سے یہ امید تو نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ یہ سوچیں کہ خلق اور ایجاد کی قید لگائے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً حصول شفاء کی نفی کرنا اور اس انداز مخاطب سے کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نازاں ہو گئے تو پھر کیا ہوگا؟ جن کی آواز پر آواز اونچی کرنے سے عمر بھر کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ جن کے فیصلہ کے خلاف دل میں بھی ناگواری ہو تو ایمان جاتا رہتا ہے۔ ان کی شان میں ایسی زبان درازی؟ کاش کہ آپ غرور و تکبر کو چھوڑ کر توبہ کر لیں۔

مری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی

مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا تو مرتبہ ہی الگ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے لگے ہوئے لباس سے بھی صحابہ شفاء طلب کرنے آتے تھے۔ (توضیح البیان، ص ۵۲، طبع سوم) پھر عام طور پر لباس کا دھوون، بال کی ڈبیا کا دھوون شفاء کا سبب نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور بال کی ڈبیا کے دھوون کا سبب شفاء ہونا کوئی عادی سبب نہیں ہے۔ یہ سبب امور غیر عادیہ تھے۔ اور ان سے شفاء کا حصول استمداد اور امداد یہ سبب امور مافوق الاسباب العادیہ کے قبیل سے ہیں۔

باقی یہ کہنا بے کار ہے کہ ان چیزوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک نسبت کو بھی ملحوظ رکھیے۔ جناب اس مبارک نسبت ہی کی وجہ سے تو یہ چیزیں خلاف عادت شفاء دے رہی ہیں۔ صاحب الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں صاحب معنی کو بس ایک لفظ کافی ہو گیا گھبرائیے نہیں! امور مافوق الاسباب العادیہ میں امداد اور استمداد پر جب ہم آپ کے گھر کے حوالہ پیش کریں گے تو طبیعت بالکل ملین ہو کر صاف ہو جائے گی۔ اور ان شاء اللہ کسی اور مسہل کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

امور غیر عادیہ میں کسب کا دخل

ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا تھا کہ امور غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ میں انبیاء علیہم السلام کے کسب کا دخل ہوتا ہے۔ اس موضوع پر اب ہم آپ کے سامنے اساطین علماء اسلام کی عبارت پیش کرتے ہیں:

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان النبوة عبارة عما يختص به النبي و يفارقه به غيره و هو يختص بانواع من الخواص احدها انه يعرف حقائق الامور المتعلقة بالله و صفاته والملائكة والدار الآخرة لا كما يعلمه غيره بل مخالفا له بكثرة المعلومات و بزيادة اليقين والتحقيق والكشف والثاني ان له في نفسه صفة بهاتتم له الافعال الخارقة للعادات كما ان لنا صفة بها تتم الحركات المقرونة بارادتنا و باختيارنا و هي القدرة وان كانت القدرة و المقدور جميعا من

نبی جن امور میں غیر نبی سے ممتاز ہوتے ہیں، ان کی کئی قسمیں ہیں۔ اول: یہ کہ نبی کو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے متعلق تمام حقائق کا علم ہوتا ہے۔ اسی طرح فرشتوں اور قیامت کا یہ علم عام لوگوں کے علم کی طرح نہیں ہوتا بلکہ کثرت معلومات، زیادتی یقین اور تحقیق اور کشف کی وجہ سے عام لوگوں کے مغائر ہوتا ہے۔ ثانی: یہ کہ نبی کو فی نفسہ ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ خلاف عادت (امور غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ) کام کر لیتا ہے جیسا کہ ہمیں ایک صفت حاصل

ہے جس سے ہم اپنے ارادہ اور اختیار سے حرکات کرتے ہیں اور اسی کو قدرت کہتے ہیں۔ اگرچہ قدرت اور مقدور دونوں اللہ تعالیٰ کے افعال سے ہیں (یعنی کسب بھی اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اور کسب کے بعد جو فعل واقع ہوتا ہے وہ بھی اس کا پیدا کردہ ہے)۔ ثالث: یہ کہ نبی کو ایک صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ ملائکہ کا مشاہدہ کرتا ہے جیسے بصیر کو ایک صفت حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ ناپینا سے ممتاز ہے اور مبصرات کو دیکھ لیتا ہے۔ رابع: یہ کہ نبی کو ایک صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ مستقبل میں واقع ہونے والے امور غیب نیند یا بیداری میں جان لیتا ہے کیونکہ وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور اس میں غیب کو دیکھ لیتا ہے۔ یہ وہ صفات اور کمالات ہیں جن کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کے لئے معلوم ہے۔

امام غزالی نے انبیاء علیہم السلام کی جو چار صفات بیان کی ہیں ان میں سے دوسری قسم میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ امور غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ یا افعال خارقہ للعادات انبیاء علیہم السلام کے اختیار میں ہوتے ہیں اور وہ ان کا کسب کرتے ہیں۔ جس طرح عام افعال عادیہ کا ہم کسب کرتے ہیں۔ اسی طرح افعال غیر عادیہ کا کسب انبیاء علیہم السلام کرتے ہیں۔ اس موضوع پر حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وله صفة تتم له بها الافعال الخارقة نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے جس سے

فعل الله تعالى۔ والثالث ان له صفة بها يبصر الملائكة ويشاهد هم كما ان للبصير صفة بها يفارق الاعشى حتى يدرك بها المبصرات۔ والرابع ان له صفة بها يدرك ما تنسكون في الغيب اما في اليقظة او في المنام اذ بها يطالع اللوح المحفوظ فيرى ما فيه من الغيب فهذه کمالات و صفات يعلم ثبوتها للانبیاء۔ (امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم، ج ۲، ص ۱۸۹-۱۹۰)

للعادات كالصفة التي بها تتم لغيره
الحركات الاختيارية (حافظ ابن حجر عسقلانی
متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۶ ص ۲۱)
وہ افعال غیر عادیہ کر لیتا ہے جیسے غیر نبی کو
ایک صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ
حرکات اختیار یہ کرتا ہے۔

اور امام عبد الوہاب شعرانی (۱) فرماتے ہیں:

واعلم يا اخي ان خرق العوائد يكون على
وجوه كثيرة وليس مرادنا هنا الا خرق
العادة من ثبتت استقامته على
الشرع المحمدي والا فهو مكر و
استدراج من حيث لا يشعر صاحبه و
قد ذكر الشيخ في الباب السادس و
ثمانين مائة ان من الخوارق ما يكون
عن قوى نفسيه و ذلك ان اجرام
العالم تنفعل للهم النفسيه الى ان قال
و دارة كلها تحت قدرة المخلوق يجعل
الله تعالى قال ولا يكون خرق العادة
على وجه الكرامت الا لمن خرق العادة
من نفسها باخراجها عن مألوفها الى
الانقياد للشرع في كل حركة و سكون۔
(علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ،

اے بھائی! اس بات کو جان لو کہ افعال غیر
عادیہ کئی قسم کے ہیں اور یہاں پر ہماری مراد
اس شخص کے افعال غیر عادیہ ہیں جو شرع
محمدی پر مستقیم ہو ورنہ وہ مکر اور استدراج ہے
جس کا اس کو خود علم نہیں ہوتا۔ اور شیخ محی
الدین ابن عربی نے ”فتوحات“ کے باب
نمبر ۱۷۶ میں ذکر کیا ہے کہ افعال غیر عادیہ کا
ظہور قوی نفسیہ سے ہوتا ہے کیونکہ عالم کے
تمام اجسام ان کی ہمت نفسیہ کے تابع ہو
جاتے ہیں اور یہ تمام افعال غیر عادیہ اللہ تعالیٰ
کی خلق سے مخلوق (۲) کی قدرت میں ہوتے
ہیں لیکن افعال غیر عادیہ بر طریق کرامت
صرف ان لوگوں کے لئے ہوتے ہیں جو بطور
خلاف عادت اپنی طبیعت کو شریعت کے
موافق ڈھال لیتے ہیں اور اپنی ہر حرکت اور

۱۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی وہ بزرگ ہیں جن کے بارے میں انور کشمیری نے لکھا ہے کہ انہوں نے جاتے ہوئے
حضور ﷺ سے ”بخاری“ پڑھی ہے۔

۲۔ یہاں مخلوق سے مراد تمام مخلوق نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو مختلف حیلوں اور ریاضت سے افعال خارقہ پر قدرت
حاصل کر لیتے ہیں۔ شیخ نے ان کی تفصیل ذکر کی ہے، ہم نے اختصاراً اس کو ترک کر دیا۔ سعیدی

الیواقیت والجواهر ج ۱، ص ۱۵۹) سکون میں شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔
امام عبدالوہاب شعرانی کی اس عبارت میں واضح تصریح موجود ہے کہ جو لوگ بطور
خلاف عادت اپنی طبیعت شرع کے موافق کر لیتے ہیں اور ان کا ہر فعل شرع کے مطابق ہوتا
ہے ان کو افعال غیر عادیہ پر قدرت اور اختیارت ہوتا ہے اور یہ مقدس گروہ یا انبیاء علیہم السلام کا
ہوتا ہے یا اولیاء کرام کا۔ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام افعال غیر عادیہ یا امور
ما فوق الاسباب العادیہ کا کسب کرتے ہیں۔ و لهذا هو المطلوب۔

اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

وقد فرق الأئمة بين المعجزة والكرامة
بفروق كثيرة غير ما ذكرنا فقال
بعضهم من الفرق بينهما المعجزة تقع
عند قصد النبي ﷺ وتحديه واما
الكرامة فقد تقع من غير قصد الولي و
قال بعضهم يجوز ان تقع الكرامة
ايضا بقصد الولي واما الفرق الصحيح
بينهما ان المعجزة مع التحدي
والكرامة لا يتحدى بها الولي۔

ائمہ مسلمین نے معجزہ اور کرامت میں کئی اور
وجہ سے بھی فرق بیان کیا ہے جنہیں ہم
پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ بعض ائمہ نے کہا کہ
معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ
نبی کے قصد (کسب) اور اس کے چیلنج سے
واقع ہوتا ہے اور کرامت کبھی ولی کے قصد
(کسب) کے بغیر بھی واقع ہوتی ہے اور
بعض ائمہ نے یہ کہا کہ جائز ہے کہ کرامت
بھی ولی کے قصد (کسب) سے واقع ہو اور
ان دونوں کے درمیان فرق صحیح یہ ہے کہ
معجزہ کے ساتھ نبی چیلنج بھی کرتا ہے اور ولی
نہیں کرتا (یعنی قصد یا کسب سے دونوں
واقع ہوتے ہیں)۔

(امام عبدالوہاب شعرانی متون ۹۷۳ھ، الیواقیت
والجواهر ج ۱، ص ۱۶۱)

امام غزالی، علامہ ابن حجر عسقلانی، محی الدین ابن عربی اور علامہ شعرانی کی تصریحات
سے واضح ہو گیا کہ افعال غیر عادیہ کو نبی اور ولی اپنے کسب اور قصد سے کرتے ہیں اور
کرامت اور معجزہ میں بھی ولی اور نبی کے کسب کا دخل ہوتا ہے اور ولی اور نبی کے کسب کے

بعد اللہ تعالیٰ اس غیر عادی فعل کو پیدا فرماتا ہے۔

اساطین ائمہ اسلام کی تصریحات کے بعد اب مخالف مذکور کی سنیے لکھتے ہیں:

اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے معجزہ ہو یا کرامت امور عادیہ ہوں یا غیر عادیہ ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس میں نہ تو اختلاف ہے نہ اختلاف کی گنجائش ہے لیکن معجزہ اور کرامت میں باوجود اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خلق سے صادر ہوتے ہیں نبی اور ولی کا اختیار نہیں ہوتا۔ بہ خلاف امور عادیہ کے کہ ان میں بندہ کا اختیار ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر معجزہ اور کرامت میں کسب بھی نہیں ہوتا۔ مولف مذکور کا یہ کہنا کہ اہل حق معجزہ کو خدا تعالیٰ کا فعل کہہ کر دھوکہ دہی کے مرتکب ہیں یا افعال عادیہ اور غیر عادیہ میں خلق اور کسب کے لحاظ سے تفریق کرنا بداحتہ باطل ہے، خالص جہالت اور علم و بصیرت سے محرومی کی واضح ترین نشانی ہے۔ (محمد سرفراز خان صفدر، اتمام البرہان، ص ۴۹-۵۰)

اب سوال یہ کہ دھوکہ دہی، خالص جہالت اور علم و بصیرت سے محرومی کے یہ کلمات صرف ہمارے ساتھ مختص ہیں یا ان تبرکات میں سے کچھ حصہ امام غزالی، حافظ ابن حجر عسقلانی، محی الدین ابن عربی اور علامہ شعرانی کو بھی ملے گا؟

اس بحث میں مخالف مذکور نے علامہ دوانی کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں صرف یہ ذکر ہے کہ معجزہ اللہ کا فعل ہے نبی کے کسب کی نفی نہیں ہے جو ہمیں مضر ہو۔ یہی حال ”شرح مواقف“ کے حوالہ کا ہے بلکہ وہ انہیں مہنگا پڑے گا۔ (جیسا کہ عنقریب قارئین پر واضح ہو جائے گا) اسی طرح انہوں نے ”شفاء“ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ لیکن اس میں بھی کسب کی نفی نہیں ہے صرف یہ مذکور ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور یہ نزاعی بات نہیں ہے۔ نزاع اور اختلاف اس میں ہے کہ نبی کے کسب اور قصد کا معجزہ میں دخل ہے یا نہیں؟ البتہ شیخ عبدالحق کا ”مدارج النبوة“ سے اور انہیں کا حوالہ ”شرح فتوح الغیب“ سے پیش کیا ہے جس میں معجزہ اور کرامت میں نبی اور ولی سے کسب کی نفی کی گئی ہے لیکن یہ معجزہ کی ایک خاص قسم ہے۔ حکم عام نہیں جیسا کہ معجزہ کے باب میں ان شاء اللہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

مخالف مذکور نے اس بحث میں ایک اور مغالطہ دیا ہے لکھتے ہیں:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہم علمی میدان میں بڑے وسیع القدر ہیں۔ حق بات کو دلیل اور برہان سے تسلیم کرتے اور کراتے ہیں، سینہ زوری سے کام نہیں لیتے۔ ہم ان کی تسلی کے لئے ان کے اعلیٰ حضرت کا سر دست ایک حوالہ عرض کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

عرض: کسی کی کرامت کسی بھی ہوتی ہے؟

ارشاد! کرامت سب کی وہی ہوتی ہے اور جو کسب سے حاصل ہو بھان متی کا تماشہ ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے۔

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۳، طبع انڈیا، محمد سرفراز خان صفدر، اتمام البرہان، ص ۴۹-۵۰)
کسب کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے ایک وہی کا مقابلہ میں اور ایک کسب بہ مقابلہ خلق ہے۔ اعلیٰ حضرت اس کسب کے بارے میں گفتگو فرما رہے ہیں جو ریاضت کے معنی میں ہے اور وہب کے مقابلہ میں ہے اور ہم اس کسب کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جو اختیار اور قصد کے معنی میں ہے اور خلق کے مقابلہ میں ہے اس لئے اعلیٰ حضرت نے جو بیان فرمایا ہے وہ بالکل حق ہے اور ہمارے مطلوب کے کسی طرح مخالف نہیں ہے۔

معجزہ

بعثت کے بعد نبی کے ہاتھ پر جو خلاف عادت ظاہر ہو (عام ازیں کہ تحدی ہو یا نہ ہو) اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ خلاف عادت فعل کے ظہور کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ خلاف عادت فعل صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہو اور نبی کے کسب اور اختیار کا اس میں بالکل دخل نہ ہو جیسے نزول قرآن یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا لیکن اس میں آپ کے کسب اور قصد کا کوئی دخل نہیں تھا کہ آپ جب چاہتے قرآن کو اپنے اوپر نازل کرا لیتے۔ اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً ۖ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا سَمْرًا ۖ

(حضرت زکریا نے حضرت یحییٰ کی ولادت پر کوئی نشانی مانگی اور) عرض کیا: اے اللہ!

میرے لئے اس سے اوپر کوئی آیت

(نشانی یا معجزہ) مقرر کر دے۔ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا: تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم

تین دن تک لوگوں سے سوا اشاروں کے
بات نہ کر سکو گے۔

اب حضرت زکریا علیہ السلام کا بات نہ کر سکنے میں ان کے کسب اور قصد کا کوئی دخل نہیں تھا یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ اس قسم کے معجزات اور آیات میں نبی کے کسب اور قصد کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور شیخ عبدالحق دہلوی یا صاحب ”فتح الصفا“ نے جو معجزہ اور کرامت میں کسب کی نفی کی ہے وہ اسی قسم کی صورت پر محمول ہے۔ خلاف عادت افعال کے ظہور کی دوسری قسم یہ ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ سے کسی خلاف عادت فعل یا امر غیر عادی کے ظہور کے لئے دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرما کر وہ امر غیر عادی ظاہر فرمادے۔ پھر اس امر غیر عادی کا ظہور صرف وقتی طور پر ہو تو اس میں نبی کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہے۔ جیسے حضور کی دعا سے چاند کا شق ہونا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے مسلسل ایک ہفتہ تک بارش ہونا پھر دوبارہ دعا سے بارش کا مدینہ کے گرد و نواح پر برستے رہنا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ مستقل طور پر وہ امر غیر عادی نبی کو عطا کر دے تو عطا کے بعد نبی کے کسب کا اس میں دخل ہے جب چاہے اس کو ظاہر فرمائے اور جب چاہے نہ کرے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی: قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۖ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۖ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ۖ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٥﴾ (ط: ۲۵: ۲۸) اے اللہ! میرا سینہ فراخ کر دے، میرا کام آسان کر دے اور میری زبان سے بندش ہٹا دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لکنت کو بغیر کسی خارجی عمل کے ہٹا دینا ان کا معجزہ تھا جو ان کی دعا سے ملا اور یہ بروقت ان کے قبضہ میں دیا جب بھی گفتگو فرماتے روانی سے فرماتے ہر مرتبہ بات کرنے کے لئے الگ دعا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ نبی کے قصد، اختیار اور کسب سے کوئی امر خارق (فعل خلاف عادت) واقع ہو۔ جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ	حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور
رَهْطًا إِلَى أَبِي رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ	صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ ابو رافع کی طرف
بَنُ عَتِيكَ لَيْلًا وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ	بھیجارات کے وقت عبد اللہ بن عتیک اس

Click For More Books.

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتِيكَ فَوَضَعْتُ السَّيْفَ فِي بَطْنِهِ حَتَّى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ فَعَرَفْتُ إِنِّي قَتَلْتُهُ فَبَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ حَتَّى اسْتَهَيْتُ إِلَى دَرَجَةٍ فَوَضَعْتُ رِجْلِي فَوَقَعْتُ فِي لَيْلَةٍ مُقْبِرَةٍ فَأَنْكَسَرَتْ سَاقِي فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ فَأَنْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَأَسْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ أَبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ اشْتَكَهَا قَطُّ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ (دلی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ، ص ۵۳۱)

کے گھر داخل ہوئے ابورافع سویا ہوا تھا۔ عبد اللہ بن عتیک کہتے ہیں کہ میں نے تلواریں اس کے پیٹ پر رکھ کر کمر کے آ پار کر دی اور جب مجھے اس کے قتل ہو جانے کا یقین ہو گیا تو میں دروازے کھولتا ہوا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میں سیرھی کے پاس پہنچا (میں یہ سمجھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں) اور میں نے پیر زمین پر رکھا۔ پس میں چاندنی رات میں گر پڑا۔ اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ میں نے اس کو اپنی پگڑی سے باندھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نبی ﷺ تک پہنچا اور آپ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلائی آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا۔ پھر یوں لگتا تھا جیسے اس میں کبھی تکلیف ہی نہ ہوئی ہو۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں کہیں دعا کے لفظ کا ذکر نہیں ہے، صرف یہ کہ حضور ﷺ نے عبد اللہ بن عتیک کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر شفاء دینے کے قصد سے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے شفاء پیدا کر دی۔ اس حدیث میں معجزہ پر نبی ﷺ کے کسب کی واضح دلیل ہے اور یہ بھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آفات اور مصیبتوں میں حضور ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ سے استمداد کرتے تھے اور امور غیر عادیہ میں نبی ﷺ کا کسب ظاہر ہے کیونکہ عادیہ کسی کے ہاتھ پھیرنے سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ جڑا نہیں کرتی۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطَشَ النَّاسُ يَوْمَ
الْحُدَيْبِيَّةِ وَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ
يَدَيْهِ رُكُوءٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ثُمَّ أَقْبَلَ النَّاسَ
نَحْوَهُ قَالُوا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ فَتَوَضَّأَ بِهِ
وَنَشْرَبُ إِلَّا مَا فِي رُكُوتِكَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ
ﷺ يَدَهُ فِي الرُّكُوءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُورُ
مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُونِ قَالَ
فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قِيلَ لِيَجَابِرَ كَمْ كُنْتُمْ
قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكُنَّا كُنَّا خَمْسَ
عَشْرَةَ مِائَةً۔ (متفق علیہ)

(ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۵۳۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم
حدیبیہ کو لوگوں کو پیاس لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے ایک برتن تھا، جس سے آپ نے
وضو فرمایا۔ پھر لوگ آپ کی طرف متوجہ
ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ نہ ہمارے
پاس وضو کیلئے پانی ہے اور نہ پینے کے لئے سوا
اس پانی کے جو آپ کے اس برتن میں ہے۔
نبی ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ اس برتن میں
رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح
بہنے لگا۔ جابر کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے
پیا اور وضو کیا۔ جابر سے پوچھا گیا کہ تمہاری
کتنی تعداد تھی؟ جابر نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ
بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں پورا ہو جاتا۔ ویسے
ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ اس حدیث کو
بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں بھی کہیں دعا کا ذکر نہیں ہے۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسب کا ذکر
ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں ہاتھ ڈالا اور انگلیوں سے پانی جاری کرنے کا قصد کیا اور اللہ
تعالیٰ نے آپ کی انگلیوں سے پانی جاری کرنے کا فعل پیدا کر دیا۔ یہ کام خلاف عادت اور
معجزہ ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسب کا دخل بالکل ظاہر ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ
بھی ظاہر ہوا کہ جب صحابہ کرام کو پیاس لگی اور وضو کے لئے پانی کی ضرورت ہوئی تو انہوں
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا صرف اپنی پیاس اور وضو کے لئے پانی کی ضرورت کا
اظہار کیا دعا کی درخواست نہیں کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں تب بھی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر افعال غیر عادیہ جاری فرما دیتا ہے اور اگر دعائے فرمائیں تب بھی اللہ تعالیٰ آپ کے قصد پر افعال غیر عادیہ پیدا کر دیتا ہے۔ نیز اس حدیث سے امور غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا ان کی استمداد اور آپ کی امداد ثابت ہے۔

معجزہ کی ان تین قسموں کے سامنے آ جانے کے بعد اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جن علماء نے معجزہ سے کسب کی نفی کی ہے اور اس کو محض اللہ تعالیٰ کا فعل قرار دیا ہے۔ اس سے ان کی مراد معجزہ کی قسم اول ہے اور جن علماء نے معجزہ میں نبی کے کسب کا دخل قرار دیا ہے وہ معجزہ کی تیسری قسم ہے جیسا کہ ہم نے ابھی احادیث سے واضح کیا ہے۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی فرماتے ہیں:

شرط بعضهم ان لا يكون المعجزة مقدورا للنبي فاذا مشى على الماء و طار في الهواء فليس المعجزة مشيه و طيرانه بل نفس القدرة عليهما والقدرة ليس مقدورة له والصحيح ان نفس المشي والطيران معجزة۔

بعض علماء نے معجزہ کے لئے شرط لگائی ہے کہ معجزہ نبی کا مقدور نہ ہو۔ پس جب نبی پانی پر چلے یا ہوا میں اڑے تو اس کا چلنا اڑنا معجزہ نہیں ہے، بلکہ چلنے اور اڑنے کی طاقت معجزہ ہے۔ اور وہ طاقت نبی کی قدرت میں نہیں ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ

(عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ، نبراس ص ۴۳۱) نبی کا صرف چلنا اور اڑنا بھی معجزہ ہے۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے بعض علماء کی اس شرط کو رد کر دیا اور فرمایا کہ صحیح بات یہ ہے کہ نبی کا پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا معجزہ ہے (نہ کہ اس کی طاقت جو من جانب اللہ ہے) اور ”نبراس“ کے حاشیہ پر اس کی وضاحت ہے۔

قوله مقدور النبي اذ لو كان مقدور له لم يكن نازلا منزلة التصديق من الله ولكن ليس بشيء لان قدرته مع عدم قدرة غيره عادة معجزة۔

کیونکہ اگر معجزہ نبی کی طاقت میں ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصدیق کے قائم مقام نہ ہو سکے گا۔ لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ جب نبی کو ایک کام پر قدرت ہو اور

(علامہ برخوردار ملتانی، حاشیہ علی نبراس، ص ۴۳۱) نبی کے غیر کو اس پر عادت قدرت نہ ہو تو یہ بہر حال نبی کا معجزہ ہوگا۔

علامہ عبدالعزیز نے جو نبی کے محض پانی پر چلنے اور ہوا میں اڑنے کو (نہ کہ اس پر قدرت کو جو من جانب اللہ ہے) معجزہ قرار دیا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے محشی لکھتے ہیں:

قوله معجزة یعنی من جهة كونها خارقة للعادة مخلوقة الله تعالى وان كانت مقدورة نبى الله تعالى و هو الاصح كذا فى شرح المواقف۔

کیونکہ معجزہ خلاف عادت فعل ہوتا ہے اس لئے وہ خلاف عادت فعل اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اللہ کے نبی کا مقدور ہونے کا باوجود معجزہ ہے۔ ”شرح مواقف“ میں اسی طرح ہے۔

(علامہ برخوردار ملتانی، حاشیہ علی نبراس، ص ۴۳۱) سرفراز صاحب نے آمدی کی اور سید شریف کی ”شرح مواقف“ سے جو نامکمل عبارت پیش کی تھی وہ ہم قارئین کرام کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

و شرط قوم فى المعجزة ان لا يكون مقدورا للنبي اذ لو كان مقدورا له كعوده الى الهواء ومشيه على الماء لم يكن نازلا منزلة التصديق من الله و ليس بشيء لان قدرته مع عدم قدرة غيره عادة معجزة قال الامدى بل يتصدر كون المعجز مقدورة للرسول امر لا يختلف الاثبة فذهب بعضهم الى ان المعجزة فيما ذكر من المثال ليس هو الحركة بالصعد او المشى لكونها مقدورة بخلق الله فيه القدورة عليها انما المعجزة هناك هو نفس

ایک قوم نے معجزہ میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ نبی کی طاقت میں نہ ہو کیونکہ اگر وہ نبی کی طاقت میں ہو جیسے نبی کا ہوا میں اوپر چڑھنا یا پانی پر چلنا تو یہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ اور یہ بات بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ جب نبی کو ان امور پر قدرت اور طاقت ہو اور اس کے غیر کو اس پر عادت قدرت اور طاقت نہ ہو تو یہ بہر حال نبی کا معجزہ ہوگا۔ آمدی نے کہا کہ یہ متصور ہے کہ رسول کو معجزہ پر قدرت ہو یا نہ ہو اس بات میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ بعض ائمہ کا نظریہ یہ ہے کہ ان مثالوں میں صرف ہوا

القدرة عليها و هذه القدرة ليس
مقدورة له و ذهب اخرون الى ان نفس
هذه الحركة معجزة من حيث كونها
خارقة للعادة و مخلوقة لله تعالى و ان
كانت مقدورة بنبي الله تعالى و هو
الاصح۔ (میر سید شریف متوفی ۱۷۷۶ھ، شرح
مواقف، ص ۶۶۶)

میں اوپر چڑھنا یا پانی پر چلنا معجزہ نہیں ہے
کیونکہ یہ افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے
سے نبی کی قدرت میں ہیں۔ پس معجزہ
در اصل ان افعال پر قدرت ہے اور یہ
قدرت اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے نبی کی
قدرت نہیں ہے۔ اور اکثرین کا نظریہ یہ
ہے کہ افعال (یعنی پانی پر چلنا وغیرہ) خود
معجزہ ہیں کیونکہ خلاف عادت افعال ہیں
اور یہ افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔
اگرچہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی قدرت میں
ہیں اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) ایک قوم نے یہ کہا کہ معجزہ نبی کی قدرت میں نہیں ہوتا۔ لیکن اس بات کو میر سید شریف
نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ جب نبی ایسا فعل پیش کرے جو عادت دوسروں کی طاقت اور
قدرت میں نہ ہو تو وہ بہر حال معجزہ ہے اس لئے کہ معجزہ نبی کی قدرت اور طاقت میں
ہوتا ہے اگرچہ وہ قدرت اور طاقت اللہ کی پیدا کردہ ہے۔ یعنی نبی اظہار معجزہ میں
جماد کی طرح مجبور محض نہیں ہے جیسا کہ جبر یہ کا مسلک ہے۔

(۲) آمدی نے کہا کہ بعض ائمہ کا نظریہ یہ ہے کہ دراصل معجزہ خلاف عادت افعال پر
قدرت ہے اور یہ قدرت نبی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اس لئے معجزہ بھی نبی کے
اختیار میں نہیں ہے۔ لیکن آمدی نے ان بعض ائمہ کے نظریہ کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ
اکثرین کا نظریہ یہی ہے کہ معجزہ نبی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اگرچہ معجزہ کی صورت
میں جو افعال ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے امام غزالی نے فرمایا کہ عام افعال عادیہ ہمارے کسب و

اختیار میں ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے خاص افعال یعنی غیر عادیہ ان کے اختیار اور کسب میں ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ معجزہ کی پہلی قسم جس میں نبی کے کسب کا دخل نہیں ہوتا وہ چونکہ غیر نزاعی ہے اس لئے اس کو چھوڑ کر ہم دوسری قسم کی تفصیل کر رہے ہیں۔ معجزہ کی دوسری قسم جو ہم نے بیان کی تھی کہ نبی اللہ تعالیٰ سے کسی خلاف عادت امر کے حصول کے لئے دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ نبی کو اس معجزہ پر قدرت عطا فرما دے کہ وہ جب چاہے اپنے کسب اور اختیار سے اس معجزہ کو ظاہر کر دے۔ اس پر قرآن کریم کی آیت دلیل ہے۔

ترجمہ تھانوی صاحب کا ہے:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي
لِأَحَدٍ قَبْلِي بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ
الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي
بِأَمْرِهِ رُحَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَ
الشَّيَاطِينَ كُلَّ بَتَاءٍ وَ غَوَاصٍ ۝
وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ هَذَا
عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ
حِسَابٍ ۝ (ص: ۳۵-۳۹)

(حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میری نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں۔ سو ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا۔ یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور موتی وغیرہ کے لئے غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ سو خواہ دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں ہے۔

اس کی تفسیر میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

”اور ہم نے یہ سامان دے کر ارشاد فرمایا کہ یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ کسی کو دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں تم کو خازن و حارس نہیں بنایا جیسا دوسرے ملوک خزائن ملک کے مالک نہیں ہوتے، ناظم ہوتے ہیں بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا۔“

دیا ہے مالکانہ تصرفات کے مختار ہو۔ تو اس سے حقوق واجبہ کے ترک میں تخیر لازم نہیں آتی۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بیان القرآن، ج ۲، ص ۸۸۹)

مخالف مذکور کے حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی نے واشگاف الفاظ میں تصریح کر دی ہے کہ ہواؤں اور جنات پر تصرف کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مالکانہ اختیار عطا فرمادئے تھے۔ تھانوی صاحب نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس غیر عادی امر پر کسب و اختیار کے بارے میں معجزہ کی تصریح نہیں کی جو ان کو دعا کی وجہ سے علی العموم حاصل ہو گیا۔ اس لئے اس امر غیر عادی کے معجزہ ہونے پر ہم متقدمین مفسرین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

سلیمان علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اپنے رب سے معجزہ طلب کریں۔ پس انہوں نے اپنی منشا کے مطابق ایسا معجزہ طلب کیا جس کی وجہ سے ان کا ملک دوسرے ممالک پر زائد رہے۔ ایسی زیادتی کے ساتھ جو خلاف عادت ہو اور حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہوتا کہ یہ ان کی قوم کے لئے ان کی نبوت پر قاہر دلیل ہو اور ایسا معجزہ جو تمام امور عادیہ کے خلاف ہو۔

فأراد أن يطلب من ربه معجزة فطلب على حسب الفقه ملكا زائدا على المباليك زيادة خارقة للعادة بالغة حد الإعجاز ليكون ذلك دليلا على نبوته قاهرا للمبعوث اليهم وأن يكون معجزة حتى يخرق العادات۔ (جار اللہ زمخشری متوفی ۱۳۶۷ھ، کشاف، ج ۳، ص ۷۵)

امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ملک کا معنی ہے قدرت، پس سلیمان علیہ السلام کی دعا سے مراد یہ تھی کہ اے اللہ! مجھے ان چیزوں پر قادر کر دے جن پر میرا غیر کسی وجہ سے قادر نہ ہو سکے تاکہ ان چیزوں پر قدرت میری نبوت اور رسالت کی صحت پر

ان الملك هو القدرة فكان المراد اقدرني على اتياء لا يقدر عليها غيري البته يصير اقتداري عليها معجزة تدل على صحة نبوتي و رسالتي والدليل على صحة هذا الكلام انه

تعالیٰ قال عقیبہ فسخرنا لہ الریح
تجری بامرہ رفاء حیث اصاب فیکون
الریح جاریا بامرہ قدرة عجیبة و ملک
عجیب ولا شک انه معجزة دالة علی
نبوته فکان قوله هب لی ملک لا ینبغی
لاحد من بعدی هذا المعنی لان شرط
المعجزة ان لا یقدر غیره علی
معارضتها فقولہ لا ینبغی لاحد من
بعدی یعنی لا یقدر احد علی
معارضة۔ (فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ،
تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۱۹۶)

معجزہ ہو جائے اور اس کلام کی صحت پر دلیل
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے بعد
فرمایا: ”ہم نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع
کر دیا جو ان کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی
ہے جہاں کا وہ قصد کریں“ اور ہوا کا ان
کے حکم سے چلنے میں حضرت سلیمان علیہ السلام
کی عجیب قدرت ہے۔ اور بلاشبہ یہ معجزہ
ان کی نبوت پر دلالت کرتا ہے اور ان کی
دعا: ”مجھے ایسا ملک دے جو بعد میں کسی
کے لائق نہ ہو“ یہی مطلب ہے کیونکہ معجزہ
کی یہی شرط ہے کہ اس کے مقابلہ پر دوسرا
شخص قادر نہ ہو سکے۔ پس ان کی اس دعا کا
مطلب یہ ہے کہ کوئی اور شخص اس معجزہ میں
ان کا مقابل نہ ہو سکے۔

امام رازی کے اس بات پر وافر دلائل موجود ہیں کہ ہواؤں اور جنات کا تابع ہونا نہ
صرف سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس معجزہ کو ان کی قدرت اور اختیار میں دے
دیا تھا۔

اور قاضی بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لیکون معجزة و مناسبة لحالی۔ تاکہ ہواؤں کا مسخر ہونا میرے لئے معجزہ
(قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، تفسیر ہو جائے۔

بیضاوی، ج ۲، ص ۳۳۵-۳۳۶)

اور ”هذا عطاؤنا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لتفویض التصرف فیہ الیک۔ کیونکہ ہم نے معجزات میں تصرف تو آپ کو

مفوض کر دیا ہے۔

اور علامہ نظام الدین نیشاپوری ”رب ہبی“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وانما قصد به ان يكون معجزة له و من شرط المعجزة ان لا يقدر غيره على معارضته۔
حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس دعا سے معجزہ کا قصد کیا اور معجزہ کی شرط یہ ہے کہ دوسرا شخص اس کے معارضہ پر قادر نہ ہو۔

اور ”هذا عطاؤنا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يعني انه جبه كثير لا يدخل تحت الضبط والحصر فاعط منه ما شئت او امسك مفوضا اليك زمام التصرف فيه۔ (نظام الدین نیشاپوری متوفی ۷۶۸ھ، تفسیر نیشاپوری علی ہاشم الطبری پ ۲۳ ص ۱۰۲)
یعنی ہم نے آپ کو جو چیزیں عطا کی ہیں وہ ضبط اور شمار سے باہر ہیں آپ ان میں سے جو چاہیں دے دیں، جو چاہیں نہ دیں اس معاملہ میں تصرف کی باگیں آپ کے ہاتھ میں دے دی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

طعن بعض البلاحة على سليمان و نسبة في هذا الى الحرص على الاستبداد بنعمة الدنيا و خفي عليه ان ذلك كان ياذن له من الله وان تلك كانت معجزته كما اختص كل نبي بمعجزته دون غيره۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰، ص ۱۶۷)
بعض ملحدوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ طعن کیا ہے کہ انہوں نے نعمت دنیا کی حرص کی وجہ سے دعا مانگی اور ان لوگوں پر یہ بات مخفی رہی کہ یہ دعا اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھی اور یہ معجزہ ان کے ساتھ اس طرح مختص تھا جیسے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کے ساتھ مختص تھے۔

اور علامہ ابوسعود دعا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

استدعا من ربه معجزة۔
حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے معجزہ طلب کیا۔

اور ”هذا عطاؤنا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لتفويض الصرف فيه اليك على
الاطلاق۔ (علامہ ابوسعود متوفی ۸۵۲ھ، تفسیر ابو
کیونکہ ان معجزات میں ہم نے آپ کو علی
الاطلاق تصرف دے دیا ہے۔

سعود علی ہاشم الکبیر، ج ۷، ص ۵۷۴-۵۷۵)

اور ثناء اللہ مظہری لکھتے ہیں:

سئل سليمان ذالك ليكون اية نبوته و
معجزة له۔ حضرت سليمان علیہ السلام نے یہ سوال اپنی
نبوت پر معجزہ کے حصول کے لئے کیا۔

اور ”هذا عطاؤنا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

غير محاسب على منه و امساكه
كتفويض الصرف فيه الا اليك۔ (علامہ ثناء
آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ آپ ان
امور میں سے کسی کو دیں یا نہ دیں کیونکہ اس
میں تفویض آپ ہی کو دیا گیا ہے۔
اللہ مظہری متوفی ۱۲۳۵ھ، تفسیر مظہری، ج ۸، ص ۱۸۲)

اور علامہ آلوسی دعا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فاراد ان يطلب من ربه عزوجل
معجزة۔ سليمان علیہ السلام نے اپنے رب سے معجزہ کی
طلب کی۔

اور ”هذا عطاؤنا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فاعط من شئت و امنع من شئت غير
محاسب على شئ من الامرين ولا
مسئول عنه في الاخرة لتفويض
التصرف فيه اليك على الاطلاق۔
آپ جس کو چاہیں عطا کریں اور جس کو
چاہیں نہ دیں۔ آپ سے دنیا اور آخرت
میں ان میں سے کسی چیز پر حساب نہ ہوگا۔
کیونکہ ان (امور غیر عادیہ) میں آپ کو علی
الاطلاق تصرف دے دیا ہے۔
(علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، تفسیر روح المعانی،
پ ۲۳، ص ۲۰۰ تا ۲۰۴)

احمد مصطفیٰ مراغی لکھتے ہیں:

فاراد ان يطلب من ربه معجزة۔ حضرت سليمان علیہ السلام نے اپنے رب سے
معجزہ طلب کیا۔

اور ”ہذا عطاؤنا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فَاعْطِ مَنْ شِئْتَ وَامْنَعْ مَنْ شِئْتَ غَيْرَ
مَحَاسِبٍ عَلَى شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ قَدْ فَوَضَّنا
لَكَ التَّصَرُّفَ فِيهِ كَمَا تَشَاءُ۔ (احمد مصطفیٰ
المرآغی، تفسیر مرآغی، پ ۲۳، ص ۳۲۱ تا ۳۲۳)

آپ (ان امور میں سے) جس کو چاہیں
دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں، آپ نے کوئی
حساب نہیں ہوگا، کیونکہ ہم نے ان امور
میں آپ کو تصرف عطا کر دیا جیسے چاہیں
تصرف کریں۔

اب ہم معجزہ کی تیسری قسم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جس میں دعا کا
ذکر نہ ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسب پر اللہ تعالیٰ امر غیر عادی کو پیدا فرمائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:
معرکہ بدر میں جب جنگ کی شدت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی
بھر کر کفار کے لشکر کی طرف پھینکی اور تین مرتبہ ”شاہت الوجوہ“ فرمایا خدا کی قدرت سے
کنکریوں کے ریزے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے وہ سب آنکھیں ملنے لگے۔ ادھر سے
مسلمانوں نے فوراً حملہ کر دیا۔ آخر بہت سارے کافر ہلاک ہو گئے۔ کسی بشر سے عادتاً ممکن
نہیں ہے کہ وہ کنکریوں کی ایک مٹھی مخالف لشکر کی طرف پھینکے اور اس کے ہر سپاہی کی آنکھ
میں وہ کنکریاں پڑ جائیں۔

اللہ تعالیٰ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ
رَمَىٰ۔ (الأنفال: ۱۷)

آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جس وقت
آپ نے پھینکی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ
مٹھی پھینکی ہے۔

اس آیت کریمہ میں پہلے خاک کی مٹھی پھینکنے کی نسبت آپ کی طرف کی اور پھر اس کی
نفی کی ہے۔ ایک چیز کا ہونا اور نہ ہونا یہ بظاہر تعارض اور تناقض یا تنافی ہے۔ مفسرین کرام
نے اس تعارض کو دور کیا ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ كَوْنَهُ عَلَيْهِ
آپ نے مٹھی نہ پھینکی جب کہ پھینکی تھی اللہ

تعالیٰ نے پہلے آپ کے لئے پھینکنا ثابت کیا اور بعد میں آپ سے پھینکنے کی نفی کی۔ پس آیت کا اس بات پر خل کرنا ضروری ہے۔ آپ کا پھینکنا بطور کسب تھا اور نہ پھینکنا بطور خلق تھا۔

السلام رامیا و نفی عنه کونہ رامیا فوجب حملہ علی انه رماء کسبا و ما رماء خلقا۔ (امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۴، ص ۳۵۹)

اور علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی لکھتے ہیں:

اس آیت میں اس بات کا بیان ہے کہ بندہ کی طرف فعل بطور کسب منسوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بطور خلق۔

وفی الایۃ بیان ان فعل العبد مضاف الیہ کسبا والی اللہ تعالیٰ خلقا۔

(علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی متوفی ۷۰۱ھ، تفسیر مدارک

علی ہامش الخازن ج ۲، ص ۱۸۵)

اور علامہ شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے بطور خلق کنکریاں نہیں پھینکیں۔ جب آپ نے بطور کسب پھینکی تھیں۔

والحاصل ما رمیت خلقا اذ رمیت کسبا۔ (علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی

۷۰۱ھ، عنایت القاضی ج ۴، ص ۲۶۱)

اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اس آیت سے اس بات کا استدلال کیا گیا ہے کہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کے خلق سے ہوتے ہیں اور بندوں کے لئے ان افعال کا کسب ہوتا ہے۔ امام (رازی) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے پھینکنے کی نفی کی اور پھر آپ کے لئے پھینکنا ثابت کیا۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ نے بطور کسب پھینکا تھا اور

واستدلال بالایۃ ان افعال العباد بخلقه تعالیٰ وانما لہم کسبہا ومباشرتھا قال الامام اثبت سبحانه کونہ ~~صلی اللہ علیہ وسلم~~ رامیا و نفی کونہ رامیا فوجب حملہ علی انه علیہ الصلوۃ والسلام رمی کسبا واللہ تعالیٰ رمی خلقا۔

(علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۶۷۰ھ، روح المعانی

پ ۹، ص ۱۸۵)

بطور خلق نہیں پھینکا تھا۔

ہم نے اساطین علماء اسلام کے حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بعض افعال غیر عادیہ میں انبیاء علیہم السلام کے کسب کو دخل ہوتا ہے۔ اس سے پہلے ہم احادیث سے بھی یہ ثابت کر چکے ہیں اور اب امام رازی، علامہ نسفی، علامہ خفاجی اور علامہ آلوسی جیسے مستند مفسرین کرام کے حوالوں سے بھی قرآن کریم کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرات متکلمین سے علامہ آمدی، میر سید شریف، علامہ عبدالعزیز پرہاروی صاحب ”نبراس“ علامہ ملتانی کے حوالوں سے بھی ثابت کر دیا ہے کہ متکلمین کی اکثریت اس طرف گئی ہے کہ معجزہ نبی کا مقدور ہوتا ہے اور جن بعض متکلمین نے اختلاف کیا ہے اس کا محل بھی متعین کر دیا کہ وہ معجزہ کی پہلی قسم ہے اس کے علاوہ امور غیر عادیہ کی بحث امام غزالی، ابن حجر عسقلانی، محی الدین عربی اور علامہ عبدالوہاب شعرانی کے حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ امور غیر عادیہ انبیاء علیہم السلام کے کسب اور اختیار میں ہوتے ہیں۔ کاش! مخالف مذکور ان تمام امور کو بغور پڑھیں اور حقیقت کا اعتراف کر لیں انبیاء کرام سے عنادر کھنا کوئی اچھی بات تو نہیں ہمیں تو آپ شرک کا شیدائی کہتے ہیں لیکن آپ ہی دیکھیں کہ آپ کے معتمد علیہ مفسر علامہ سید آلوسی اسی آیت کی تفسیر میں کیا لکھتے ہیں؟

میں اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ جو مٹھی کا پھینکنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا گیا ہے، وہ وہی پھینکنا ہے جس نے عقلوں کو حیران اور مبہوت کر دیا اور یہ پھینکنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حقیقتاً ثابت ہے۔ بنا بریں کہ آپ نے یہ فعل اس قدرت سے انجام دیا ہے جو آپ کو عطا کی گئی تھی۔ اور آپ کی وہ قدرت اللہ تعالیٰ کے اذن سے تاثیر کر رہی تھی۔ لیکن چونکہ عام طور پر

فانا لا اری باسا فی ان یكون الرمی
المثبت له صلى الله عليه وسلم هو الرمی المخصوص
الذی ترتب علیہ ما ترتب ما ابهر
العقول و تحیر الالباب و اثبات ذالك
له علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقة علی
معنی انه فعله بقدرۃ اعطیت له
صلى الله عليه وسلم مؤثرة باذن الله تعالى الا انه
لما كان ما ذكر خارجا عن العادة اذا
المعروف فی القدر الموصوفۃ للبشر ان

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لا تؤثر مثل هذا الاثر نفى ذالك عنه و
اثبت لله سبحانه مبالغة كانه قيل ان
ذلك الرمي وان صدر منك حقيقة
بالقدرة المؤثرة باذن الله تعالى
سبحانه لكنه لعظم امرة وعدم
مشابہتہ لا فعال البشر كانه لم يصدر
منك بل صدر من الله جل شانه بلا
واسطة۔ (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ،
تفسیر روح المعانی پ ۹، ص ۱۸۶)

انسانوں کو ایسی قدرت عادت نہیں دی
جاتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس اثر کی
حضور ﷺ سے نفی کی اور مبالغہ اس فعل
کو اپنے لئے ثابت فرمایا گویا کہ یوں کہا
گیا کہ یہ رمی اگرچہ حقیقتہً آپ ﷺ
سے اس قدرت کے ساتھ صادر ہوئی ہے
جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے مؤثر تھی۔ لیکن
چونکہ یہ بہت عظیم امر تھا۔ اور افعال بشر کے
مشابہ نہ تھا تو گویا یہ فعل آپ سے صادر نہیں
ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ سے صادر ہوا۔

ہم نے تو صرف اتنا کہنا تھا کہ امور غیر عادیہ میں نبی کسی فعل کا قصد کرتا ہے اور اللہ
تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے تو آپ برہم ہو گئے تھے اور علامہ آلوسی فرما رہے ہیں کہ نبی
ﷺ نے از خود خداداد قوت سے حقیقتاً وہ کنکریاں پھینکیں جنہوں نے تمام لشکر کفار کو
حواس باختہ کر دیا۔ علامہ آلوسی نے بہت عمدہ بات کی ہے اور تیسری قسم کے تمام معجزات کو
اسی صورت پر محمول کر دیا جائے تو عین ایمان کے مطابق ہے آخر جب حضرت علی رضی اللہ
خداداد طاقت سے قلعہ خیبر اکھاڑ کر پھینک سکتے ہیں تو حضور ﷺ خداداد قوت سے امور
غیر عادیہ کو کیوں انجام نہیں دے سکتے؟

جب نبی کی خداداد قوت کا ذکر آ گیا ہے تو ایک اور ایمان افروز حدیث سن لیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى
مُوسَى فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ فَقَقَأَ عَيْنُهُ فَرَجَعَ
إِلَى رَبِّهِ فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ
الْمَوْتَ فَرَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ إِرْجِعْ
فَقُلْ لَهُ أَنْ يَقَعْ يَدَا عَلَى مَتْنِ ثَوْبٍ فَلَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ملک الموت کو
بھیجا گیا۔ جب وہ آپ کے پاس آیا تو
آپ نے زور سے اس کو ایک تھپڑ مارا اور
اس کی آنکھ باہر نکال دی۔ اللہ تعالیٰ نے

بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدَاهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةً
قَالَ اَيُّ رَبِّ تُمْ مَاذَا قَالَ تُمْ الْمَوْتُ قَالَ
فَالآنَ فَسَلَّ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يُدْنِيَهُ مِنْ
الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمِيَةً بِحَجَرٍ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَوْ كُنْتُ تُمْ لَأَ
رَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ عِنْدَ
الْكُثَيْبِ الْأَحْمَرِ۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری
متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۸)

ملک الموت کی آنکھ واپس کر دی اور فرمایا:
دوبارہ جاؤ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہو کہ
آپ ایک سفید بیل کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھ
دیجئے جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے
آئیں گے اتنے سال آپ کی عمر بڑھادی
جائے گی۔ آپ نے عرض کیا: اے رب!
پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر موت، آپ نے کہا:
پھر اللہ تعالیٰ سے سوال کرو کہ مجھے بیت
المقدس میں کثیب احمر کے قریب کر
دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر
میں اس جگہ ہوتا تو تمہیں کثیب احمر کے
پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھاتا۔

انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے عزرائیل کی
فقط آنکھ کھلی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ملک
الموت تھے (یعنی قضاء انہوں نے سب کی
روح قبض کرنی تھی) ورنہ حضرت موسیٰ کے
غضب ناک تھپڑ کا تقاضا یہ تھا کہ ساتوں
آسمان ریزہ ریزہ ہو جاتے اور حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے غصہ کی وجہ یہ تھی کہ انبیاء
علیہم السلام کے پاس جا کر ملک الموت کو موت کا
اختیار دینا چاہئے تھا اور جب کہ ملک
الموت نے اختیار کو ترک کیا اور وفات کی

وانبا فقات عينه فقط لانه كان ملك
الموت والا لاندفت السموات السبع
من لطة غضبه وانبا غضبه عليه لان
من سنة ملك الموت بالانبياء ان
يكلهم بالتخير فلما تركها و اخبره
بالوفاة اخذته الغضبة فلطبه۔

(انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج
۲ ص ۷۶)

خبر دی تو موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آ گیا۔

غور فرمائیے! کہ امور غیر عادیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خداداد طاقت کا یہ عالم تھا کہ ملک الموت کو تھپڑ مارا تو اس کی آنکھ نکال دی اور انور شاہ کشمیری کہتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو قبض ارواح کے لئے زندہ نہ رکھنا ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ کا تقاضا یہ تھا کہ اس کی ضرب سے ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ غور فرمائیے! کہ جب بازوئے کلیم کی قوت کا یہ اثر ہے تو بازو حبیب کی طاقت کا کیا عالم ہوگا؟

علامہ آلوسی اور کشمیری صاحب کی عبارات کو بغور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو ایسی قدرت اور طاقت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان سے خلاف عادت امور اور معجزات رونما ہوتے ہیں۔ پھر کس قدر حیرت اور افسوس ہے ان لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام معجزات کے صدور میں پتھر کی طرح بے بس ہیں۔ جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم بے بس ہوتا ہے اسی طرح انہیں کسی معجزہ پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ فالی اللہ البشتکی واللہ العزۃ و لرسولہ۔

کرامت

معجزہ کی طرح کرامت بھی تین قسموں پر ہے ایک قسم وہ ہے جس میں ولی کے کسب اور اختیار کے بغیر اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر خلاف عادت افعال ظاہر کرتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں ولی کی دعا سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی خلاف عادت فعل ظاہر کرتا ہے، یہ دونوں قسمیں غیر اختلافی ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جس میں ولی کے کسب، قصد اور اس کے اختیار پر اللہ تعالیٰ کوئی خرق عادت فعل ظاہر کرتا ہے۔

چونکہ اس قسم کو ماننے سے بعض مخالفین نے انکار کر دیا ہے، بلکہ اس کو دھوکہ دہی، جہالت اور علم و بصیرت سے محرومی کی واضح ترین نشانی قرار دیا ہے۔ (اتمام البرہان ص ۴۹-۵۰)

اس لئے ہم آپ کے سامنے اب کرامت کے اختیاری ہونے پر دلائل پیش کر رہے ہیں۔ فنقول وبالله التوفیق۔

حضرت علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

کرامت (دعویٰ نبوت کے بغیر) خلاف عادت امر کے ظہور کو کہتے ہیں اور یہ جائز ہے اگرچہ یہ ولی کے قصد سے ہو اور یہ معجزات کی جنس سے ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان سب کو شامل ہے اور یہ واقع ہے جیسے حضرت مریم، آصف بن برخیا اور اصحاب کہف کے واقعات اور اس جنس کے واقعات جو صحابہ، تابعین سے اور صالحین امت سے بہ کثرت صادر ہوتے ہیں۔

حضرت علامہ تفتازانی نے اس عبارت میں تصریح کر دی کہ کرامت ولی کے قصد اور اختیار سے واقع ہوتی ہے۔

علامہ نووی "مسلم شریف" کی ایک حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور اس حدیث کے فوائد میں سے اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب بہ خلاف معتزلہ کے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ بعض اولیاء اللہ کی کرامات ان کے اختیار اور ان کی طلب سے واقع ہوتی ہے اور یہی بات ہمارے متکلمین کے نزدیک صحیح ہے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے: کرامات اولیاء کے اختیار اور طلب سے واقع نہیں ہوتیں۔ اس میں یہ اعتراض ہے کہ کرامات خلاف عادت افعال کی تمام اقسام پر واقع ہوتی ہیں (یعنی تینوں قسموں

والکرامة ظهور امر خارق العادة بلا دعوى النبوة وهي جائزة ولو بقصد الولي من جنس المعجزات لشمول قدرة الله تعالى و واقعة كقصة مريم واصف و اصحاب الكهف وما تواتر جنسه من الصحابة والتابعين و كثير من الصالحين) علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، مقاصد علی ہاشم شرح المقاصد ج ۲، ص ۲۰۳

ومنہا اثبات کرامات الاولیاء وهو مذهب اهل السنة خلافا للمعتزلة و فيه ان کرامات الاولیاء قد تقع باختيارهم و طلبهم هذا هو الصحيح عند اصحابنا المتكلمين و منهم من قال لا يقع باختيارهم و طلبهم و فيه ان الكرامات قد تكون بخوارق العادات على جميع انواعها و منها بعضهم و ادعى انها تختص بمثل اجابة دعاء و نحوه و هذا غلط من قائله و انكار للحس بل الصواب جريانها

بقلب الاعیان واحضار الشئ من
العدم ونحوہ۔

(شیخ محی الدین البرزکریا نووی متوفی ۶۷۶ھ،
شرح نووی مع مسلم ج ۲ ص ۳۱۳)

پر جیسا ہم نے بیان کیا ہے، سعیدی) بعض
لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کرامت
قبولیت دعا اور اس کی مثل کے ساتھ خاص
ہے ان لوگوں کا یہ قول قطعاً غلط ہے۔ اور
مشاہدہ کا انکار ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ
حقائق میں انقلاب اور شئی کا عدم سے وجود
میں لانے اور اس جیسی دوسری چیزوں کے
ساتھ کرامت کا تعلق ہوتا ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ کی اس عبارت میں تقریباً وہ سب باتیں آگئی ہیں جو کرامت کے
سلسلہ میں ہم اب تک کہتے آئے ہیں۔

اس بحث میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ان کرامة الولی قد تقع باختیاره و
طلبه هو الصحيح عند جماعة
المتکلمین۔ (علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی
۸۵۵ھ، عمدة القاری جز ۷ ص ۲۸۳)

ولی کی کرامت بعض اوقات اس کی طلب
اور اختیار سے واقع ہوتی ہے اور یہ بات صحیح
ہے۔

اور علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

فالکامل من قدر علی الکرامة۔

(علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، ایواقیت

والجواہر ج ۳ ص ۱۰۵)

اور کامل وہ شخص ہے جو کرامت پر قادر ہو۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی فرماتے ہیں:

ثم مجوز والکرامات تخربوا اجزایا

فمنهم من شرط لا یختارها الولی وبهذا

فرقوا بینها و بین المعجزة و هذا غیر

جو حضرات کرامت کے جواز کے قائل ہیں

ان میں سے بعض نے کہا کہ کرامت ولی

کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ تاکہ معجزہ اور

صحیح۔ (علامہ احمد بن حجر مکی کی متوفی ۹۷۴ھ، کرامت میں فرق ہو اور یہ فرق صحیح نہیں فتاویٰ حدیثیہ، ص ۲۵۹) ہے۔

اولیاء کرام اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرما کر ان کے لئے کوئی خلاف عادت کام ظاہر فرمادے کرامت کی یہ قسم غیر نزاعی اور غیر اختلافی ہے۔ اس لئے کرامت کی اس قسم کو بیان کر کے ہم طوالت سے بچنا چاہتے ہیں۔ یہاں پر ہم صرف کرامت کی اس قسم کا ذکر کر رہے ہیں جو اولیاء اللہ تعالیٰ کی خداداد قوت سے ظہور میں آتی ہیں یا جن امور عادیہ کے لئے یہ کسب اور قصد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے کسب اور قصد کے مطابق خلاف عادت امر پیدا فرما کر ان کی کرامت ظاہر کر دیتا ہے۔

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

علامہ تاج الدین سبکی نے ”طبقات کبریٰ“ میں بیان کیا ہے کہ کرامتوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔

(۱) مُردوں کو زندہ کرنا

مفرج دماینی کا قصہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بھنے ہوئے پرندوں کے بچے ہوئے ٹکڑوں کو فرمایا تھا کہ اڑ جاؤ تو وہ اڑ گئے تھے اور شیخ علی الابدال کا قصہ لکھا ہے کہ انہوں نے مری ہوئی بلی کو آواز دی تو وہ ان کے پاس آگئی۔

(۲) مُردوں سے بات چیت کرنا

اور یہ قسم تو پہلی قسم سے بھی زیادہ واقع ہوئی ہے اسی قسم کا ایک واقعہ ابوسعید فراز سے اور پھر شیخ عبدالقادر اور ایک جماعت سے روایت ہے جن میں کے آخری بزرگ علامہ تاج الدین سبکی کے والد ماجد حضرت شیخ امام تقی الدین سبکی ہیں۔

(۳) دریا کا شق ہو جانا اور اس کا خشک ہو جانا یا پانی کا اوپر کو چلا جانا

اور یہ تینوں قسمیں بہت واقع ہوئی ہیں۔ ایک ایسا ہی واقعہ شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین دقیق العید کے یہاں بھی ہوا ہے۔

(۴) قلب ماہیت

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ عینی العتار یمنی کے پاس کسی شخص نے مزاح میں دو برتن شراب سے بھرے ہوئے بھیج دیئے تھے۔ آپ نے ایک کو دوسرے میں الٹ دیا اور فرمایا کہ بسم اللہ کر کے کھاؤ۔ لوگوں نے کھایا تو وہ ایسا عمدہ لگی تھا کہ اس کی سی رنگت اور خوشبہ کہیں دیکھی نہیں گئی اور ایسے واقعات بہت منقول ہیں۔

(۵) اولیاء اللہ کے واسطے زمین کا سمٹ جانا

بیان کیا گیا ہے کہ ایک ولی طرسوس کی جامع مسجد میں تھے آپ کو حرم شریف کی زیارت کا اشتیاق ہوا تو آپ نے سر جھکالیا پھر سر اٹھایا تو آپ حرم شریف کے اندر تھے اور اس قسم کے واقعات کا مشترک مضمون تو اتر کی حد کو پہنچا ہوا ہے۔ اس لئے اب اس کا انکار سوائے ضدی شخص کے اور کون کر سکتا ہے؟

(۶) جمادات اور حیوانات کا کلام کرنا

خود اس کرامت کے ہونے میں اور پھر اس کے بہ کثرت واقع ہونے میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کا واقعہ انار کے درخت کا آپ کو اپنا پھل کھانے کے لئے پکارنا منقول ہے۔ آپ نے ایک انار کھایا تو وہ درخت چھوٹا سا تھا بڑا ہو گیا، کھٹا تھا میٹھا ہو گیا اور ایک سال میں دوبار پھل لانے لگا۔

(۷) بیماریوں سے تندرست کر دینا

جیسا کہ حضرت سری (حضرت جنید کے پیر) سے ایک بزرگ کے قصہ میں روایت ہے جو ان سے ایک پہاڑ پر ملے تھے کہ وہ اپاج اور اندھوں اور دوسرے بیماروں کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ اور جیسا کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مجبور محض فالج زدہ اندھے کوڑھی بچے کو فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے کھڑا ہو جاوے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کا کوئی مرض باقی نہ رہا۔

(۸) حیوانات کا فرمانبردار ہو جانا

جیسے کہ ابوسعب بن ابی الخیر المہینی کے ساتھ ایک شیر کا قصہ ہے اور ان سے قبل ابراہیم خواص کا واقعہ بھی ہوا ہے بلکہ جمادات بھی فرمانبردار ہو جاتے ہیں جیسے کہ سلطان العلماء شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کے قصہ میں ہے اور انہیں سے واقعہ فرنگ میں یہ قول مروی ہے کہ ”اے ہوا ان لوگوں پر گرفت کر۔“

(۹) وقت کا سمٹ جانا

(۱۰) وقت کا وسیع ہو جانا

ان دونوں کرامتوں کی تقریریں عوام کی عقلوں کے لئے دشوار ہیں مگر اہل لوگوں کے لئے اس کا تسلیم کرنا ہی اسلام میں مستحسن ہے اور اس باب میں روایات بہ کثرت ہیں۔
(۱۱) دور کے مقام کو باوجود حجابات کے دیکھ لینا جیسا کہ نقل ہے کہ شیخ ابوالحق شیرازی کعبہ مکہ مکرمہ کو بغداد میں سے دیکھ لیا کرتے تھے۔

(۱۲) مختلف صورتوں میں ہو جانا اور یہی وہ ہے جس کا نام صوفیہ حضرات عالم مثال رکھتے ہیں اور یہ حضرات عالم اجسام و عالم ارواح کے درمیان ایک درمیانی عالم اور ثابت کرتے ہیں جس کا نام انہوں نے عالم مثال رکھا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ وہ عالم، عالم اجسام سے زیادہ لطیف اور عالم ارواح سے زیادہ واضح ہے اور اس پر روح کے جسمانی شکل اختیار کرنے اور اس کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی بناء قائم کی ہے اور اس کو حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے استنباط کیا ہے ”فتمثل لها بشرا سويا“ (تو ان کے واسطے جبرئیل ایک معتدل انسان بن گئے) یہ واقعہ بھی اس قبیل سے ہے جو قضیب البان موصلی سے منقول ہے یہ حضرات ابدال میں سے تھے کسی شخص نے جب ان کو نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا تو نماز نہ پڑھنے کی تہمت لگائی تھی اور سختی سے اعتراض کیا تھا۔ آپ فوراً اس کے سامنے مختلف صورتوں میں منتقل ہوئے اور پوچھا: تم نے کون سی صورت میں مجھے نماز پڑھتے نہیں دیکھا؟ کرامتوں کی اس قسم

میں بزرگوں کے بہت واقعے ہیں۔ متاخرین میں سے بعض کے لئے جو واقع ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی شخص نے ایک بوڑھے درویش کو قاہرہ کے مدرسہ سلوفیہ میں ترتیب کے خلاف وضو کرتے دیکھا تو پوچھا کہ حضرت آپ ترتیب کے خلاف وضو کرتے ہیں فرمایا: میں نے تو ترتیب کے موافق ہی وضو کیا ہے مگر تم دیکھتے ہی نہیں اگر دیکھ سکتے تو ایسے دیکھتے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مکہ مکرمہ دکھا دیا، پھر اسے مکہ معظمہ لے گئے اور اس شخص نے خود کو مکہ معظمہ میں پایا۔ اور کئی سال وہیں رہے حکایت لمبی ہے جس کا بیان طویل ہو جائے گا۔

(۱۳) حق تعالیٰ کا ان حضرات کو زمین کے ذخیروں پر مطلع فرما دینا، جیسے کہ ابو تراب کے واقعہ میں ہے کہ جب انہوں نے زمین پر پیر مارا تو زمین میں سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ برآمد ہو گیا۔ ابن السکلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں آئندہ کی طرح دو کرامتیں ہیں اللہ تعالیٰ کا پانی کو غیر جگہ میں پیدا فرما دینا اور زمین کا ان کے پیر مارنے والے بزرگ کی فرمانبرداری کرنا اور ایک بزرگ سے منقول ہے کہ حج کے راستہ میں پیاس لگی تو کسی کے پاس پانی نہ ملا ایک درویش کو دیکھا تو اس نے بھالے دار لاشی زمین میں گاڑ رکھی ہے اور اس کے نیچے سے پانی ابل رہا ہے۔ انہوں نے اس میں سے اپنا مشکیزہ بھی بھر لیا اور دوسرے حاجیوں کو بھی بتا دیا وہ بھی آئے اور اپنے اپنے برتن بھر کر لے گئے۔

(۱۴) زہریلی اور طرح طرح کی ہلاک کرنے والی اشیاء کا اثر نہ کرنا جیسے کہ ایک بزرگ کے لئے واقع ہوا ہے کہ ان سے کسی بادشاہ نے کہا تھا کہ تم مجھے کوئی کرامت دکھاؤ ورنہ میں تمام درویشوں کو ہلاک کر دوں گا۔ بادشاہ کے قریب کچھ اونٹ کی مینگنیاں پڑھی تھیں۔ آپ نے فرمایا: دیکھو! دیکھا تو وہ سونے کی تھیں اور بادشاہ کے پاس ایک خالی پیالہ رکھا تھا۔ آپ نے لیا اور اوپر اچھالا یا پھر پونچھا اور پانی بھرا ہوا لٹا کر دیا۔ مگر اس میں سے ایک قطرہ تک نہ گرا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تو جادو ہے پھر آپ نے بہت سی آگ روشن کرائی اور اشعار پڑھنے کا حکم دیا جب لوگوں پر وجد طاری ہو

گیا تو یہ بزرگ اور سب درویش آگ میں چلے گئے۔ پھر یہ نکلے اور بادشاہ کہہ کے ایک چھوٹے سے بچہ کو لے کر گھس گئے اور گھنٹہ بھر تک غائب رہے قریب تھا کہ بادشاہ بھی بچہ کی وجہ سے جل جاتا مگر کچھ دیر بعد بچہ کو نکال لائے تو اس کے ایک ہاتھ میں سیب اور دوسرے میں انار تھا اس کے باپ نے پوچھا کہ تو کہاں رہا؟ بچہ نے کہا میں باغ میں تھا۔ بادشاہ کے ہم نشینوں نے کہا: یہ تو کوئی شعبدہ ہے حقیقت نہیں ہے۔ اس پر بادشاہ نے ان سے کہا کہ اگر تم زہر کے اس پیالہ کو پی جاؤ تو میں تم کو سچا مان لوں۔ آپ نے اس کو اٹھا کر پی لیا۔ آپ کے تمام کپڑے جسم کے اوپر ریزہ ریزہ ہو گئے۔ اسی طرح کئی بار کیا گیا حتیٰ کہ کپڑے ٹھہر گئے اور جو پسینہ آیا ہوا تھا خشک ہو گیا مگر اس زہر نے ان کے جسم پر کوئی اثر نہیں کیا۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال

الاولیاء ص ۲۲ تا ۲۷)

نیز تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

محمد الحضری مجذوب

چلانے والے عجیب و غریب حالات و کرامات و مناقب والے تھے۔ کبھی کبھی چلاتے ہوئے عجیب عجیب علوم و معارف پر کلام کر جاتے اور کبھی کبھی استغراق کی حالت میں زمین و آسمان کے اکابر کی شان پر ایسی گفتگو فرماتے کہ اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ آپ ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش رہتے تھے۔ ایک بار ڈاکوؤں نے ان کے کپڑے چھین لینے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کے ہاتھوں کو ان کے پہلوؤں میں گاڑ دیا۔ ایک شخص نے آپ کی دعوت کی اور شہد پیش کیا آپ نے تناول فرما کر یہ فرمایا: شہد کو محفوظ رکھو کہ میں لوٹ آؤں اور کوئی پندرہ منٹ غائب رہ کر لوٹ آئے اور فرمایا: ہم نے اسرود میں منبوی رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھی اور ان کو دفن کر دیا ہے۔ پھر باقی شہد تناول فرمایا آپ کی وفات ۹۰۷ھ میں ہوئی ہے اور بھنسا کے ٹیلے پر دفن کئے گئے ہیں۔ آپ کا مزار وہیں ہے لوگوں کو معلوم ہے اور اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ (اشرف

علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۱۸۸)
تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

محمد الشربینی

شیخ بزرگ ولی صاحب کشف بڑے امام اور اولیاء کبار میں سے تھے۔ مشرقی نواح مصر کے درویشوں کی ایک جماعت کے شیخ اور صاحب حالات و مکاشفات تھے۔ تمام اطراف زمین پر ایسے کلام فرماتے تھے کہ گویا آپ کی پرورش وہیں ہوئی ہے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ جب ان کے بیٹے احمد بہت کمزور ہو گئے اور موت کے قریب پہنچ گئے اور حضرت عزرائیل روح قبض کرنے کے لئے آ گئے تو آپ نے حضرت عزرائیل سے فرمایا: اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ اور ان سے رجوع کرو کیونکہ اب یہ معاملہ منسوخ ہو گیا ہے حضرت عزرائیل واپس ہو گئے اور میاں احمد تندرست ہو گئے اور اس کے بعد تیس سال تک زندہ رہے آپ کو جس چیز کی گھر وغیرہ کے لئے حاجت ہوتی ہو امیں ہاتھ کر کے لیتے اور گھر والوں کو دے دیتے تھے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک سیاح سے روایت ہے کہ ان کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی اور کچھ بلاد تکرور میں تھی۔ آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے تھے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں اور انہی متفرق صورتوں میں اور مختلف شکلوں میں آتے جاتے رہنے کی وجہ سے کسی عالم نے ان پر ترک جمعہ کا اعتراض کیا تھا۔ تو پھر ان کو مکہ مکرمہ میں جمعہ پڑھتے دیکھا۔ آپ کے صاحبزادہ احمد فرماتے ہیں کہ آپ اپنی لائشی کو فرماتے کہ ایک بہادر انسان کی صورت میں ہو جاؤ تو وہ فوراً اس صورت میں ہو جاتی اور آپ اس کو اپنے کاموں میں بھیج دیتے تھے۔ اور پھر وہ لائشی کی لائشی بن جاتی۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۲۰۲-۲۰۳)

صفحات مذکورہ میں ہم نے کرامات کی جس قدر صورتیں بیان کی ہیں ان میں مردہ کو

زندہ کرنے سے لے کر لاٹھی کو آدمی بنانے تک کا ذکر آ گیا ہے۔ اسی طرح ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہونے سے لے کر موٹ کوٹا لے کر تک کا بیان آ گیا ہے۔

یہ وہ کرامات ہیں جن کو علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”جامع کرامات اولیاء اللہ“ میں مختلف مستند کتابوں سے جمع کیا ہے پھر ان کرامات میں سے انتخاب کر کے اشرف علی تھانوی صاحب نے ان کا اپنی نگرانی میں ترجمہ کرایا اور اس کا نام ”جمال الاولیاء“ رکھا اس اعتبار سے یہ کرامات تمام سلوف دیوبند پر حجت ہیں کیونکہ ان کو تھانوی صاحب کی مہر تصدیق و تائید حاصل ہے۔

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ کرامت قبولیت دعا سے بھی ہوتی ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کے خلاف عادت فعل ظاہر کرنے سے بھی ہوتی ہے اور یہ دونوں قسمیں غیر متنازع فیہ ہیں سرفراز صاحب نے کرامت کی جس قسم کا انکار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کا ولی خداداد طاقت سے اپنے اختیار اور کسب سے کوئی خلاف فعل عادت ظاہر کرے۔ ہم نے ”جمال الاولیاء“ میں سے یہ جس قدر کرامات ذکر کی ہیں یہ سب اسی قسم کی ہیں جس میں اولیاء اللہ نے خداداد طاقت سے اپنے اختیار اور کسب کے ذریعہ امور غیر عادیہ یا خلاف عادت افعال ظاہر کئے۔ پس ان میں کہیں دعا وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جن کے بارے میں مخالف مذکور لکھتے ہیں: لیکن معجزہ اور کرامت میں باوجود اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خلق سے صادر ہوتے ہیں نبی اور ولی کا اختیار نہیں ہوتا یہ خلاف امور عادیہ کے ان میں بندہ کا اختیار ہوتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر معجزہ اور کرامت میں کسب بھی نہیں ہوتا مولف مذکور کا یہ کہنا کہ اہل حق معجزہ کو خدا تعالیٰ کا فعل کہہ کر دھوکہ دہی کے مرتکب ہیں یا افعال عادیہ اور غیر عادیہ میں خلق اور کسب کے لحاظ سے تفریق کرنا بدہمتہ باطل ہے خالص جہالت اور علم و بصیرت سے محرومی کی واضح ترین نشانی ہے۔

(اتمام البرہان ص ۴۹-۵۰)

اب سوال یہ ہے کہ دھوکہ دہی خالص جہالت اور علم و بصیرت سے محرومی کی واضح نشانی ایسے تبرکات ہمارے ساتھ ہی مختص ہیں یا ان تبرکات میں سے، اساطین علماء اسلام اور خاص طور پر آپ کے تھانوی صاحب کو بھی کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟

معجزہ اور کرامت کے بارے میں جو مخالف مذکور نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے کسب (قصد) اور اختیار کا دخل نہیں ہوتا۔ بحمد اللہ قرآن کریم، احادیث شریفہ، متعدد اسیانید علماء اسلام اور سلوف دیوبند کے حوالوں سے ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے معجزات اور کرامات نبی اور ولی کے کسب اور اختیار سے بھی ثابت ہوتے ہیں اور مخالف مذکور نے اپنے زعم پر جو نا تمام اور نامکمل حوالے پیش کئے تھے ان کی تکمیل کے ساتھ ان کا محمل بھی متعین کر دیا ہے۔

معجزہ اور کرامت کے بعد اب ہم تصرف (خداداد طاقتوں کا اظہار) پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے ”توضیح البیان“ میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تصرف ثابت کیا تھا۔ لیکن مخالف مذکور نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے لئے تصرف کا مطلقاً انکار کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں: یہ یاد رہے کہ ہم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء عظام کے ایسے تصرفات کے منکر ہیں جن میں ان کے فعل اور کسب کا دخل ہو اور جو فعل حقیقتاً ان کی طرف منسوب ہو جیسا کہ مولف مذکور کہتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قدر قدرت اور طاقت دی ہے جس سے مخلوق کے بواطن پر تصرف کر سکتے ہیں بلفظ ہم کہتے ہیں کہ ایسی قدرت اور طاقت اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہاں معجزہ اور کرامت حق ہے۔ لیکن معجزہ اور کرامت میں نبی اور ولی کا فعل اور کسب نہیں ہوتا وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے۔ جو ان کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔

(اتمام البرہان ص ۱۰۱-۱۰۲)

چند سطر بعد لکھتے ہیں: الغرض! معجزہ اور کرامت کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی اہل بدعت مغالطہ کا شکار ہیں اور ایسے تصرفات صرف قلوب ہی میں نہیں بلکہ عالم میں بھی رونما ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا ان میں کسب اور دخل نہیں ہوتا اور ان میں فعل صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوتا ہے۔ (اتمام البرہان ص ۱۰۲)

مولف مذکور یعنی غلام رسول سعیدی نے یہ کہیں بھی نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء

کرام کی طرف افعال حقیقتاً منسوب ہوتے ہیں، یہ مخالف مذکور کا ہم پر خالص افتراء ہے۔ ہم نے ”توضیح البیان“ میں بھی یہی لکھا ہے: حقیقت میں ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ البتہ بندہ کسب یعنی قصد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر فعل پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس پر متعدد حوالوں کے ساتھ بحث گزر چکی ہے۔ معجزہ اور کرامت میں بھی بتلا چکے ہیں کہ ان میں نبی اور ولی کے کسب کا دخل ہوتا ہے۔

تصرف

مخالف مذکور لکھتے ہیں کہ تصرف خواہ بواطن قلب میں ہو یا عالم ظاہر میں اس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے کسب کا دخل ہوتا ہے اور یہ کہ تصرف انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کا فعل نہیں ہوتا اور نہ کسی نبی یا ولی کو اللہ تعالیٰ نے تصرف پر قدرت دی ہے (محصلاً اتمام البرہان، ص ۱۰۲) تصرف کی تشریح اور اس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کے اختیار پر ہم بعونہ تعالیٰ بادلائل بحث پیش کر رہے ہیں۔ فنقول وبالله التوفیق

تصرف سے مراد ہے خداداد طاقت کا ظہور یعنی اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کو ایسی طاقت عطا فرماتا ہے، جس سے وہ لوگوں کے قلوب اور اس جہان میں ایسے افعال کو صادر کرتے ہیں جو عام اسباب عادیہ سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ لیکن باقی افعال کی طرح ان افعال کا خالق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی عزت افزائی کے لئے انہیں خلاف عادت قوت اور طاقت عطا فرماتا ہے اور اسی خداداد طاقت سے امور غیر عادیہ کے اظہار کو تصرف کہا جاتا ہے۔

آئیے! اب قرآن کریم کی روشنی میں دیکھیں کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کو یہ تصرف (خداداد قوت) حاصل ہے یا نہیں؟

تھانوی صاحب اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْفَكُنِي	(حضرت سلیمان علیہ السلام) نے کہا: اے
لَا أَحَدٌ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ	میرے رب! میرا قصور معاف کر اور مجھ کو
الْوَهَّابُ ۝ فَخَرْنَا لَهُ الْوَلِيمُ تَجْرِي	ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر

بِأَمْرِهُ رُحَاءٌ حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَ الشَّيْطَانِ كُلِّ هَنَاءٍ ۝ وَ غَوَاصٍ ۝ وَ آخِرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (ص: ۳۵-۳۹)

نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں۔ سو ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے ہیں نرمی سے چلتی اور جنت کو بھی ان کے تابع کر دیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں۔

ان آیات کی تفسیر میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں تم کو خازن و حارس نہیں بنایا جاتا جیسا دوسرے ملوک خزان کے مالک نہیں ہوتے بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا ہے مالکانہ تصرفات کے مختار ہو۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بیان القرآن ج ۲ ص ۸۸۹)

غور فرمائیے! تھانوی صاحب نے اپنی اس تفسیر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہواؤں اور جنات میں مالکانہ تصرفات کا مختار قرار دیا ہے۔ بنا بریں یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مطلقاً تصرف حاصل نہیں ہوتا؟

یہ تو عالم ظاہر میں تصرف پر دلیل ہے اور باطن میں انبیاء علیہم السلام کے تصرف پر یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی بن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرا قرأۃ انکرتھا علیہ ثم دخل اخر بقراءۃ سوء قرأۃ صاحبہ فلما قضینا الصلوۃ دخلنا جمیعاً علی رسول اللہ ﷺ فقلت ان هذا قراءۃ سوی قرأۃ صاحبہ

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اس نے نماز میں اس طرح قرآن پڑھا جو میرے لئے نیا تھا۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے پہلے سے بھی مختلف طریقہ پر قرآن پڑھا۔ جب ہم سب نے نماز پڑھ

فامرہا رسول اللہ ﷺ فقراً
فحسن النبی ﷺ شانہما فسقط فی
نفسی من التکذیب ولا اذکنت فی
الجاهلیۃ فلما رای رسول اللہ ﷺ
ما قد نخشینی ضرب فی صدری ففقت
عرقاً و کمانہ انظر الی اللہ عزوجل فرقا
فقال لی یا ابی ارسل الی ان اقرأ علی
حرف فردت الیہ ان محون علیامتی
فرد الی الثانیۃ اقرأ علی حرفین
فردت الیہ ان محون علیامتی فرد الی
الثالثۃ اقرأ علی سبعة احرف
الحدیث۔ (امام ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری
متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۳)

لی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: اس
شخص نے اس دوسرے شخص کے مخالف
طریقہ پر قرآن پڑھا ہے۔ حضور ﷺ
نے ان دونوں کو حکم دیا ان دونوں نے قرآن
پڑھا اور حضور ﷺ نے ان دونوں کی
تحسین کی۔ اس وقت میرے دل میں زمانہ
جاہلیت سے بھی زیادہ حضور ﷺ کی
تکذیب واقع ہوئی۔ جب رسول اللہ
ﷺ نے میرے دل کی حالت کو دیکھا تو
آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے
میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور یوں لگتا تھا جیسے میں
اللہ عزوجل کے سامنے خوف زدہ کھڑا ہوں۔
پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابی! پہلے
قرآن صرف ایک لغت پر نازل ہوا میں
نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت پر
آسانی فرما پھر مجھے دو لغتوں پر قرآن پڑھنے
کی اجازت دی پھر میں نے تیسری بار دعا
مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سات لغات پر
پڑھنے کی اجازت دی۔

اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ حضور ﷺ جب ابی بن کعب کی دلی حالت پر
مطلع ہوئے تو آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا جس کے اثر سے ان کے دل سے تکذیب یا
اس کا دوسرہ زائل ہو گیا اور جب انہوں نے حضرت حق کا مشاہدہ کیا تو سابقہ دوسرہ پر پانی

پانی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں پر تصرف کرنے کی یہ واضح دلیل ہے۔

تھانوی صاحب نے قاسم نانوتوی صاحب کی کرامت کے ذکر میں لکھا ہے: منصور علی، نانوتوی صاحب کے شاگرد تھے۔ منصور علی ایک لڑکے کے عشق میں گرفتار ہو کر بالکل بے کار ہو گئے۔ جب اس کی محبت کے اثر نے انہیں بالکل عاجز کر دیا۔ تو وہ نانوتوی صاحب کی خدمت میں آئے (محصلاً) آگے آپ تھانوی صاحب کی زبان سے سنئے۔

میں ایک دن تنگ آ گیا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ محبت میری رگ و پے میں سرایت کر گئی مجھے تمام امور سے بیکار کر دیا کیا کروں اور کہاں جاؤں آخر عاجز آ کر دوڑا ہوا حضرت کی خدمت میں پہنچا اور مودب عرض کیا کہ حضرت میری اعانت فرمائیے۔ عاجز ہو چکا ہوں ایسی دعا فرمادیجئے کہ اس لڑکے کا خیال تک میرے قلب سے محو ہو جائے تو ہنس کر فرمایا۔ بس مولوی صاحب کیا تھک گئے بس جوش ختم ہو گیا میں نے عرض کیا کہ حضرت میں سارے کاموں سے بے کار ہو گیا، نکما ہو گیا اب مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا۔ خدا کے لئے میری امداد فرمائیے فرمایا بہت اچھا۔ بعد نماز مغرب جب میں نماز سے فارغ ہوں تو آپ موجود رہیں میں نماز پڑھ کر چھتہ کی مسجد میں بیٹھا رہا۔ جب حضرت صلوٰۃ الاوابین سے فارغ ہوئے تو آواز دی مولوی صاحب! میں نے عرض کیا: حضرت حاضر ہوں میں سامنے حاضر ہوا اور بیٹھ گیا فرمایا کہ ہاتھ پھیلاؤ میں نے ہاتھ بڑھایا میرا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر میری ہتھیلی سے اس طرح رگڑا جیسے بان باٹے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے عیاں دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں اور ہر چہار طرف سے نور اور روشنی نے میرا احاطہ کر لیا ہے۔ گویا میں دربار الہی میں حاضر ہوں میں اس وقت لرزاں اور ترساں تھا کہ ساری عمر مجھ پر یہ کپکپی اور یہ خوف طاری نہیں ہوا تھا میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور بالکل خودی سے گزر گیا۔ اور حضرت برابر میری ہتھیلی پھیر رہے ہیں۔ جب ہتھیلی پھیرنا بند فرمایا تو یہ حالت بھی فرو ہو گئی فرمایا جاؤ میں اٹھ کر چلا آیا۔ دو ایک دن کے بعد حضرت نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: حضرت اس لڑکے کا تصور یا عشق تو کجا دل میں اس لڑکے کی گنجائش تک باقی نہیں فرمایا: اللہ کا شکر کرو واللہ علی ذالک۔ (اشرف علی تھانوی متوفی

(۱۳۶۲ھ، ارواحِ مشکۃ ص ۲۹۳-۲۹۴)

اس حکایت میں غور فرمائیے! نانوتوی صاحب نے مولوی منصور علی کی درخواست کے باوجود اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگی بلکہ اپنی ہتھیلی اس کی ہتھیلی پر رگڑ کر اس کو عرش کے نیچے پہنچا دیا اور جلوہ حق دکھا کر مولوی صاحب کے دل سے اس لڑکے کی محبت نکال دی۔ اب بتلائیے! یہ دلوں پر تصرف نہیں تو اور کیا ہے اور اس عمل کے تصرف ہونے میں اب بھی تردد ہو تو اس کرامت کے تحت تھانوی صاحب کا حاشیہ پڑھ لیجئے۔ لکھتے ہیں:

حاشیہ حکایت (۲۵۱) قولہ عیاناً دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں الخ یہ ایک اثر تھا کہ مشابہ اس اثر کے جو حدیث مسلم میں وارد ہے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، ارواحِ مشکۃ ص ۲۹۳-۲۹۴)

ابی بن کعب کے سینہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مارنے سے جو ان کے قلب کی کیفیت بدل گئی اگر صرف ہم اس کو تصرف کہتے تو آپ نجائے کیا کیا تاویلات کر کے ہمیں جاہل، کوتاہ فہم، علم و حکمت سے عاری اور نہ جانے کیا کیا کر ڈالتے۔ لیکن اب آپ کے تھانوی صاحب نے نانوتوی صاحب کے تصرف کو ثابت کرنے کے لئے اسی حدیث ”مسلم“ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف مان لیا ہے تو اب آپ کیا کہیں گے؟

آئیے! تھانوی صاحب کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں پر تصرف کا ایک اور واقعہ آپ کے پیش خدمت کر دیں۔

تصرف کی سرخی قائم کر کے لکھتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف کا ثبوت

روى الترمذی فی ماجاء فی السجدة فی	امام ترمذی نے ”باب ماجاء فی السجدة
النجم عن ابن عباس قال سجد رسول	فی النجم“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
الله ﷺ فیہا یعنی النجم	سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ
والمسلمون والمشاكون والجن و	صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم پڑھ کر سجدہ کیا اور
الانس الحدیث وکثیرا ما یقع السؤال	آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں اور مشرکوں

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عن سبب سجدة المشركين و اقرب
الاجوبة عندی كونها بتصرف النبى
ﷺ و فيه اثبات التصرف ولو
قلیلا من الكاملین لا سیما النبى
ﷺ۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ،
بادر النوا در ص ۱۹۱)

نے بھی سجدہ کیا۔ مشرکین کے سجدہ کے
بارے میں اکثر سوال کیا جاتا ہے اور
میرے نزدیک اس کا بہترین جواب یہ
ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کے تصرف کے
سبب تھا اور اس حدیث میں کاملین کے
تصرف کی دلیل ہے۔ خصوصاً حضور ﷺ
کے لئے خواہ یہ تصرف کم مقدار میں ہی ہو۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تصرف کو ثابت کرنے کے بعد ہم آپ کے سامنے
اولیاء کرام کا تصرف پیش کرتے ہیں اور اس مرتبہ بھی ثبوت کے لئے پہلے تھانوی صاحب ہی
کے حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔
تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

(۱۶) تصرف: یہ جماعت اولیاء سے بہت ہی منقول ہے بیان کیا جاتا ہے کہ بارش ایک
بزرگ کے پیچھے پیچھے چلا کرتی تھی اور متاخرین میں ایک بزرگ شیخ ابوالعباس شاعر
ہوئے ہیں وہ بارش کو کچھ درہموں کے بدلہ فروخت کیا کرتے تھے اور ان سے اس
باب میں اس قدر واقعات روایت ہیں کہ عقل کو انکار کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال اولیاء ص ۲۴)

بارش کا ہونا نہ ہونا امور تگوینیہ میں سے ہے۔ مخالف مذکور اس کا اختیار نبی کے لئے بھی
مانتے اور تھانوی صاحب لکھتے ہیں ابوالعباس بارش کو بیچتے پھرتے تھے۔
نیز تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

فقیہ حسین ابدال نے اپنی ”تاریخ“ میں بیان کیا ہے کہ جب شیخ علی الابدال کا انتقال
ہوا تو شیخ ابوالغیث بن جمیل ان کی تعزیت کے لئے آئے اور یہ سب لوگ اپنے شیخ علی
الابدال مذکور کے گاؤں ہی میں مقیم تھے۔ شیخ علی نے کہہ دیا تھا کہ وہ ایسا کریں گے اور
وصیت کی تھی کہ وہ اس مقام پر ٹھہریں نہیں اس لئے جب تیسرا دن ہوا شیخ محمد الحکمی نے شیخ

ابوالغیث سے عرض کیا کہ آج رات آپ اور آپ کے درویشوں میں سے کوئی یہاں نہ ٹھہرے کیونکہ آپ لوگوں میں جو رات کو یہاں رہے گا وہ مرجائے گا۔ شیخ ابوالغیث اور ان کے سب ساتھیوں نے تو جانے کا ارادہ کر لیا لیکن ایک شخص محمد حکمی کی بات کو بعید سمجھ کر رہ گیا اور شام کو وہیں رہا تو صبح کو مرا ہوا پایا گیا۔ شیخ محمد نے کہا: اسی طرح شیخ ابوالغیث کیے جائیں گے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس کے واسطے تہامہ میں سکونت نہیں ہے۔ تو شیخ ابوالغیث تہامہ میں ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ یہاں تک کہ شیخ محمد الحکمی کا انتقال ہو گیا۔ پھر سولہ سال پہاڑوں میں رہے اور روایت کیا جاتا ہے کہ شیخ ابوالغیث جب کبھی اترنے کا ارادہ کرتے شیخ محمد حکمی ان کے حالات پر کچھ تصرف کر دیتے۔ جب شیخ حکمی صاحب کا انتقال ہو گیا تو یہ اپنے پیروں میں سے کوئی چیز بیڑیوں کی طرح کھول رہے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس کے اثر سے ہے جو شیخ محمد حکمی رحمۃ اللہ علیہ ہم پر تصرف کیا کرتے تھے۔ آپ کا انتقال ۶۱۷ھ میں ہوا ہے۔ (اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ، جمال اولیاء ص ۲۵)

تھانوی صاحب نے اس واقعہ میں شیخ محمد حکمی کے جس قسم کے تصرف کو ثابت کیا ہے کہ وہ جس جگہ کے بارے میں چاہتے تو کسی کو رہنے نہ دیتے اور اگر کوئی شخص رہ جاتا تو زندہ نہ رہتا اس کے علاوہ شیخ ابوالغیث پر ایسا تصرف کیا وہ سولہ سال پہاڑوں میں جکڑے رہے تصرف کے یہ واقعات ان لوگوں کے لئے دیدہ عبرت ہیں جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے لئے تصرف ماننے کو شرک سے کم نہیں کہتے۔

تھانوی صاحب ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن ابی المجد المرشدی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور یہ حضرت رشدی صاحب ولایت میں تصرف فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابو العباس سبکی تصرف فرماتے تھے خدا تعالیٰ ہم سب کو ان دونوں سے نفع پہنچائے مناوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات رمضان ۷۳۷ھ میں ہوئی اور اپنے حجرہ میں مدینۃ المرشد میں مدفون ہیں۔ (اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ، جمال اولیاء ص ۱۳۲)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

محمد شمس الدین حنفی

مصری و شاذلی ہیں مصر کے جلیل القدر مشائخ سادات عارفین طریق کے ارکان اور استادوں کے صدر اکابر ائمہ زبردست علماء میں سے ہیں منجملہ ان بزرگوں کے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عالم وجود میں ظاہر فرما کر عالم تکوین میں تصرف عطا فرمایا مغیبات سے گویا کیا خبر عادات اور قلب ماہیات دیا اور ان پر عجائب کو ظاہر فرمایا لوگوں نے ان کے حالات میں مستقل تالیفیں کی ہیں۔ (اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ، جمال اولیاء ص ۱۵۸)

دیکھ لیجئے! تھانوی صاحب نے محمد شمس الدین حنفی شاذلی کے بارے میں وہ سب کچھ لکھ دیا ہے کہ اگر ہم ان میں سے ایک چیز بھی حضور ﷺ کے لئے مان لیں تو سلوف دیوبند ہم کو کافر اور مشرک سے کم نہیں کہتے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

و حقیقت آنست کہ آنچه مرید از
شیخ تعلیم و استفادہ نموده است
علوم و قواعد و آداب و سلوک است
و تصرف نیز کہ شیخ مرید کرده۔
(شرح فتوح الغیب ص ۱۰۲)

اور حقیقت یہ ہے کہ مرید جو شیخ سے تعلیم و استفادہ کرتا ہے وہ علوم اور قواعد اور آداب اور سلوک میں اور تصرف بھی شیخ مرید میں کرتا ہے۔

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

بیرون آمدن از بیضۂ بشریت کنایت
از ان است و موقوف است بجریان
عادت بر تربیت و تصرف شیخ
کامل۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ)

بشریت کے خول سے باہر آنا بطور عادت شیخ کامل کی تربیت اور اس کے تصرف پر موقوف ہے۔

کامل۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ)

شرح فتوح الغیب ص ۱۰۴

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اور حجت الاسلام امام محمد غزالی نے فرمایا: جن سے زندگی میں امداد حاصل کی جاتی ہے ان سے وفات کے بعد بھی امداد حاصل کی جاتی ہے۔ مشائخ عظام سے بعض نے کہا کہ میں نے چار حضرات کو دیکھا کہ وہ جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے اسی طرح وہ اپنی قبروں میں بھی تصرف کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ایک شیخ معروف کرخی اور دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہما اور ان کے علاوہ دو کا اور نام لیا اور ان کا مقصد ان چار کو حصر کرنا نہیں تھا بلکہ محض اپنے مشاہدہ کو بیان کیا اور سیدی احمد بن مرزوق جو کہ دیار مغرب کے عظیم فقہاء و علماء میں سے ہیں ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا میت کی؟ میں نے کہا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میت کی امداد زیادہ قوی ہے۔ پس شیخ نے کہا کہ ہاں۔

و حجة الاسلام امام محمد غزالی گفته هر که استمداد کرده شود بوی در حیات استمداد کرده می شود بوی بعد از وفات و یکی از مشائخ عظام گفته است دیدم چهار کس را از مشائخ که تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرف هائے ایشان در حیات خود یا بیشتر و شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر راز اولیاء شمرده و مقصود حصر نیست آنچه خود دیده و یافته است گفته و سیدی احمد بن مرزوق که از اعظم فقہاء و علماء و مشائخ دیار مغرب است گفت کہ روزی شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی قوی است یا امداد میت من گفتم قومے می گویند کہ امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی تر است شیخ گفت نعم۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اختصار)

(المعات ج ۱ ص ۷۱۵)

اس عبارت میں صاف طور پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اولیاء کرام کے لئے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تصرف ثابت کیا ہے۔ خواہ وہ زندہ ہوں یا قبر میں۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

ومنہم ختم دائرة الولاية قطب الوجود
سیدی محمد شاذلی البکری الشہید
بالحنفی الفقیہ الواعظ احد من صرفہ
اللہ تعالیٰ فی الکنون و ممکنہ من الاجوال
و نطق بالمغیبات و خرق لہ العوائد و
قلب لہ الاحیان۔ (علامہ ابن عابدین شامی
متوفی ۱۰۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۲)

اور اولیاء حنفیہ میں سے دائرہ ولایت کے
خاتم سیدی محمد شاذلی بکری حنفی ہیں اور یہ ان
اولیاء میں سے ایک ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ
نے امور تکوینیہ میں تصرف عطا کیا تھا۔ اور
انہیں احوال بدلنے پر قادر کر دیا تھا انہوں
نے غیب کی خبریں دیں اور ان کے ہاتھ پر
خلاف عادت افعال اور انقلاب حقائق
واقع کئے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پر سلوف دیوبند عموماً اور سرفراز صاحب خصوصاً اعتماد کرتے ہیں اور
ان کے بہ کثرت حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ ”تفہیمات الہیہ“ کا شاہ صاحب کی تصنیف
ہونا تو مشتبہ ہے لیکن ”انفاس العارفین“ ان کے آخری دور کی تصنیف ہے اس کے اخیر میں
حضرت شاہ صاحب نے اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ ولی الہی مسلک کو سمجھنے کے لئے یہ
کتاب حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر اس کتاب کے مندرجات کے خلاف کوئی شخص شاہ
صاحب کا کوئی قول پیش کرے گا۔ تو اگر اس کی اس کتاب کے مطابق تاویل ہو سکے گی تو
تاویل کی جائے گی ورنہ اس کے قول کو رد کر دیا جائے گا اور یہی سمجھا جائے گا کہ یہ شاہ
صاحب کا قول نہیں ہے الحاقی عبارت ہے۔ اس تمہید کے بعد ہم قارئین کے سامنے شاہ ولی
اللہ رحمہ اللہ کی تصرف اولیاء کے بارے میں تصریحات پیش کرتے ہیں۔

شاہ عبدالرحیم کے حالات بیان کرتے ہوئے ایک منکر ولایت کا حال لکھتے ہیں:

بعد از مدت این جانیز شکے و
اضطرابی پیدا کرد و ہم چنیں
کافی مدت بعد ادھر سے بھی اس کے دل
میں شک و اضطراب پیدا ہوا۔ اسی طرح وہ
بخدمت درویشان مے رفت و انکار
درویشوں کے ہاں آتا جاتا رہا اور انکار کرتا

مے کرد منتفع نمے شد روزے پیش
من آمد گفت هیچ کس صاحبے
تصرفے نیست بروے تاثیرے کردم
بے خود گشت و دران غیبت واقعہ
دید گویا خلعت سبز بوئے عطا نموده
اندچوں بافاقت آمد ہمہ واقعہ اورا
بگفتم اعتراف نمود اما اگر انکار
جبلی باشد چہ گونه گونه منقطع
گردد کاتب حروف گوید این واقعہ
دراز است اما مر ابجز این کلمہ کہ
خلعت سبز پوشانیدن است محفوظ
نماندہ واللہ اعلم از حضرت ایشان
اجمالاً و از بعضے یاراں تفصیلاً
شنیدہ ام کہ در بعض از حالات غلبہ
بہ بزمے توجہ نمودند اورا حالت
عجیبہ افتاد چند روز شعور علن و آب
نداشت و باخر ہمرد۔ (شاہ ولی اللہ متوفی
۱۱۷۶ھ، انفاس العارفين ص ۵۴)

رہا اور اس سبب سے کوئی نفع حاصل نہ
کر سکا۔ ایک دن میرے پاس آیا اور کہنے
لگا کہ کوئی شخص بھی صاحب تصرف نہیں
ہے، یہ سن کر میں نے اس پر توجہ ڈالی تو وہ
بے خود ہو گیا اور اسی بے خبری کے عالم میں
دیکھا کہ گویا اسے سبز خلعت دی گئی ہے۔
جب اسے افاقہ ہوا تو اس کا دیکھا ہوا واقعہ
بھی میں نے اسے بیان کر دیا۔ اس نے
واقعہ سن کر اعتراف کیا مگر فطرتاً منکر ولایت
ہونے کے سبب کوئی نفع حاصل نہ کر سکا۔
کاتب الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتے ہیں
کہ یہ واقعہ طویل ہے مگر مجھے سبز خلعت
پہنانے والا جملہ تک ہی یاد رہ سکا ہے واللہ
اعلم۔ حضرت والا (شاہ عبدالرحیم) سے
اجمالاً اور ان کے بعض دوستوں سے تفصیلاً
یہ بھی سنا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حالت
غلبہ میں بکری پر توجہ ڈالی تو اس پر ایک
عجیب حالت طاری ہو گئی، کئی دن اسے
گھاس اور پانی کا شعور تک نہ رہا اور بالآخر
مر گئی۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے دو تصرف بیان کیے
ہیں۔ ان میں دعایا توجہ الی اللہ کا ذکر نہیں ہے، بلکہ محض خداداد قوت کا اظہار اور مخلوق پر اثر
مرتب کرنے کا بیان ہے اور اسی کو تصرف کہتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ نے اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم کے ایک مکتوب کا کچھ حصہ نقل کیا اور اس کا آخری حصہ یہ ہے:

و قصہ بزرگان این طریقہ و متاثر شد حیوانات کہ تواتر رسیده و مشاهدات کثیر واقع شدہ لیکن از بعضی اکابر آن وقت تصرف ظاہر شود کہ مامور شوند از بعضی آن وقت کے مغلوب نسبت شوند از بعضی اکملین ہر وقتے کہ ایشان بخواهند و عجب تر آنکہ در ایام جوانی بعض یاران وقت توجہ چنان متاثر شدند کہ جثہ ایشان در ہوا رفت و باز بر زمین آمد توقع کہ چند مدت در دوام این نسبت جد و اجتناد نمایند کہ بحر دوام رسد کہ اثر در جمیع یاران خواہد شد۔ (شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاس العارفین ۷۲-۷۳)

بزرگان طریقت کے ایسے قصے اور حیوانات کے متاثر ہونے کی باتیں حد تو اترا تک پہنچی ہوئی ہیں اور ایسے مشاہدات کثرت سے واقع ہوئے ہیں مگر بعض اکابر سے آثار تصرف کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب وہ مامور ہوتے ہیں۔ بعض فقراء مغلوب النسبت ہو کر ایسے آثار دکھاتے ہیں اور بعض کاملین ایسے بھی ہو گزرے ہیں جو جب چاہتے یہ تصرف دکھا سکتے تھے۔ یہ عجیب بات بھی قابل ملاحظہ ہے کہ جوانی کے دنوں میں بعض احباب توجہ سے ایسے متاثر ہوئے کہ ان کا جسم ہوا میں اڑا اور پھر زمین پر لوٹا متوقع ہوں کہ کچھ عرصہ اس نسبت کو دوام بخشنے کے سلسلہ میں مجاہدات اور کوشش کریں گے تاکہ آپ کو اس میں دوام اور پختگی حاصل ہو اور آپ کے تمام احباب طریقت پر بھی اس کا اثر ظاہر ہو۔

اس اقتباس سے دو باتیں ظاہر ہوئیں ایک یہ کہ اولیاء کرام کا تصرف اور تاثیر تواتر سے ثابت ہے اور دوسرے بات یہ پتہ چلی کہ تصرف کرنا اولیاء اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں جس پر چاہتے ہیں تصرف کر دیتے ہیں اور یہ بات شاہ ولی اللہ لکھ رہے ہیں جو تمام سلوف دیوبند کے ماویٰ و ملجا ہیں۔

نیز شاہ ولی اللہ اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے ملفوظات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ عبدالاحد روایت تصرفات بعض اسلاف خود بیان مے کردند و حاضران گمان نمودند کہ این قسم تصرف از خواص ایشان بودہ است حضرت ایشان بودہ است حضرت ایشان بیارانی کہ در صحبت ایشان بودند اشارت کردند کہ فلاں و فلاں قصہ بیان کنند آنچہ تصرفات ایشان بچشم خود دیدہ بودند بیان کردند مضمون ہاشنیدہ کے بود مانند دیدہ اظہار نمودند و شبہ مرتفع شد و اشکال نماند۔

شیخ عبدالاحد ایک دن اپنے کچھ بزرگوں کے تصرفات بیان کر رہے تھے۔ جس سے حاضرین نے سمجھا کہ اس قسم کے تصرفات صرف انہی کے بزرگوں کا خاصہ ہے۔ حضرت والا نے قریب بیٹھے ہوئے دوستوں کو اشارہ کیا کہ فلاں فلاں قصہ بیان کرو۔ انہوں نے حضرت والا کے جو تصرفات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے، بیان کیے اور ”شنیدہ کے بود مانند دید“ کا سماں باندھ دیا۔ اس سے لوگوں کا شک مٹ گیا اور کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

نیز شاہ ولی اللہ شیخ ابوالرضا کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

استماع الفتاد کہ حضرت ایشان را در صغر سن چون در مہد خواہ بانیہند کسی از متصدی تحریک مہد ایشان مے شد مردم چونکہ مہد را دیدند کہ متحرک است و نزدیک وے کسی نیست تعجبائی کردند و نیز استماع الفتاد کہ مردمی از جن مامش عبد اللہ از حضرت ایشان علوم مے آموخت و معارف استماع مے سننے میں آیا ہے کہ حضرت شیخ کو زمانہ طفولیت میں جب جھولے میں سلاتے تھے۔ تو بغیر کسی ہلانے والے کے آپ کا جھولا چلتا رہتا تھا۔ لوگ یہ دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ عبد اللہ نامی ایک جن آپ سے علوم و معارف کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص بھی میرے سامنے آتا اس کے تمام احوال و افعال مجھ پر

روشن کر دیئے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک منکر میرے پاس آیا اور مشائخ کا انکار کرنے لگا میں نے اس سے کہا: اے کتے! تو انہیں کیا جانے؟ اس نے غصہ میں اپنی تلوار نکالی اور مجھ پر حملہ کرنا چاہا میں نے اس پر اپنے قہر و غضب کا تصرف ڈالا تو اسے آگ نظر آئی قریب تھا کہ وہ جل کر راکھ ہو جاتا اس نے توبہ و زاری کی اور میں نے اسے ہلاکت سے بچالیا۔

کرد حضرت ایشاں مے فرمودند کہ پیش من مے آبد جمیع احوال و افعال وے بر من منکشف مے گرد و یک بار منکر پیش من آمد و خواست کہ بر من حملہ کند بروئے تصرفے قہرے کردم آتشی دید نزدیک بود کہ سوخته گردد توبہ کرد و الحاح تمام نمود ازاں مہلکہ خلاص کردم (شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انقاس العارفين ص ۹۳)

شاہ ولی اللہ قدس سرہ حضرت شیخ ابوالرضا کے سلسلہ حالات میں تصرف کا ایک اور واقعہ لکھتے ہیں:

حافظ عنایت اللہ نے بیان کیا کہ ایک فارخ تحصیل عالم بحث و تکرار اور مذاکرہ سے انتہائی دلچسپی رکھتا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا کہ میں اس شہر کے تمام فاضل علماء کو مغلوب کر چکا ہوں، میں نے کہا کہ کبھی حضرت شیخ ابوالرضا محمد کی مجلس میں حاضر ہو کر ان کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا ہے؟ کہنے لگا: سنا ہے کہ وہ عوام کو ”تفسیر حسینی“ پڑھ کر سناتے اور اسی سے وعظ کہتے ہیں وہ کوئی صاحب فضیلت نہیں ہیں۔ میں نے کہا: نہیں! ایسا مت کہو بلکہ ان کی زیارت کرو تا کہ ان کا کمال علم اور

حافظ عنایت اللہ حکایت کرد کہ مردنے تحصیل کردہ بود و بمجادلہ و مذاکرہ شغفے تمام داشت روزے مرا گفت هیچ کس را از فضلاء این بلد نہ دیدم مگر کہ بروئے غالب آدمم گفتم گاہے حاضر شدہ مجلس شیخ ابو الرضاء محمد و زیارت کردہ ایشاں عوام را از تفسیر حسینی وعظ و تذکیر مے کنند و ایشاں را فضیلت نیست گفتم چنیں مگو ایشاں را زیارت کن تا کمال علم و حال ایشاں معلوم کنی در جمعہ آئندہ در مجلس

وعظ درآمد و در دل او خلع جان بکوف
کہ* مناظرہ نماید حضرت ایشاں
بر خطرہ وے مشرف شدند دروے
تائیر کردند و علم وے سلب نمودند
چنانکہ هیچ قاعدہ از صرف و نحو بر
حافظہ او نہ ماند تا بہ دیگر علوم چہ
رسید و از فہم کلام عاجز شد و
آنست کہ این حالت بتصرف
حضرت ایشاں واقع شدہ است
ندامت کرد و توبہ نمود بحسب
باطن بجناب ایشاں تضرع کرد
حضرت ایشاں او را علم او داند و
بحال اول باز آوردند۔ پس اظہار
نیامندی کرد فرمودند کہ من عالم
نیستم تذکیر مے کنم عوام را از
تفسیر حسینی در نیاز مندی زیادہ
کرد و گفت توبہ کردم از قول و
اعتقاد خود و مے خواہم کہ بہ حشما
بیعت کنم حضرت بیعت او گفتند
الواح منقشہ بہ کار نمے آید۔

(حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاں

العارفین ص ۹۳)

سیرت تم پر واضح ہو سکے۔ اگلے جمعہ وہ
مجلس وعظ میں آیا اور اس کے دل پر یہ
خیال گزرا کہ مناظرہ کرے حضرت شیخ نے
اس کے خیالات سے مطلع ہو کر تاثیر کے
ذریعہ اس کا علم سلب کر لیا۔ یہاں تک کہ
اور علم بجائے خود، صرف و نحو کا کوئی قاعدہ
بھی اس کے حافظہ میں نہ رہا اور آپ کا کلام
سمجھنے سے عاجز ہو گیا۔ سمجھ گیا کہ یہ حالت
حضرت شیخ کے تصرف سے واقع ہوئی ہے۔
نادم ہوا، توبہ کی اور خلوص دل کے ساتھ
حضرت کی خدمت میں گریہ و زاری کی
حضرت نے اسے سارا علم واپس کر دیا۔
اور پہلی حالت بحال کر دی اس نے اظہار
نیاز مندی کیا، آپ نے فرمایا: میں عالم
نہیں صرف ”تفسیر حسینی“ سے عوام کو نصیحت
کرتا ہوں، یہ سن کر وہ اور نیاز مندی کرنے
لگا اور کہا کہ اپنی بات اور عقیدہ سے توبہ کرتا
ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ سے بیعت کر
لوں۔ حضرت والا نے اسے بیعت میں
قبول نہ فرمایا اور فرمایا: لکھی ہوئی تختیاں کسی
کام نہیں آسکتیں۔

اشرف علی تھانوی صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے ملفوظات بیان کرتے ہوئے۔

لکھتے ہیں:

(ملفوظ نمبر ۲۲۳) فرمایا کہ ایک موحّد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوہ و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کو کھالیا۔ پھر بصورت آدمی ہو کر حلوہ کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔ (حاشیہ) قولہ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھالیا اقوال اس معترض کی عبارت کے سبب اس تکلف و تصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ اتحاد مرتبہ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام و آثار میں۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد المشتاق ص ۱۰۱)

تھانوی صاحب نے حاجی امداد اللہ صاحب کے ملفوظ پر حاشیہ لکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ موحّد صاحب خود تصرف کرنے پر قادر تھے۔

(ملفوظ نمبر ۲۷۹) فرمایا کہ میرے حضرت یعنی میاں جیون صاحب باوجود اخفاء حال کے ایسا تصرف قوی رکھتے تھے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی تھی۔ حافظ محمود صاحب مولانا مولوی مملوک علی صاحب ایک مرتبہ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بعد بیعت کے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھے تصور شیخ کی اجازت دیجئے تاکہ تصور شیخ کیا کروں حضرت نے فرمایا کہ جب محبت و عقیدت غلبہ کرتی ہے تب تصور شیخ کون کرتا ہے؟ غلبہ محبت سے تصور شیخ خود بخود بڑھ جاتا ہے۔ حضرت کے اسی فرمانے سے ایسا تصور شیخ ان پر غالب ہوا کہ ہر جگہ صورت شیخ کی نظر آتی تھی۔ چلتے چلتے حیران ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے کہ صورت شیخ کی سامنے کھڑی ہے جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں بھی صورت شیخ موجود ہے نماز میں سجدہ کی جگہ صورت شیخ دیکھ کر نماز کی نیت توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب تو نماز پڑھنی مشکل ہو گئی ہے کس کی نماز پڑھیں؟ حضرت کی ادنیٰ توجہ سے جیسے یہ حالت پیدا ہوئی تھی اور دوسری حالت ہو گئی۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد المشتاق ص ۱۱۲)

”الافاضات الیومیہ“ میں اشرف علی تھانوی صاحب کے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں جو ان کی زندگی میں ان کی نظر ثانی و اصلاح کے بعد شائع ہوتے رہے اور اس کتاب کو انہیں کی تصنیف کی حیثیت سے چھاپا گیا ہے۔ چنانچہ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے:

اس مجموعہ کا نام ”الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ“ تجویز کیا گیا ہے جس کے اجزاء ان شاء اللہ تعالیٰ مثل دیگر مسودات ضبط شدہ بعد نظر اصلاحی حضرت اقدس وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا مزید احسان یہ ہے کہ ساتھ کے ساتھ ان ”افاضات“ اور ان کی اشاعت ماہانہ کا بھی انتظام ”رسالۃ النور“ میں شروع ہو گیا ہے جس کے ذریعہ سے تازہ بتازہ ملفوظات ہدیہ مشتاقین ہوتے رہیں گے جن سے ان شاء اللہ غائبین کو حضوری کا حاضرین مجلس کو جو بالمشافہ بھی سن چکے ہیں قند مکرر کا لطف حاصل ہوگا۔ نصف شوال ۱۳۵۰ھ۔

(حافظ جلیل احمد، تمہید الافاضات الیومیہ ج ۷)

اس تمہید اور تعارف کے بعد تصرف کے سلسلہ میں اشرف علی صاحب تھانوی کے

ملفوظات سنئے۔

ملفوظ نمبر ۴۹

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ کبار میں مبتلا ہیں۔ گناہوں کو اختیار کرتے ہیں ان کو خوف اور خشیت کا استحضار نہیں بڑی ہی خطرناک بات ہے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ قیامت میں ہر عمل کی ہیئت مشاہد ہوگی۔ مثلاً کسی شخص نے کسی اجنبیہ سے زنا کیا تھا ویسے ہی زنا کرتا ہوا قیامت میں نظر آئے گا اعمال سے ایک خاص ہیئت پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی دنیا میں بعض اہل اللہ اور خاصان حق پر وہ ہیئت منکشف ہو جاتی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا آپ نے اس شخص کو سنانے کے لئے فرمایا کہ بعض لوگ ہماری مجلس میں آتے ہیں اور ان کی آنکھوں میں سے زنا ٹپکتا ہے۔ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ کے ہم عصر ایک بزرگ ہیں حضرت سید احمد کبیر رفاہی بہت بڑے اولیاء کبار میں سے ہیں۔ مگر حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ کے برابر مشہور نہیں ہوئے۔ بزرگوں کی باتیں بھی عجیب و غریب ہوتی ہیں یہ بھی مختلف الاحوال ہوتے ہیں اس میں ان حضرات کی شان مشابہ انبیاء علیہم السلام کے ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا فرمایا کہ بھائی تیری پیشانی سے شقاوت نمایاں ہے تجھ کو کیا مرید کروں؟ وہ بے چارہ مایوس ہو کر لوٹ گیا۔ حضرت کا صورت دیکھ کر فرما دینا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پر ہیئت اعمال

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

منکشف ہوئی ہوگی۔ یہ شخص حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا صورت دیکھ کر فرمایا: آؤ بھائی میں خود بھی ایسا ہی ہوں ان کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر دونوں ہیئت منکشف ہوئیں۔ شقاوت کی بھی اور اس سے آگے سعادت کی بھی۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کی تسلی و تشفی کی اور طریق میں داخل کر لیا۔ چند روز میں اس شخص کو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت فرمائی۔ یہ شخص حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھ کر فرمایا: آؤ بھائی میرے بھائی احمد کبیر کو اللہ نے ایسا تصرف دیا ہے۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۴۹)

اس ملفوظ میں تھانوی صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو تصرف عطا فرماتا ہے اور وہ شقاوت (بدبختی) کو سعادت (نیک بختی) میں بدل دیتے ہیں۔

ملفوظ نمبر ۵

فرمایا: ایک کام کی بات آئی یہ جو مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں بزرگ کی نسبت سلب جکری حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ نسبت قرب الہی کا نام ہے اس کو کوئی سلب نہیں کر سکتا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز حق تعالیٰ بندہ کو عطا فرمائیں دوسرا کون ہے جو اس سے سلب کرے؟ حقیقت اس کی صرف یہ ہے کہ کسی تصرف سے کسی کیفیت نفسانیہ کو مضحک کر دے جس سے نشاط کی جگہ غباوت پیدا ہو جاوے مگر وہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مقاومت نہ کی پھر اضلال عمل کے سبب اس کا اثر نسبت تک پہنچ جاتا ہے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۴۹)

ملفوظ نمبر ۱۱۱ میں ایک واقعہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

پیشین گوئی، تصرف و کرامت دولت ہیں مگر سب کے لئے نہیں بلکہ بعض کے لئے یہ

چیزیں حجاب ہیں۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۸۳)

ملفوظ نمبر ۱۹۰ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

یوں تو ہر امر میں دو درجہ ہیں۔ ایک عمل کا درجہ ہے اور ایک سہولت عمل کا۔ ہر شخص کا

خود توجہی یہی چاہتا ہے کہ سہولت کی تدبیر بتلائی جائے مگر شیخ کی طرف سے انتظار ہوتا ہے کہ

اپنی کوشش ختم کر کے دکھلا دو جب عاجز ہو جاؤ گے تب اہل تصرف تو اپنے تصرف سے اور اہل تدبیر اپنی تدبیر سے اس کا ازالہ ان شاء اللہ کر دیں گے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۶۵)

ملفوظ نمبر ۱۹۴۔ فرمایا: آج کل طریق کی حقیقت سے عوام تو کیا خواص تک ناواقف ہیں اور اس بے خبری کے سبب ہزاروں غلطیوں میں مبتلا ہو رہا ہے اور غلطی کا سبب اصل یہ ہے کہ اس کی طرف کسی کو بھی توجہ نہیں اور اگر کسی کو توجہ بھی ہوتی ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ مجھ کو کچھ بھی نہ کرنا پڑے اور کام بن جائے جیسے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک شخص بہت عرصہ تک پڑا رہا اس درمیان میں سینکڑوں لوگ آئے اور صاحب نسبت ہو کر چلے گئے۔ مگر یہ اسی خیال میں رہا کہ شیخ اپنے تصرف سے کچھ دے دیں تو لوں گا میں خود کچھ نہ کروں گا۔ شیخ کو اس کی اطلاع ہوئی یا تو کسی کی اطلاع کرنے پر یا بذریعہ کشف انہوں نے صاف کہہ دیا تم خود ہی کرو گے تو کچھ ہوگا اور تصرف کا اثر نہ ضروری ہے نہ دیر پا ہے۔ مرید کو وسوسہ ہونے لگا کہ شیخ صاحب تصرف نہیں ہیں اس لئے تاویلات کرتے ہیں شیخ کو اس کی بھی اطلاع ہو گئی انہوں نے عملی جواب دینا چاہا اس شخص سے فرمایا کہ ایک مٹکا پانی کا بھر کر خانقاہ کے دروازہ پر رکھو اور ایک پچکاری مول لا کر ہم کو دو چنانچہ ایسا کیا گیا۔ شیخ دروازہ پر پچکاری لے کر بیٹھ گئے جو شخص گزرتا پچکاری بھر کر اس پر پانی پھینکتے تھے اس شخص نے عرض کیا اور ہولی! فرمایا کہ تم کون دخل در معقولات جو تم سے کہا گیا وہ کرو جس پر شیخ کی پچکاری کی ایک چھینٹ بھی پڑ گئی وہی ”اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبداً و رسوله“ پڑھنے لگا ایک ہی تاریخ میں اپنے تصرف سے شیخ نے ہزاروں کافروں کو مسلمان بنا دیا۔ پھر اس شخص کو بلا کر فرمایا: دیکھا شیخ کا تصرف مگر تجھ سے چکی ہی پسواؤں گا یا تو پیسوا اور نہیں تو منہ کالا کرو۔ تب اس کی آنکھیں کھلیں اور اپنی اس حرکت پر ندامت ہوئی توبہ کی اور کام میں لگ گئے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۶۷-۱۶۸)

اس واقعہ کو تھانوی صاحب نے ملفوظ نمبر ۵۹۶ میں بھی درج کیا ہے۔
انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے تصرف کی بحث میں ہم اب اسماعیل دہلوی کی عبارت

پیش کر رہے ہیں! لکھتے ہیں:

القصد جب یہ یعنی دنیا و عقبی سے تبری اور بے تعلقی اس کے دل کے اندر جاگزیں ہو جاتی ہے اور اس کی طبیعت میں مستحکم ہو کر بیٹھ جاتی ہے اور مقام فناء ارادہ اسے پورا پورا حاصل ہو جاتا ہے تو عنایات غیبی اس کو برگزیدہ کر کے بہ منزلہ چیلہ خاص کے کر دیتی ہے جس طرح کے بادشاہان ذوالاقتدار اپنے بعض مطیعین کو تمام رعایا سے ممتاز کر کے چیلہ خاص کا خطاب اسے دے دیتے ہیں۔ پس جس طرح چیلہ خاص کو اپنے مولا کے سامان و لباس میں تصرف کرنے کی مطلق اجازت ہوتی ہے اور اپنے مولیٰ کی تمام سلطنت کو اپنی طرف نسبت دے سکتا ہے مثلاً بادشاہ ہندوستان کے چیلہ خاص کو حق پہنچتا ہے کہ کہے کہ ہماری سلطنت شہر کابل سے لے کر سمندر کے کنارہ تک ہے۔ اسی طرح ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ والے عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے پر مطلق ماذون و مجاز ہوتے ہیں اور ان بزرگواروں کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت کریں مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔ معنی اس کلام کا یہ ہے کہ عرش سے فرش تک ہمارے مولیٰ کی سلطنت ہے اور سب چیزوں کی طرف ہماری نسبت مساوی ہے یا اس طرح کہیں کہ کسی چیز کو ہمارے ساتھ خصوصیت نہیں کہ وہ ہماری طرف ہو اور اس کے سوا دوسری چیزیں ہماری طرف منسوب نہ ہوں۔ (اسماعیل دہلوی، صراط مستقیم ۱۵۷)

اس عبارت میں اسماعیل دہلوی صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ اہل مراتب عالیہ اہل مناصب رفیعہ (یعنی انبیاء کرام اور اولیاء عظام) تمام عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے مطلقاً ماذون اور مجاز ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام اس کائنات میں خداداد قوت کا اظہار کرتے ہیں اور تصرف کے باب میں ہی ہمارا مطلوب ہے۔

تصرف کے مباحث کو ہم نے احادیث شریفہ، علامہ شامی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی شاہ ولی اللہ، حاجی امداد اللہ مہاجر کی اور دیوبند کے مسلم اکابر اشرف علی تھانوی اور اسماعیل دہلوی کی صاف اور صریح عبارات سے ثابت کر دیا ہے۔ اب اگر اس کے خلاف کسی کی

عبارت میں کوئی معنی پایا جائے تو وہ مؤول ہے۔ یعنی اس کی تاویل یہ ہوگی کہ جیسے کہ اللہ تعالیٰ بالاستقلال تمام کائنات میں مدبر اور متصرف علی الاطلاق ہے اسی طرح کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مدبر اور متصرف نہیں۔ ”اتمام البرہان“ میں اس بحث میں جس قدر عبارات پیش کی گئی ہیں اس سب کا یہی محمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطاء اور دین سے اور اس کی اجازت سے اس کے مقربین اس جہان میں تصرف کرتے ہیں جس کے ثبوت میں اس قدر وافر تعداد میں حوالے اور دلائل قارئین کرام کی نظر سے گزر چکے ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ ”اتمام البرہان“ میں تصرف کے خلاف عبارتوں کی جوہم نے تاویل پیش کی ہے اور اس کا مطلب بیان کیا ہے اگر وہ مطلب معتبر نہ مانا جائے تو ان دلائل کے مقابل میں وہ تمام حوالے مردود قرار پا جائیں گے۔

تکوین

تکوین بھی ایسا موضوع ہے جس میں بعض مبتدعین دیوبند اختلاف کرتے ہیں۔ تکوین کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں عادتاً اسباب کے تحت نہیں ہوتیں (اگرچہ فی الواقع ان کا بھی کوئی سبب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس کائنات میں کوئی پتہ بھی ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا) اللہ تعالیٰ کے مقربین یعنی انبیاء اور اولیاء خدا داد قوت سے ان پر لفظ ”مکن“ سے یا اس کے بغیر تصرف کر کے ان کو وجود میں لے آتے ہیں امور تکوینیہ میں تصرف کی بہت سی صورتیں ہیں جو دلائل کے ضمن میں قارئین کرام پر ظاہر ہو جائیں گی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ بعض مبتدعین دیوبند انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے لئے تکوینی اختیارات نہیں مانتے۔ چنانچہ مخالف مذکور لکھتے ہیں:

اہل بدعت حضرات کا یہ فاسد خیال ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکوینی اور تشریعی احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے آپ تمام جہان میں تصرف کرتے ہیں، رزق تقسیم کرتے ہیں اور نفع و ضرر دینے کے مجاز ہیں معاذ اللہ اور یہ بے بنیاد عقیدہ روح اسلام کے سراسر خلاف اور توحید پر ضرب کاری ہے۔ (محمد سرفراز صغدر، تنقید متین ص ۲۱۸)

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں:

جھگڑا صرف اس بات میں ہے کہ کیا آنحضرت ﷺ مافوق الاسباب طریق پر متصرف اور مختار کل تھے یا مافوق الاسباب طریق پر آپ تکوین امور میں تصرف کیا کرتے تھے؟ (محمد سر فراز صفر، راہ ہدایت ص ۱۹۹)

سردست ہم تکوینی امور میں حضور ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء کے تصرفات کو احادیث شریفہ، مستند علماء اسلام اور خود مخالفین کے مسلم اکابر کی عبارات سے بطور ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ فنقول وبالله التوفیق۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فان قيل اذا اعطى الحق تعالى بعض خواصه في هذه الدار صرف كن هل يتصرف بها ام الادب تركه فالجواب كما قاله الشيخ في الباب السابع و السبعين و مائة ان من ادب اهل الله تعالى اذا اعطا هم الله تعالى التصرف بلفظة كن في هذا الدار لا يتصرفون بها لان محلها الدار الاخرة و لكنهم جعلوا مكان لفظة كن بسم الله ليكون التكوين لله تعالى ظاهرا كما صوله باطنا فان قيل ان رسول الله ﷺ اكثر الخلق ادبا و قد استعملها في بعض الغزوات فالجواب انها استعملها ﷺ في غزوة تبوك بحضرة اصحابه بيانا للجواز ولا نه كان ماذونا له في اظهار المعجزات و هذه المسئلة من

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اس دنیا میں صرف ”کن“ عطا فرماتا ہے۔ تو کیا وہ اس حرف ”کن“ سے تصرف کرتے ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب شیخ محی الدین ابن عربی نے یہ دیا ہے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں لفظ ”کن“ کے ساتھ تصرف دیا ہے تو اس دنیا میں اس کے ساتھ تصرف نہ کریں کیونکہ اس کا محل دار آخرت ہے۔ لیکن یہ خاص بندے ”کن“ کی جگہ ”باسم اللہ“ رکھتے ہیں تاکہ جس طرح تکوین باطنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ظاہراً بھی خاص ہو جائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ادب کرنے والے ہیں اس کے باوجود آپ نے بعض غزوات میں لفظ ”کن“

قبیلہا فقال ~~کن~~ کن ابا ذر کان ابا
ذر وقال لعسیب النخل کن
سیفان کان سیفا۔ (علامہ عبدالوہاب شعرانی
متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۱۳۷)
استعمال کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ حضور
ﷺ نے غزوہ تبوک میں صحابہ کے
سامنے لفظ ”کن“ کے ساتھ بیان جواز
کے لئے تصرف کیا ہے، کیونکہ حضور ﷺ
اظہار معجزات میں ماذون تھے اور معاملہ
بھی اس قبیل سے ہے۔ پس حضور ﷺ
نے فرمایا: ابو ذر ہو جا اور ابو ذر ہو گئے اور
کھجور کی شاخ کو فرمایا کہ تلواریں ہو جا اور وہ
تلواریں ہو گئی۔

تحت بلقیس کو جو آصف بن برخیا نے ایک آن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا
کر حاضر کر دیا تھا اس کی تحقیق میں علامہ آلوسی شیخ اکبر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:
ان آصف تصرف فی عین العرش
فأقدمه فی موضعه وأوجدہ عند
سلیمان من حیث لا یشعر احد بذالك
الا من عرف الخلق الجدید الحاصل
فی کل آن وکان زمان وجوده عین زمان
عدمه وکل منها فی آن وکان عین قول
آصف عین الفعل فی الزمان فان القول
الکامل بمنزلة کن من الله
تعالی۔ (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ،
روح المعانی، پ ۱۹ ص ۲۰۵)
حضرت آصف نے بعینہ عرش میں تصرف
کیا اور اس کو اس کی اپنی جگہ سے معدوم کر
دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے
موجود کر دیا۔ بایں طور کہ کسی شخص کو اس کا
پتہ نہ چل سکا (سوا اس شخص کے جو ہر آن
میں خلق جدید کو پہچانتا ہے) اور اس کے
وجود کا زمانہ بعینہ اس کے عدم کا زمانہ تھا اور
یہ سب کچھ ایک آن میں ہو گیا اور اس وقت
آصف کا کہنا بعینہ ان کا فعل تھا کیونکہ کامل
کا قول اللہ تعالیٰ کے ”کن“ کے منزلہ میں
ہوتا ہے۔

اشرف علی صاحب تھانوی حاجی امداد اللہ علیہ کے ملفوظات مع اپنے حواشی کے نقل

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱۰۷) فرمایا کہ ”قم باذن“ قرب نوافل سے مرتبہ الوہیت میں یا کہ عروج میں پیش آتا ہے۔ جیسا کہ ٹمس تبریز پر گزرا اور ”قم باذن اللہ“ قرب فرائض ہے اور یہ نزول بعد العروج پیش آتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مرتبہ میں تھے اور یہ مرتبہ اعلیٰ ہے اول سے شرک کو کفر کہنا اس کو بھی جہل ہے۔ (حاشیہ) قولہ ”قم باذن“ قرب نوافل ہے۔ اقوال جس کی تعبیر اصطلاحی اس عنوان سے کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ فاعل ہو اور عبد آلہ اور یہ اول سے اعلیٰ ہے۔ سو ”قم باذن“ میں احیاء کی اسناد عبد کی طرف ہے اور ”باذن اللہ“ میں حق کی طرف تفصیل و تحقیق اس مسئلہ کی ”مسائل مشنوی“ میں مذکور ہے۔ قولہ شرک و کفر کہنا اس کو بھی جہل ہے اقوال جس کا منشاء نادانانہ فنی ہے۔

تھانوی صاحب اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں:

ملفوظ نمبر ۱۰۶:

ایک اہل علم کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تگونی کارخانہ مجذوبین سے متعلق کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی اس لئے تشریع کے مکلف نہیں ہوتے اور ان کی بعض خد متیں شرع پر منطبق نہیں ہوتیں۔ مثلاً اگر مسلمانوں اور کفار میں مقابلہ ہو تو مسلمانوں کا غلبہ مقصود تشریحی ہے اور ایسا ہونا بعض اوقات خلاف مصلحت اور حکمت ہوتا ہے۔ اس لئے ایسی جماعت کے سپرد کیا گیا جس کو اس سے کچھ بحث نہیں اور ایسا کام سالک کب کر سکتا ہے اور اس کو کیسے جائز ہوتا؟ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میرا رجحان پہلے اس طرف تھا۔ مجذوبین اجتہاد نہیں کرتے محض امر صریح کے قبیح ہیں اور ملائکہ کے متعلق بھی یہی خیال تھا کہ وہ محض نصوص کے قبیح ہیں مگر حدیث جبریل: ”انہ دس الطین فی قم فرعون مغافاة ان تدرك الرحمة“ سے نیز حدیث ”القائل التائب من الذنب اختلف فيه ملائكة الرحمة والعذاب“ سے اس طرف رجحان ہو گیا کہ ملائکہ اجتہاد بھی کرتے ہیں:

”وكذا المجذوبين وزاد الرجحان بقعة الاشراق ان المجذوبين مختلفون

فی احکام بقاء السلطنة وتهدیلها“۔ (اشرف علی تھانوی معونی ۱۳۶۲ھ، الاقاخات الیومیہ ج

(ص ۷۹)

آخری عربی عہارت کا ترجمہ یہ ہے کہ مجذوبین کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس حکومت کو چاہیں باقی رکھیں اور جس کو چاہیں بدل دیں۔ سعیدی۔

ملفوظ نمبر ۳۶: ایک مولوی صاحب نے عرض کیا: حضرت سنا ہے کہ یہ امور تگونیہ مجذوبین کے متعلق ہوئے ہیں بدون عقل کے وہ کیسے کام کرتے ہوں گے؟ ان کے متعلق ہونا صحیح ہے اور گو ان میں عقل نہیں ہوتی۔ لیکن جو کام ان کے سپرد کیا جاتا ہے اس میں عقل کی ضرورت نہیں اس لئے اس کو بخوبی انجام دیتے ہیں۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، الاقاضاں الیومیہ ج ۱ ص ۴۰)

ملفوظ نمبر ۲۳۲ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس کی کیا حقیقت ہے؟ یہ مجذوب کیسے ہو جاتے ہیں؟ فرمایا: حقیقت اس کی یہ ہے کہ کوئی وارد ایسا قوی ہوتا ہے جس سے عقل مسلوب ہو جاتی ہے اور یہ سب مجاہدہ ہی کی برکت ہے کہ یہ درجہ نصیب ہو جاتا ہے پہلے سے کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ یہ کرتے کیا تھے اسی وارد سے پیالہ چھلک گیا تب سب نے دیکھ لیا یہ حقیقت ہے مجذوبیت کی اور یہی مجذوب ہیں جن کے سپرد کارخانہ تگونیہ ہے اور نظام کے ذمہ دار ہیں۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، الاقاضاں الیومیہ ج ۱ ص ۱۹۸)

ملفوظ نمبر ۵۳۲:

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اقطاب التکوین مجازیب زیادہ ہوتے ہیں دیوبند میں ایک دلائی مجذوب شہاب الدین تھے۔ میرا طلب علمی کا زمانہ تھا ہم طالب علم ان کو چھیڑا کرتے تھے کہ دعا کرو کہ فلاں فلاں جاتے رہیں حالانکہ وہ تگونیہ ان کے حامی تھے۔

ملفوظ نمبر ۲۶۹:

فرمایا کہ قطب التکوین کو اپنی قطبیت کا علم ضروری ہے۔ مگر قطب الارشاد کو ضروری نہیں ابدال وغیرہ بھی تگونیہات سے متعلق ہیں، قطب الارشاد میں تعدد ضروری نہیں قطب

الٹکویں متعدد ہوتے ہیں مگر قطب الاقطاب تمام عالم میں ایک ہوتا ہے اس کا نام غوث ہے اہل کشف ان کو پہچانتے ہیں قطب الٹکویں دہما اور قطب الارشاد احیانا متعدد بھی ہوتے ہیں۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۲۱۱)

ملفوظ نمبر ۴۳۹:

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ چشتیوں کے بادشاہ ہیں چشتیت تو ہند میں وہیں سے جاری ہوئی۔ فرمایا کہ ہندوستان میں تو سلطنت چشتیوں کی حضرت کی وجہ سے ہے ایک انگریز نے ہندوستان سے انگلستان میں جا کر کہا تھا کہ ہندوستان میں تمام سفر میں ایک بات عجائبات میں سے دیکھی کہ ایک مردہ اجیر کی سرزمین میں پڑا ہوا تمام ہندوستان پر حکومت کر رہا ہے۔ فرمایا کہ لوگوں کے قلوب میں حضرت خواجہ صاحب کی بڑی عظمت ہے۔ حتیٰ کہ ہندوؤں تک کے قلوب میں عظمت ہے۔ اجیر میں تو اکثر ہندو حضرت کے نام کی قسم کھاتے ہیں۔ سلاطین اسلام کے قلوب میں بھی عظمت کا یہی حال تھا۔ اکبر بادشاہ نے کئی بار دار الخلافہ سے اجیر تک پیدل سفر کیا ہے، یہ عظمت نہ تھی تو اور کیا تھی؟ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۳۰۹)

استعانت و استمداد

جب انسان کسی مشکل اور مصیبت میں گرفتار ہو تو اصل اور اوٹی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت سے نجات کے لئے دعا مانگے، اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ اپنے بندوں کی کوتاہیوں کو جانتے ہوئے بھی ان سے صرف نظر فرما کر اس کی مصیبت دور کر دیتا ہے۔ قبولیت دعا کے لئے حضور سید المرسلین، دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عباد صالحین کا وسیلہ پیش کرے تو اس سے دعا کی استجابت زیادہ قریب ہو جاتی ہے۔ سوائے ابن تیمیہ اور اس کے قبیحین کے مسلمانوں کا کوئی گروہ اس کا منکر نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین کو مصیبت کے وقت مدد کے لئے پکارنا اور انبیاء اور صالحین کا غیر عادی طور پر ان کی مدد کرنا یہ بھی شرعاً جائز اور درست ہے اور صالحین امت کا اس پر عمل رہا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین مافوق الاسباب طور پر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

امداد کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہاں کوئی سبب نہیں ہوتا اور مطلقاً اسباب کی نفی ہوتی ہے آخر یہ مقربین اللہ تعالیٰ کی جس خداداد قوت اور طاقت سے مدد کرتے ہیں وہ بھی تو ایک سبب ہے۔ اس لئے ان کا مافوق الاسباب امور میں مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عام اسباب عادیہ سے ہٹ کر مدد کرتے ہیں اور اس کی وضاحت پہلے بھی کی جا چکی ہے۔ نیز انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین کا مدد کرنا صرف ان کی خداداد قوت پر موقوف نہیں ہے بلکہ یہ تقدیر کی موافقت کے ساتھ مشروط ہے جو اذن الہی کے مترادف ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے نہ چاہے انبیاء کرام اور صالحین عظام مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ یہ عقیدہ تو (العیاذ باللہ) شرک سے بھی بدتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کے بغیر اس کائنات میں کوئی ذرہ ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے مقربین الہی کی امداد وہیں موثر ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت ہوتی ہے۔ اور انبیاء کرام اور صالحین عظام کو جو اللہ تعالیٰ یہ طاقت عطا فرماتا ہے جس سے وہ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں یہ ان کی عزت و شان دکھلانے کے لئے ہے۔ شفاعت و وجاہت (۱) کو بھی اس

۱۔ شفاعت و جاہت کا مطلب وہ نہیں ہے جو اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ اس کو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہئے۔ سوسنا چاہئے کہ شفاعت کہتے ہیں۔ سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے یہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جائے۔ اور کوئی امیر وزیر اس کو اپنی شفاعت سے بچالے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کو پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی قصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے، سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جلد اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے، اس لئے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دینے کے بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفاعت و جاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی۔ سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جانب سے ہر گز برہنہ نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی یا ولی کو یا امام و شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصل مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان کلاں ص ۲۱) واقعی ایسی شفاعت شرک ہے، لیکن شفاعت و جاہت کی یہ تعریف نہیں ہے جو اسماعیل دہلوی نے اپنی عبادت سے سمجھی ہے بلکہ شفاعت و جاہت کی تعریف وہ ہے جو رئیس المتکلمین حضرت شاہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۲۷۸ھ نے بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش (بقیہ آگے)

لئے مقرر فرمایا ہے تاکہ انبیاء کرام کی شان اور وجاہت ظاہر ہو ورنہ اللہ تعالیٰ بغیر شفاعت کے بھی تمام گنہگاروں کو بخش دینے پر قادر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت کو خود زائل کرنے پر بھی قادر ہے اور اپنے فضل سے لوگوں کی مصیبتیں دور فرماتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبین اور مقررین کی عزت و جاہت ظاہر کرنے کے لئے انہیں یہ طاقت اور قوت عطا فرمائی ہے اس لئے اس کو بتوں سے استمداد پر قیاس کرنا خالص جہالت ہے کیونکہ بت ایسے وسائل ہیں جن کی قوت اور طاقت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور انبیاء کرام اور صلحاء عظام کی خداداد قوت اور طاقت پر بے شمار ادلہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر معجزہ، کرامت، تصرف اور تکوین کی بحث میں گزر چکا ہے۔ نیز بت مشرکین کے ایسے وسائل ہیں جو خود ساختہ ہیں اور انبیاء اور صالحین ایسے وسائل ہیں جو خدا ساختہ ہیں۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے اور اپنے متعلقین میں اسے عزت و امتیاز بخشا ہے، ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گناہ گاروں کی معافی کے لئے اسے بات کرنے کی اجازت ہے، اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش مانی جاتی ہے، اگر اس معزز شخصیت کی عرض اور سفارش کو نہ مانا جائے تو اس کے رنجیدہ ہونے سے اس شخص کو (جس کی بارگاہ میں سفارش کی گئی ہے) کوئی رنج یا نقصان نہیں پہنچے گا۔ لیکن اس کی عرض کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے، یہ شفاعت و جاہت ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے شفاعت کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنی سفارش اور وجاہت کا معنی لحاظ اور عزت ہے کسی لفظ سے ڈر اور فکر نہیں سمجھا جاتا۔ (تحقیق الفتویٰ ص ۷۳) امام فضل حق خیر آبادی نے جو شفاعت و جاہت کا معنی بیان کیا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ ایک شب رسول اکرم ﷺ امت کی مغفرت کے خیال سے رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا: اے جبرائیل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور تمہارا رب خوب خوب جانتا ہے اور ان سے پوچھو کہ وہ کیوں روتے ہیں؟ پس حضور کے پاس جبرائیل علیہ السلام گئے اور دریافت کیا، حضور نے انہیں (امت کی مغفرت کی فکر سے) آگاہ کیا، جبرائیل اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا تھا وہ بتلایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہو: ”انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک“ کے خلاف ہو گا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے، اس لئے شفاعت و جاہت یا شفاعت محبت کے ذریعہ گناہ گاروں کو معاف فرما کر اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین کی شان و جاہت اور شان محبوبیت ظاہر فرمائے گا، ورنہ وہ شفاعت کے بغیر بھی گناہ گاروں کو بخش سکتا ہے اور بخشے گا۔ سعیدی غفرلہ

ہم نے سطور بالا میں یہ ذکر کر دیا ہے کہ مقررین کی امداد اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے موافق اس کے اذن کے تابع اور اس کی شریعت سے ہم آہنگ ہوتی ہے اس لئے یہ لغو اور دقیا نوی سوال نہیں اٹھایا جاسکتا کہ اگر انبیاء کرام ایسی ہی قوت کے حامل ہوتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کو مسلمان کیوں نہیں کر دیا یا باوجود کفر کے اسے جنت میں کیوں نہیں پہنچا دیا؟ کیونکہ پہلی صورت تقدیر کے خلاف ہے اور دوسری صورت شریعت کے خلاف۔

انبیاء کرام اور صالحین عظام سے مدد طلب کرنے کا نظریہ کوئی عقیدہ قطعیہ نہیں ہے کہ اس کا ماننا ضروری ہو اور اس کا انکار کفر ہو اور اسے ثابت کرنے کے لئے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہو متکلمین نے بیان کیا ہے کہ عقائد کی دو قسمیں ہیں عقیدہ قطعیہ اور عقیدہ ظنیہ۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی فرماتے ہیں:

ان العقائد قسمان قسم لا بد فیہ من تحصیل یقین لوجوب الواجب وحدتہ وقسم ظنی لایکن فیہ تحصیل یقین کفضیلۃ الرسل علی الملک فلا پاس فیہ باتباع الظن لا جماعہم علی ایراد هذا القسم فی کتب العقائد فما یقع فی کلام بعض المتکلمین من اسقاط الادلۃ الظنیۃ فلیس بموجہ۔

(علامہ عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ،
نبراس، ص ۲۴)

کرنے کا جو ذکر ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

اس لئے انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے استمداد اور استعانت کا مسئلہ زیادہ سے زیادہ عقیدہ ظنیہ کے تحت آتا ہے۔ اس لئے اس کے اثبات کے لئے عقائد قطعیہ ڈھونڈنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں غیر اللہ سے استعانت کو

نا جائز اور شرک قرار دیا ہے۔ اس لئے اللہ سے استمداد کے لئے دلیل قطعی سے کم کوئی چیز نہیں ہونی چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے مطلقاً غیر اللہ سے استعانت کو منع نہیں فرمایا بلکہ ”من دون اللہ“ کی استمداد اور استعانت سے منع فرمایا ہے اور انبیاء اور اولیاء کرام العیاذ باللہ ”من دون اللہ“ نہیں بلکہ ”من اللہ“ ہیں دوسری واضح ترین بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے مشرکین کو ان سے استعانت کرنے سے منع کیا ہے اور ظاہر ہے کہ بت مشرکین کے خود ساختہ وسائل تھے۔ بہ خلاف انبیاء کرام اور صلحاء عظام کے کہ وہ خدا ساختہ وسائل ہیں۔ تکلیف اور مصیبت کے وقت انبیاء کرام اور صلحاء عظام کی استعانت کے جواز کے لئے یہ کافی ہے کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک کے تمام مسلمان اس قسم کی استعانت کرتے رہے اور ہر دور کے علماء اس استعانت کو اپنی تصانیف میں نقل کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام امت مسلمہ کا اس استعانت کے جواز پر اجماع ہو گیا ہے اور اجماع سے قوی کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ اب ہم اس موضوع پر سب سے پہلے حدیث نبوی ﷺ پیش کر رہے ہیں۔

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں (ہم نے بعض جگہ اس روایت میں ضرورت کے پیش نظر علامہ زرقانی کی شرح بھی شامل کر دی ہے):

(طبرانی نے) ”معجم صغیر“ میں ام المومنین	و فی المعجم الصغیر من حدیث میمونۃ
حضرت میمونہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ	انہا سبعتہ ﷺ یقول فی متوضئہ
حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور	لیلا لبیک لبیک لبیک ثلاثا نصرت
ﷺ وضو فرما رہے تھے تو آپ ﷺ	نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت یا
نے دوران وضو تین بار فرمایا ”لبیک“ اور	رسول اللہ سمعتک تقول فی متوضئک
تین بار فرمایا: تمہاری مدد کی گئی۔ جب	لبیک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت
حضور ﷺ وضو کر کے آئے تو میں نے	نصرت ثلاثا کانک نصرت تحکم انسانا
پوچھا: آپ نے تین بار ”لبیک“ اور تین	فہل کان معک احد فقال ﷺ ہذا
بار ”مدد کی گئی“ فرمایا جیسے کسی انسان سے	راجز بنی کعب یستصرخنی (یستغیث

بہ) و یزعم ان قریشا اعانت علیہم بین
بکر ثم خرج علیہ الصلوۃ والسلام فامر
عائشۃ ان تجهزہ ولا تعلم احدا قالت و
دخل علیہ ابوبکر فقال یا بنیۃ ما
هذا الجہاز فقال والله ما ادری فقال
والله ما هذا زمان غزو بنی الاصغر
فاین یرید الله ﷺ قالت والله لا
علم لی قالت (میمونۃ) فاقینا ثلاثا ثم
صلی الصبح فی الناس فسمعت الراجز
ینشدہ یا رب انی ناشد محمدا خلف
ابینا و ایہ الاتلدا ان قریشا اخلفوک
الموعد و نقض میثاقتک الموکد و زعموا
ان لیست دعوا احدا فانصرہاک الله
نصر ابداد و ادم عباد الله یاتوا المدد
فیہم رسول الله قد تحردا ان سیم
فسخا وجہہ تریدا قال فی القاموس و
ترید یعنی بامر تغیرا انتہی و زاد ابن
اسحق ہم بیتونا بالوتیز هجرا و قتلنا
رکعاً و سجداً و زعموا ان لست ادعوا
احدا و ہم اذل و اقل عدداً فقال لہ
رسول الله ﷺ نصرت یا عمرو بن
سالم فکان ذالک ما ہاجر فتح مکة و قد
ذکر المزار من حدیث ابن ہریرۃ

گفتگو کر رہے ہوں۔ کیا آپ کے ساتھ
کوئی شخص تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ
بنو کعب کا ایک شخص تھا جو رزمیہ شعر پڑھ کر
مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور اس کا خیال تھا
کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی
ہے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ کو
سفر کی تیاری کا حکم دیا اور فرمایا: اس بات کی
کسی کو خبر نہ دینا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی
ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا: اے بیٹی! یہ کیسی
تیاری ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:
خدا کی قسم! مجھے کوئی علم نہیں، حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! یہ زمانہ رومیوں سے
جنگ کا نہیں ہے پھر حضور ﷺ کہاں
جانے کا ارادہ کر رہے ہیں؟ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے کہا: خدا کی قسم! مجھے کوئی علم نہیں۔
حضرت میمونہ کہتی ہیں: ہم تین دن مدینہ
میں ٹھہرے پھر تیسرے دن حضور ﷺ
نے صبح کی جماعت کرائی تو میں نے ایک
شخص کی آواز سنی جو یہ رزمیہ اشعار پڑھ رہا
تھا: اے رب! میں محمد ﷺ کو اپنے اور
ان کے آباء کی مدد کے لئے بلا رہا ہوں، وہ
حملہ کیوں نہیں کرتے؟ بے شک قریش نے

(بہ اسناد حسن موصول)۔

(علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، مواہب اللدنیہ مع

زرقانی ج ۲ ص ۲۹۰-۲۹۲)

(محمد ﷺ) آپ سے وعدہ خلافت کی ہے

اور انہوں نے مضبوط معاہدہ کو توڑ پھینکا ہے

اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ ہماری مدد

کے لئے کسی کو نہیں بلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ

آپ کو ہدایت پر قائم رکھے۔ آپ ہماری

ہمیشہ مدد کریں، دیگر اللہ کے بندوں کو

بلائیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ساتھ

ہوں اور جب حضور ﷺ ان معاہدہ شکن

لوگوں سے جنگ کریں گے تو آپ ﷺ

غضب ناک ہوں گے اور آپ کا مبارک

چہرہ متغیر ہو جائے گا۔ اور ابن اسحاق نے

ان اشعار کا بھی اضافہ کیا ہے: ان معاہدہ

شکن لوگوں نے ہم پر شب خون مارا جب

کہ بعض رکوع اور سجود کی حالت میں تھے

اور ان سب کو قتل کر دیا اور انہوں نے گمان

یہ کیا کہ میں مدد کے لئے کسی کو نہیں بلاؤں

گا، حالانکہ وہ ذلیل اور کم تعداد میں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو بن

سالم! تمہاری مدد کی جائے گی۔ یہ واقعہ فتح

مکہ کا سبب بنا۔ محدث بزار نے بھی اپنی

سند حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے

یہ اشعار بیان کیے ہیں اور اس حدیث کی

سند حسن اور متصل ہے۔

حضور ﷺ نے بنو کعب کے جس شخص کی فریاد سنی وہ شخص اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔ حضور ﷺ نے خداداد قوت سے دور سے بطور امور غیر عادیہ کے اس کی فریاد سنی اور اس کی مدد فرمائی۔

چنانچہ اس کی شرح میں علامہ زرقانی تحریر فرماتے ہیں:

ففي اخباره به قبل قدومه علم من اعلام النبوة باهر فاما انه اعلم بذلك الوحي و علم ما يصوره الراجزي نفسه او يكلمه به اصحابه فاجابه بذلك انه كان يرتجزي سفره و اسبعه الله كلامه قبل قدومه بثلاث ولا بعد في ذلك فقد روى ابو نعيم مرفوعا اني لا سمع اطيع السماء وما تلام ان تتط الحديث۔ (علامہ محمد عبدالباقی متوفی ۱۱۲۲ھ، زرقانی شرح مواہب ج ۲ ص ۲۹۰-۲۹۱)

حضور ﷺ نے جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو اس فریادی کے آنے سے پہلے اس کی فریاد کی خبر دی۔ یہ حضور ﷺ کے علم نبوت میں سے بالکل ظاہر ہے۔ یا اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضور ﷺ کو مطلع کیا اور آپ ﷺ نے جان لیا کہ وہ فریادی اپنے آپ سے یا اپنے احباب سے کیا کہہ رہا تھا؟ پھر حضور ﷺ نے اس فریادی کی پکار کا جواب دیا۔ یا وہ شخص دوران سفر اشعار میں فریاد کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس شخص کے آنے سے تین دن پہلے اس کا کلام سنا دیا اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ ابو نعیم نے مرفوعاً یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں آسمان کی آواز سنتا ہوں اور اس کی آواز پر ملامت نہیں ہونی چاہئے۔

اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ صحابی رسول نے تین دن کی مسافت سے مصیبت کے وقت حضور ﷺ سے مدد کے لئے فریاد کی آپ نے دور سے اس کی فریاد سنی اور مدد کرنے کی نوید سنائی اور پھر فتح مکہ کے ذریعہ اس شخص اور اس کے قبیلہ کی مدد ہوگی

اور یہی کچھ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت انبیاء علیہم السلام سے مدد طلب کرنا اور ان کو پکارنا جائز ہے اور اگر قضاء الہی کے موافق ہو تو وہ مدد بھی فرماتے ہیں۔

فائدہ

صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی شق یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ چاہے وہ رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں آجائے اور جو چاہے وہ قریش کی امان میں آجائے۔ بنو بکر قریش کی حفاظت میں آگئے اور بنو خزاعہ رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں آگئے (اور ان میں بہ کثرت لوگ مسلمان ہو گئے جیسا کہ عمرو بن سالم کے اشعار سے ظاہر ہے کہ انہیں رکوع اور سجود کی حالت میں قتل کیا گیا) بنو خزاعہ اس پہلے بھی حضور ﷺ کے حلیف تھے۔ صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی رو سے لازم تھا کہ اگر یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑیں تو قریش ان کے درمیان مداخلت نہیں کریں گے۔ اس حادثہ کا سبب یہ ہوا کہ بنو بکر کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہے یہ اشعار بنو خزاعہ کے ایک غلام نے سن لئے اور اس نے اس شخص کا سر پھاڑ ڈالا۔ اس وجہ سے دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ گئی۔ بنو بکر نے قریش سے مدد طلب کی اور قریش نے یہ سوچ کر اتنی دور سے رات کے وقت کے واقعہ کا حضور کو کیا علم ہوگا؟ رات کے وقت شب خون مارا اور بیس یا تیس مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ اس موقع پر عمرو بن سالم رات کو گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں رزمیہ اشعار پڑھ رہے تھے جس میں حضور ﷺ سے مدد طلب کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ان اشعار کو اپنے گھر میں سنا اور وہیں سے جواب دیا ”نصرت“ تمہاری مدد کی گئی“ پھر تین دن کے بعد وہ مدینہ پہنچے اور وہاں جا کر تفصیل سے واقعات بتلائے اور یہ واقعہ فتح مکہ کا سبب بنا۔ (ماخوذ از انسان العیون ج ۲ ص ۳-۴)

طبرانی کی جس روایت میں عمرو بن سالم کے حضور ﷺ سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے اس کو متعدد اجلہ محدثین نے ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

واخرجه الطبرانی من حدیث میمونۃ
طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت میمونہ
بنت الحارث مطولا و فیہ ایضا انها
سے روایت کیا کہ حضور ﷺ دوران وضو

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سبعۃ رسول اللہ ﷺ یقول لیلۃ
وهو فی متوضئہ نصرت نصرت فسالته
فقال هذا راجز بنی کعب یستصر خنی
وزعم ان قریشا اعانت علیہم بنی بکر۔
(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری
ج ۹ ص ۶۱)

فرما رہے تھے کہ ”تمہاری مدد کی گئی، تمہاری
مدد کی گئی“ حضرت میمونہ نے حضور ﷺ
سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنی
کعب کا ایک فریادی تھا جو مجھ سے مدد طلب
کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے
خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے۔

اس حدیث سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ مصیبت کے وقت حضور ﷺ کو دور سے
پکارنا اور آپ سے مدد طلب کرنا صحابہ کا طریقہ تھا اور اس پکار پر لبیک کرنا اور مدد فرمانا یہ حضور
ﷺ کا طریقہ تھا۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی ایک اور مقام پر پوری سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

عن ابن ماعد حدثنا یحییٰ ابن سلیمان
بن فضلة حدثنی عنی محمد بن جعفر
بن محمد عن ربیعۃ عن جدته میمونۃ
بنت الحارث ان النبی ﷺ قام
عندہا فی لیلۃ ہاثم قام فتوضاً للصلوۃ
سبعۃ یقول لبیک لبیک ثلاثا فقلت یا
رسول اللہ سبعۃ تکلم انسانا قال
هذا راجز بنی کعب یستصر خنی ویزعم
ان قریشا اعانت علیہم بنی بکر۔
(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ فی تمیز
الصحابہ ج ۲ ص ۵۳۶)

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی
ہیں کہ ایک شب حضور ﷺ نے ان کے
ہاں قیام فرمایا پھر حضور ﷺ وضو کے
لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے تین بار
”لبیک“ فرمایا پھر تین بار ”تمہاری مدد
کی گئی“ فرمایا، میں نے عرض کیا: یا رسول
اللہ! کیا آپ کسی انسان سے کلام فرما رہے
تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنی کعب کا
فریاد رس تھا جو مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا وہ
کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو
بکر کی مدد کی ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔

عمرو بن سالم بن کلثوم الخزاعی عمر بن سالم بن کلثوم خزاعی حجازی ہیں

حجازی حیث خراج مستنصر من مكة
الی المدینة۔ (حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ،
الاستیعاب فی معرفة الاصحاب علی ہاشم الاصابع ج ۲
ص ۵۴۰)

انہوں نے مدد طلب کرتے ہوئے مکہ سے
مدینہ کا سفر کیا۔

علامہ حلبی نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

و عن میمونۃ رضی اللہ عنہا ان رسول
اللہ ﷺ بات عندها لیلة قالت
فسمعتہ یقول لبیک لبیک ثلاثا فلما
خرج قلت یا رسول اللہ سمعتک تقول
لبیک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت
نصرت ثلاثا کانک تکلم انسانا فهل
کان معک احد قال ہکذا راجز بنی
کعب یعنی خزاعة یزعم ان قریشا
اعانت علیہم بکر بن وائل ای بطن
منہ وہم بنو نعاثۃ۔ (علی بن برہان الدین
حلبی متوفی ۱۰۴۲ھ انسان العیون ج ۳، ص ۵)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ ایک شب ان کے پاس تھے
حضرت میمونہ نے سنا کہ حضور ﷺ نے
تین بار ”لبیک“ اور تین بار ”تم مدد کیے
گئے ہو“ فرمایا: جب حضور ﷺ تشریف
لائے تو میں نے عرض کیا: حضور ﷺ!
میں نے آپ ﷺ سے تین بار
”لبیک“ اور تین بار ”تم مدد کیے گئے ہو“
سنا کیا آپ ﷺ کسی انسان سے گفتگو
فرما رہے تھے؟ کیا آپ کے ساتھ کوئی
تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنو کعب
(یعنی خزاعہ) کا ایک فریادی تھا جو یہ کہہ رہا
تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر (یعنی
ان کے ایک ٹولہ بنو نعاثہ کی) مدد کی ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

طبرانی در معجم صغیر از حدیث
میمونہ مے آرد کہ گفت شنیدم شبے
آن حضرت را کہ مے فرمود در متوضا

طبرانی نے ”معجم صغیر“ میں حضرت میمونہ
سے حدیث روایت کی ہے فرماتی ہیں کہ
ایک شب حضور ﷺ نے دوران وضو

تین بار ”لبیک لبیک“ فرمایا اور تین بار فرمایا: تیری مدد کی گئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس سے گفتگو فرما رہے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کون تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ خزاعہ سے بنی کعب کا ایک فریادی مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ قریش نے ہمارے قبیلے کے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے اور رات کو شب خون مارا ہے۔

لبیک لبیک سہ بار مے فرمود
نصرت نصرت سہ بار جوں برآمد
گفتم یا رسول اللہ شنیدم کہ تکلم مے
کنی آیا بود با تو کسیکہ تکلم مے
کردی یا وے گفت این راجز بنی
کعب بود از خزاعہ کہ از من طلب
نصرت مے نمایند وے گوید کہ قریش
اعانت بنی بکر کردند تا بہ سرما
شبخون آوردند۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی
متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۸۲)

اور شیخ عبد اللہ بن شیخ محمد بن عبد الوہاب لکھتے ہیں:

طبرانی نے اپنی ”معجم صغیر“ میں حضرت میمونہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شب سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ”لبیک“ اور تین بار ”تیری مدد کی گئی“ فرمایا، انہوں نے پوچھا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی انسان تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی کعب کا فریادی تھا جو مجھ سے مدد طلب کرتا تھا اور کہتا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنی بکر کی مدد کی ہے۔

وفي معجم الطبراني الصغير عن ميمونة
انها سمعت رسول الله ﷺ يقول في
متوضئه ليلاً لبیک لبیک (ثلاثاً)
نصرت نصرت (ثلاثاً) كانك تكلم
انساناً فهل كان معك أحد فقال هذا
راجز بنی کعب یستصرخنی و یزعم ان
قریشا اعانت علیہم بنی بکر۔

(شیخ عبد اللہ بن شیخ محمد بن عبد الوہاب متوفی
۱۳۴۲ھ، مختصر سیرت الرسول ص ۳۳۳)

قاضی عیاض مالکی بیان کرتے ہیں:

مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کا پاؤں سن ہو گیا۔ ان سے کہا گیا: جو شخص آپ کو

وردی ان عبد الله بن عمر خدرت رجله
فقيل له اذكر احب الناس اليك يزل

عنك فصاح يا محمداه فاحشرت۔ سب سے زیادہ محبوب ہو اسے یاد کیجئے

(قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۱۸)

حضرت عبداللہ بن عمر نے زور سے پکارا

”یا محمداہ ﷺ“ تو آپ کا پیر

ٹھیک ہو گیا۔

ملا علی قاری رحمہ الباری ”فصاح“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای فنادی باعلی صوتہ۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بلند

آواز سے پکارا۔

اور ”یا محمداہ“ کی شرح میں لکھتے ہیں:

وكانه رضى الله تعالى عنه قصد به حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اظہار محبت

اظہار المحبة في ضمن الاستغاثة۔ (ملا کے ضمن میں فریاد کی اور مدد طلب کی۔

علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم

الریاض ج ۳ ص ۳۵۵)

اور علامہ خفاجی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وهذا مصابعا لاهل المدينة۔ اہل مدینہ کے نزدیک یہ عمل معروف ہے۔

(شہاب الدین خفاجی متوفی ۷۰۱ھ، نسیم الریاض

ص ۳۳۵)

اس حدیث کو امام بخاری نے ”الادب المفرد“ ص ۱۴۲ مطبوعہ مصر میں روایت کیا

ہے۔ شوکانی نے ”تحفۃ الزاکرین“ ص ۲۳۹ میں۔ امام نووی نے ”کتاب الاذکار“ ص

۱۳۵ میں۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد حوالہ جات ہیں۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباس سے

بھی ایسے ہی مروی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تکلیف اور مصیبت کے وقت حضور ﷺ کی وفات

کے بعد بھی آپ کو پکارنا اور آپ سے غائبانہ مدد چاہنا حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت

عبداللہ بن عباس کی سنت ہے۔ اور یہ کہ ان کے پکارنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ان کا پیر ٹھیک ہو گیا اور تکلیف زائل ہو گئی۔

مخلوق سے استعانت کی قسمیں

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

جو استعانت و استمداد بالخلق باعتماد علم و قدرت مستقل مستمد نہ ہو شرک ہے اور جو باعتماد علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے اور جو باعتماد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد نہ حی یا میت ہو۔ اور جو استمداد بلا اعتماد علم و قدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل۔ پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالتاء والماء والواقعات التاریخیہ یہ کل پانچ قسمیں ہیں۔

پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کے لئے محض ان حضرات کے تصور اور تذکر سے قسم رابع ہے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بوادر النوار، ص ۱۵۹-۱۶۰)

تھانوی صاحب نے جو قسمیں بیان کی ہیں ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ مستقل یعنی ذاتی علم و قدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے۔ اس صورت کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے اور ہم بھی اسے شرک ہی سمجھتے ہیں۔

دوسری قسم یہ ہے کہ غیر مستقل یعنی عطائی علم و قدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے اور وہ علم و قدرت کسی صحیح دلیل سے ثابت نہ ہو تو یہ صورت بھی کفر و شرک نہیں بلکہ صرف معصیت ہے، یہ بھی ٹھیک ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ غیر مستقل یعنی عطائی علم و قدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے خواہ وہ مخلوق زندہ ہو یا فوت شدہ اور وہ علم و قدرت دلیل صحیح سے ثابت ہو تو یہ صورت قطعاً جائز درست ہے۔

اس تیسری قسم میں ہماری گفتگو ہے خیال رہے کہ تھانوی صاحب نے جواز اور عدم

جواز کا مدار استقلال اور عدم استقلال پر رکھا ہے جیسا کہ ہم نے ”توضیح البیان“ میں بیان کیا ہے۔ نہ امور مافوق الاسباب یا ماتحت الاسباب یا امور عادیہ یا امور غیر عادیہ پر جیسا کہ بعض مخالفین نے ”تنقید متین“ اور ”اتمام البرہان“ میں بیان کیا ہے۔

اسی قسم ثالث کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے۔ ”قسم ثالث ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی قوت کشف کے ذریعہ روحوں کو دیکھتے سنتے ہیں وہ اگر اولیاء کرام کی ارواح طیبات سے مدد طلب کریں تو یہ صورت قطعاً جائز اور درست ہے۔ واضح رہے کہ اس صورت کو قسم ثالث میں داخل کر کے تھانوی صاحب نے تین باتوں کا کھلا ہوا اعتراف کر لیا ہے۔

اول: انبیاء عظام اور اولیاء کرام کی ارواح مقدسہ سے (زندگی میں غائبانہ ہو یا بعد از وفات) مدد طلب کرنا قطعاً جائز اور درست ہے۔

ثانی: انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے عطائی علم اور قدرت اور اختیار کو انہوں نے دلیل صحیح سے ثابت مان لیا ہے کیونکہ قسم ثالث کو انہوں نے اس قسم کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

ثالث: کشف کی قوتوں کے ذریعہ ارواح کو دیکھنا سند دلیل سے ثابت ہے۔

اس تفصیل کے بعد اس موضوع پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وقد یكون خاطر الشيخ فهو امداد هبة	مرید کے دل میں کبھی ایسی بات آتی ہے جو
الشيخ يصلی الى قلب المرید الطالب	شیخ کی توجہ کی مدد سے مرید کے دل میں
مشملا علی کشف معضل وحل	پیدا ہوتی ہے جس کے سبب سے وہ
مشکل حصل للمريد فی الواقعات	مشکلات جو مرید کے وظائف اور
والواردات الربانية وهذا خاطر انما	معمولات میں پیدا ہوتی ہیں وہ حل ہو جاتی
یرد علی قلب المرید عند استکشافه	ہیں۔ اور مرید کے دل میں یہ بات اس
ذالك باستمداده من ضمير الشيخ	وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنی مشکلات
ینکشف و یتبین الحال سواء کان	میں اپنے شیخ سے اس کے لئے مدد طلب

کرتا ہے۔ پھر اس کی مشکل حل ہو جاتی ہے۔ عام ازیں کہ شیخ حاضر ہو یا غائب، زندہ ہو یا فوت شدہ۔ اس پر دلیل یہ کہ شیخ عارف باللہ علی بن حسام الدین متقی (اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ جنت عطا فرمائے اور ان پر اپنے لطف اور رحمت کی بارش کرے) نے فرمایا: اے عبدالوہاب! جب تم کو اپنے وظائف اور معمولات میں کوئی مشکل پیش آئے تو اس مشکل کو اپنے قلب کے ساتھ مجھ پر پیش کرنا اور اس کے حل کے لئے مجھ سے مدد طلب کرنا۔ خواہ میری موت کے بعد ہی ہو شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا اور اس کو درست پایا اور دل میں یہ بات بھی دراصل اللہ تعالیٰ کے التفات سے آتی ہے۔ کیونکہ شیخ کا قلب ایک کھلے ہوئے دروازہ کے منزلہ میں ہے کیونکہ وہ مرید اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے۔ پس مرید کے قلب تک شیخ کی وساطت سے فیض پہنچتا ہے۔

الشیخ حاضر او غائب احیا او میتا یدل علیہ ما قال شیخ العارف باللہ علی بن حسام الدین المتقی اسکنة الله بحبوة جنة و نعمة بلطفه و رحمته یا عبدالوہاب اذا اشکل علیک شئ من الوقعات و الواردات فاعرضها علی بقلبك و اسکتشف ذالك باستمدادک منی ولو بعد موتی فجرت ذالک فوجدته کما قال وهذا الخاطر ایضاً فی الحقيقة داخل تحت خاطر الحق سبحانه لان قلب الشیخ بشابة باب مفتوح الی عالم الغیب و هو واسطة بین المرید و بین الحق سبحانه فیصل امداد فیضه علی قلب المرید بواسطة انتھی کلامہ قدس سرہ۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۳۰-۱۳۱)

استمداد پر شواہد

اشرف علی تھا نوی، ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں:
یہ فقیہ عالم صالح صاحب کرامات و مکاشفات تھے ان کے کشف و کرامت میں یہ بھی ہے کہ ایک ذی اقتدار شخص ان کا مرید تھا اس کی بیوی مرگئی وہ اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس

لئے بہت سخت رنج ہوا۔ فقیہ محمد بن موسیٰ کے پاس پہنچا اور اپنی حالت کی شکایت پیش کی اور عرض کیا کہ میری تمنا یہ ہے کہ اسے دیکھ لوں اور جان لوں کہ اس پر کیا گزری ہے؟ فقیہ نے عذر کیا مگر اس نے نہ مانا اور عرض کیا کہ جب تک میری حاجت پوری نہ ہوگی میں نہیں جاؤں گا۔ فقیہ کے ہاں اس کی قدر و منزلت بہت تھی۔ آپ نے اس سے تین دن کی مہلت مانگی پھر اس کو ایک دن بلایا اور فرمایا: اس حجرہ میں اپنی بیوی کے پاس چلے جاؤ یہ اندر گیا تو اس کو اچھی حالت اور اچھے لباس میں پایا۔ حال پوچھا تو اس نے کہا: یہی بہتر حالت ہے اس کو بہت مسرت ہوئی اور خوش خوش ہشاش بشاش حضرت فقیہ کے پاس باہر آ گیا۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء، ص ۱۳۴-۱۳۵)

اس واقعہ سے تھانوی صاحب یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ وہ چاہیں تو اپنے متوسلین کو قبر اور برزخ کے احوال بھی دکھا سکتے ہیں۔

نیز اس واقعہ میں تھانوی صاحب نے تصریح کی ہے کہ اولیاء اللہ کو قبر اور برزخ کے احوال کا علم ہوتا ہے اور وہ جب چاہیں برزخ کے لوگوں کو اس دنیا میں وارد کر سکتے ہیں، لوگوں کی ملاقات کر سکتے ہیں، ان کی حاجت روائی کرتے ہیں اور مشکلات میں مسلمان اولیاء اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہی کچھ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

محمد بن علوی بن احمد کے بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ کا ایک خادم راستہ میں کسی لوق وودق جنگل میں جا پہنچا اور جب اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو اس نے ان سے امداد چاہی اور چلا گیا تو اس ایک شخص کو محسوس کیا جو کہہ رہا ہے: یہ رہا راستہ تو یہ راستہ پر پہنچ گیا۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء، ص ۱۳۶)

دیکھ لیجئے! تھانوی صاحب لکھ رہے ہیں کہ ہلاکت کا یقین ہونے کے باوجود اس شخص نے خدا کی طرف نہیں بلکہ اپنے پیر کی طرف رجوع کیا۔ اگر ہم یہی بات کہہ دیں تو مخالفین شرک سے کم نہیں کہتے۔

اس واقعہ کو بیان کر کے تھانوی صاحب اللہ تعالیٰ کی قدر کم نہیں کر رہے بلکہ یہ بتانا

چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو کتنے عظیم مقام سے نوازا ہے۔

محمد بن حسن المعلم باعلوی کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

صاحب کرامت اکابر اولیاء میں سے ہیں شرتریم علاقہ حضرموت میں ۸۵۰ھ میں تولد ہوئے ہیں آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ مستجاب الدعائے تھے۔ آپ نے اپنے متوسلین کی ایک جماعت کے واسطہ دینی اور دنیوی امور کی دعا فرمائی جن کو ان لوگوں نے حاصل کر لیا۔ سید عبداللہ بن علوی بن محمد جو قبیلہ دویلہ کے آزاد کردہ غلام تھے، عبادات اور ریاضات میں بہت مجاہدے کیا کرتے اور فتوحات غیبیہ کا انتظار رکھتے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ اخیر عمر میں حق تعالیٰ تم کو فتوحات غیبیہ سے نوازیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے کہا تھا: بیان کیا گیا ہے کہ ایک چور نے آپ کے کھجور کے درختوں پر سے کچھ پھل چوری کر لیا تھا۔ تو اس کے بدن میں زخم ہو گئے اور اس قدر تکلیف ہوئی کہ نیند حرام کر دی صبح ہوئی وہ حضرت شیخ کی خدمت میں معذرت کے لئے حاضر ہوا، آپ نے فرمایا کہ فلاں صاحب کی قبر پر جاؤ اور اس قبر کی مٹی اپنے زخم پر لگا لو اس نے ایسا ہی کیا اور اچھا ہو گیا۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء، ص ۱۵۷)

اس واقعہ میں تھانوی صاحب نے حضرت محمد بن حسن کا یہ مقام بتایا ہے کہ لوگ حاجت روائی اور دفع ضرر کے لئے حضرت کے پاس جاتے تھے۔ چنانچہ جب چور کے بدن میں زخم ہوا تو وہ شخص نہ کسی طبیب کے پاس گیا نہ خدا سے دعا مانگی، سیدھا شیخ کے پاس دفع ضرر کے لئے پہنچا اور حضرت نے غیر عادی طریقہ سے اس کو شفاء دے دی۔ جو لوگ غیر عادی امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کو شرک کہتے ہیں۔ ان کے لئے یہ واقعہ دیدہ عبرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔

محمد احمد بن فرغل کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

منہر چو بدار کی لڑکی کو ایک ناکونگل گیا تو وہ روتا پیٹتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا: اس جگہ جہاں اس نے لڑکی کو نگل لیا ہے جاؤ اور بلند آواز سے کہو: اے ناکو! آؤ اور فرغل سے جوابدہی کر تو ناکو سمندر سے نکلا ایک جہاز کی طرح جا رہا تھا مخلوق اس کے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آگے سے داہنے بائیں کو ہو جاتی تھی وہ آپ کے دروازہ پر آکھڑا ہو گیا۔ آپ نے لوہار کو حکم دیا کہ اس کے سب دانت اکھاڑ دے اور نا کو کو لڑکی اگل دینے کا حکم دیا۔ اس نے لڑکی کو اگل دیا تو وہ زندہ تھی مگر بے ہوش پھر نا کو سے کہا: جب تک زندہ رہے ان کے شہر کے کسی آدمی کو نہ نگلے نا کو اس طرح نکلا کہ اس کے آنسو بہہ رہے تھے اور سمندر میں جا پڑا۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۱۷۲)

تھانوی صاحب نے اس واقعہ میں جو ولی کے مقامات ظاہر کیے ہیں وہ یہ ہیں:

- (۱) شہر کے لوگ حضرت فرغل رحمۃ اللہ علیہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔
- (۲) ناگہانی آفات اور مصیبتوں میں آپ سے رجوع کرتے تھے۔
- (۳) لوگوں کا اعتقاد تھا کہ آپ سمندری بلا (ناکو) کے منہ کا نوالہ چھیننے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔

(۴) سمندری بلائیں آپ کے پیغام کو سمجھتی تھیں۔

(۵) آپ کو خود بلا نا تو درکنار اگر آپ کسی کے ہاتھ پیغام بھی بھیج دیں تو ”بلا“ سمندر سے نکل آتی تھی۔

(۶) سمندری بلا آپ کے گھر سے واقف تھی۔

(۷) آپ کے حکم پر اس سمندری بلا نے چپ چاپ اپنے دانت تڑوائے اور چوہدار کی نگلی ہوئی لڑکی کو منہ سے نکال پھینکا۔

(۸) نا کو پر آپ کا حکم جاری تھا اور وہ آپ کا بالکلیہ مجمع تھا یہاں تک کہ آپ نے حکم دیا کہ وہ آپ کے شہر کے کسی آدمی کو نہ نگلے تو وہ اس حکم کو مان کر واپس سمندر میں چلا گیا۔

(۹) آپ نے اس سلسلہ میں جتنی کارروائی کی یہ سب عام اسباب کے خلاف تھی اور اس کا مطلب ہے کہ آپ کو مافوق الاسباب العادیہ امور پر قدرت حاصل تھی۔

(۱۰) شہر کے لوگ آپ کے بارے میں یہ یقین رکھتے کہ آپ امور مافوق الاسباب پر قادر ہیں۔

شاہ ولی اللہ اور استمداد

مکتب دیوبند حضرت شاہ ولی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مجدد کی حیثیت سے تسلیم کرتا

ہے۔ شاہ صاحب کی تصانیف کو فروغ دیتا ہے اور اختلاف مسائل میں حضرت شاہ صاحب کو بطور حکم تسلیم کرتا ہے۔ دیوبندی مصنفین اپنی تصانیف میں شاہ صاحب کے ان گنت حوالے دیتے ہیں اور ان کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانے میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہوگا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشہ دکھانا تھا کہ اخیر زمانہ میں جب کہ اسلام کا نفس باز پیس تھا شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوگا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی اور ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔ (شبلی نعمانی متوفی ۱۲۳۳ھ، علم الکلام ج ۱ ص ۸۷)

اور دیوبند مکتب فکر کے ایک مستند عالم دین مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

حضرت شاہ ولی اللہ نباض ملت کی حیثیت سے معاشرے کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کر اصلاح احوال کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے فروعات میں الجھنے والے علماء عیش کوشیوں میں غرق امراء اور غافل عوام کو نئے سرے سے قرآن و حدیث کی دعوت دی۔ تقلید و عدم تقلید کی بحثوں کی وضاحت فرمائی فقہ و عقائد میں تشدد و تصلب کے برعکس اسلام کی وسعت و ہمہ گیری کو اذہان میں اجاگر کیا اور ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی موثر تصانیف کے ذریعے اسلامی فکر کی وضاحت کی۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ و کلام، عقائد، تصوف، سیر و سوانح ان تمام موضوعات پر ایک منفرد انداز سے لکھا جسے بجا طور پر ایک حکیمانہ طرز استدلال کہا جاسکتا ہے۔ (مناظر احسن گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۲۸۷)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”انفاس العارفین“ کے اخیر میں جو اپنے خود نوشت حالات لکھے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ”انفاس العارفین“ شاہ ولی اللہ صاحب کے آخری دس سالہ دور کی تصنیف ہے اس کتاب کے بارے میں مولوی رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

اس کتاب کے چار حصے ہیں، پہلا حصہ میں جناب شاہ صاحب نے اپنے والد شیخ عبدالرحیم صاحب کے علمی حالات، باطنی تصرفات و کرامات، ملفوظات و مکتوبات، غرضیکہ

ابتداء زمانہ سے تاریخ وفات تک کے تمام واقعات بطریق رجال سرسری ذکر کئے ہیں۔ اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم الشان خاندان کا ہر ممبر ظاہری علوم اور باطنی کمالات میں لاثانی اور بے نظیر تھا۔ (رحیم بخش دہلوی، حیات ولی ص ۴۱۸)

اولیاء اللہ سے حاجت روائی کے بارے میں اب ہم شاہ ولی اللہ کی اس مستند کتاب سے حوالے پیش کر رہے ہیں اور یہ حوالہ جات ان تمام لوگوں پر حجت ہیں جو شاہ صاحب کو حجت مانتے ہیں ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں ”تفہیمات الہیہ“ کی نسبت شاہ صاحب کی طرف مشتبہ ہے۔ اگر ”تفہیمات“ کے مندرجات سے متعارض ہوں یا تو ان کی تاویل کی جائے گی یا ان کو رد کر دیا جائے گا کیونکہ ”انفاس العارفین“ شاہ صاحب کی آخری اور مستند کتاب ہے۔

شاہ عبدالرحیم سے استمداد

فرمایا کہ ایک بااقتدار امیر نے محمد فاضل کی ہمسائیگی میں حویلی کے لئے قطعہ لیا۔ قطعہ کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ حویلی میں ٹیڑھ آتی تھی۔ اس نے محمد فاضل سے دگنی تنگی قیمت پر قدرے زمین مانگی مگر وہ نہ مانا۔ بالآخر ان کے درمیان رنجش اور جھگڑا ہو گیا۔ اس امیر نے کہا: میں صبح جا کر بادشاہ سے کہوں گا کہ یہ زمین محمد فاضل کی ملکیت نہیں بلکہ سرکاری ہے۔ زمین کا یہ ٹکڑا چھوڑوں گا کسی بھی صورت نہیں بلکہ لے لوں گا۔ چاہے ہزاروں روپے خرچ ہو جائیں محمد فاضل رات کو میرے پاس آ کر حد سے زیادہ گڑ گڑایا میں نے اس سے کہا کہ وہ بادشاہ سے ہرگز نہیں مل سکے گا۔

مے فرمودند امیر صاحب شوکت ہمسایہ محمد فاضل بود عمارت حویلی خواست اتفاقاً در حویلی او موضعی کجی مے افتاد از محمد فاضل قدرے زمین باضعاف مضاعفہ ثمن مثل طلب کرد۔ قبول نہ نمود سرانجام میاں ایشاں خشونت و وحشت واقع شد امیر گفت علی الصباح پیش بادشاہ میروم و التماس مے کنم کہ این زمین بادشاہی است مملوک محمد فاضل نیست و این بقعہ رامے گیرم نمے گذارم اگرچہ الوف خرج شوند محمد فاضل نیست۔ محمد فاضل شب ہنگام

بمن آمد و الحاح از حد گزاریند
گفتم هرگز ببادشاہ ملاقات
نخواہد کردد هرگز این مناقشہ
نتوان بود علی الصباح بقعہ دیوان
بادشاہ از خانہ برآمد در راہ سواران
باومے برخوردن رکہ فرمان آنست
کہ ہمیں ساعت کوچ کنی گفتم مے
خواہم کہ بالمشافہ رخصت شوم و
بعض مطالب ضروریہ عرض کنم
گفتند نہ ہمیں ساعت باید کہ کوچ
کنی بجبر و کرہ ہماں وقت اورا از
شہر بر آور دند ہماں جہت جان بہ
جان دہ سپرد فرصت مناقشہ
نیافت۔ (شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاس

العارفین ص ۵۶-۵۷)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس واقعہ میں عبدالرحیم قدس سرہ کی عظمت بیان کی ہے اس سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔

- (۱) شاہ عبدالرحیم کی شخصیت غیر معمولی مصیبتوں میں امداد کرنے کے لئے مشہور تھی۔ اس لئے آپ کو جاننے والا ہر شخص اپنی بگڑی بنانے کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتا تھا۔
- (۲) محمد فاضل خدا پرست تھا شاہ صاحب کا مرید تھا اس نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ضرور مانگی ہوگی لیکن اس کے باوجود وہ اپنی حاجت روائی کے لئے شاہ عبدالرحیم کے پاس جا کر گڑ گڑایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد فاضل کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر معمولی مشکل اور مصیبت میں ولیوں کے دروازے پر دہائی دینا اسلام کے خلاف

نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت افزائی کے لئے انہیں جلب منفعت اور دفع ضرر کے اختیارات دیے ہیں۔

(۳) اگر محمد فاضل کا یہ عمل اسلام کے خلاف ہوتا تو شاہ عبدالرحیم اس کو ڈانٹ دیتے اور صرف اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کی ہدایت دیتے۔

(۴) شاہ صاحب کا امیر کے بارے میں کہنا کہ وہ بادشاہ سے ہرگز نہیں مل سکے گا شاہ صاحب کی غیب دانی پر دلالت کرتا ہے یا ان کے تصرف پر، ہر صورت میں اولیاء اللہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔

(۵) امیر کا انتہائی کوشش کے باوجود بادشاہ سے نہ مل سکر اور جنگ میں مارا جانا امور غیر عادیہ میں شاہ صاحب کے تصرف کی واضح دلیل ہے۔

نیز شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

مے فرمودند در اوائل ہر کسے را کہ
بنظر قبول مے کردم مشغوف مے شد
ازیں جہت بہ کسے التافات نمے
کردم و تنہا بر بالاخانہ محمد فاضل
بودم و وقت آمد و رفت چادر بر روئے
خود مے پیچیدم اتفاقاً روز مے ہدایت
اللہ بیگ بخانہ محمد فاضل بتقریب
قرابتے کرد کہ در میان اینہا بود بیامد
و مرا با و مواجہ واقع شد مشغوف
گردید و خواہان بیعت گشت
شنیدہ بودم کہ وے را با عزیز مے
متوکل نقشبندی ربطے مواساتے
ہست۔ گفتم سخن یکے است و

فقراء بمشابه یک تن می باشند حق آن
عزیز مقدم الست باو می بیعت کن
مکرر مبالغه می گردد و شغف او از
حد گذشت آخر بابیعت او قبول
کردم و گفتم مواساة آن عزیز فردا
گلزار بعد ازاں به آن عزیز خبر رسید
بر آشفت و بدست هدایت الله بیگ
بمن گفته فرستاد که هنوز جوانید
شمارا طلب فریق باید کرد نه ارشاد۔
گفتم این فضل و موجهت حق است
موقوف بر کبر سن نیست باز گفته
فرستاد که من انتقام این تعدی از شما
میگرم باخبر باشید گفتم لایحیق
المکر السیئی الا باهله خواهید
هر چه خواهید اندیشه بر شما خواهد
افتار به ایذار من همت بست من نیز
مدافعه کردم کار بر آنجا رسید کر
بر آن عزیز ظاهر شد که به سینه و
خنجر زده است و مدت حاضر شد
در نیم شب هدایت الله بیگ را طلبید
و استغفار کرد و نیاز مندی نمود و
گفت به یقین دانستم که جان من نمی
آید اما باید که قصد ایمان نکند گفته

اگر شما ابتداءً بایذار نمے کردند
 کار بایں جانمے رسید الحمد للہ کہ
 بایمان شما ضررے راجع نیست
 ہماں شب بعالم قرار رسید رحمۃ اللہ
 علیہ۔ (شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاس
 العارفین ص ۵۷-۵۸)

فرمایا کہ شروع شروع میں جس پر بھی میں محبت کی نگاہ ڈالتا وہ میرا دیوانہ ہو جاتا اس
 وجہ سے میں کسی پر بھی نگاہ التفات نہیں ڈالتا تھا اور اکیلا محمد فاضل کے بالا خانہ پر رہتا تھا۔
 ادھر ادھر جاتے وقت اپنے چہرے پر چادر ڈال لیا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن ہدایت اللہ بیگ
 رشتہ داری کی تقریب میں محمد فاضل کے گھر آیا۔ جب اس سے میرا سامنا ہوا تو وہ میرا دیوانہ
 ہو گیا اور مجھ سے بیعت کی خواہش کی۔ میں نے سن رکھا تھا کہ اسے بزرگ متوکل نقشبندی
 سے ربط و تعلق ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ بات ایک ہی ہے فقراء ایک تن کی مثال ہیں۔
 اس بزرگ کا حق مقدم ہے اس لئے انہی سے بیعت کیجئے۔ اس نے دوبارہ اصرار کیا اور اس
 کی محبت حد سے بڑھ گئی بالآخر میں نے اسے بیعت میں قبول کیا اور کہا کہ ان بزرگ سے
 بھی تعلق نہ توڑیے گا۔ کچھ دنوں بعد اس بزرگ کو خبر پہنچی تو غصہ ہوئے اور ہدایت اللہ بیگ
 کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ابھی جو ان ہوتے ہیں حصول طریقت کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ بیعت و
 ارشاد کی، میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اس کا انحصار بڑی عمر پر نہیں ہوتا۔ پھر کہلا بھیجا کہ
 میں تم سے اس زیادتی کا بدلہ لوں گا میں نے کہا: ”لا یحییٰ المکر السنی الا باہلہ“
 (یعنی ”چاہ کن را جاہ در پیش“ جو کچھ چاہو کر کے دیکھ لو اس کی افتاد تم پر ہی پڑے گی)
 اس نے مجھے تکلیف پہنچانے کے لئے اپنا عمل شروع کر دیا۔ میں نے اپنی مدافعت کی،
 نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس بزرگ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس کے سینے میں خنجر چھو
 دیا گیا ہے اور موت سر پر آ پہنچی ہے۔ آدھی رات کے وقت ہدایت اللہ بیگ کو بلوایا۔ اللہ
 تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگی اور میرے حق میں نیاز مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ

مجھے یقین ہے کہ میری جان نہیں بچے گی مگر انہیں چاہئے کہ میرا ایمان چھیننے کا قصد نہ کریں۔ میں نے کہلا بھیجا کہ اگر ایذا رسانی کا آغاز نہ کرتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ بحمد اللہ تمہارے ایمان کو ضرر نہیں پہنچے گا۔ وہ بے چارے اس رات عالم قرار کو سدھار گئے۔ ان پر اللہ کی رحمت ہو۔

اس طویل واقعہ سے جو باتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ:

(۱) اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالرحیم کو یہ قوت عطا کی تھی کہ غیر عادی طریقہ پر اپنے مخالف کو موت کے گھاٹ اتار سکیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالرحیم کو یہ قوت عطا کی تھی وہ غیر عادی طور پر اپنے مخالف کی ایذا رسانی کو دیکھ سکیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالرحیم کو یہ تصرف عطا کیا تھا کہ وہ اپنے مخالف کا ایمان سلب کریں۔

(۴) اس بزرگ نقشبندی کو جب موت سر پر نظر آئی اور اس کے ساتھ ایمان بھی جاتا دکھائی دیا تو اس نے غیر عادی طریقہ پر شاہ عبدالرحیم سے ایمان قائم رہنے دینے کے لئے استمداد کی۔

(۵) شاہ عبدالرحیم نے اس کی غیر عادی طریقہ پر امداد کی اور اس کا ایمان قائم رہنے دیا۔ نیز شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

مے فرمودند اعداء اہل پہلت جمع شدند و ہر روساء آن نواحی ظاہر نمودند کہ اراضی این جماعت زیادہ از آنست کہ در فرمان حکم شدہ رؤسا مردم را بجهت پیمانش تعین کردند اہل پہلت را اضطراب شد و بمن التجا نمودند و باشد هیچ تدابیر فرمایا: قصبہ پہلت کے معتقدین کے دشمنوں نے وہاں کے رئیسوں کو برا بیگنہ کیا کہ اس جماعت (فقراء شاہ عبدالرحیم) کے قبضہ میں فرمان شاہی سے کچھ زیادہ زمین آئی ہوئی ہے۔ چنانچہ رئیسوں نے کچھ لوگوں کو پیائش کے لئے مقرر کر دیا۔ اس بات سے پہلت والوں کو سخت پریشانی	
--	--

از پیش نرود ایشان را تسلی دادم در روز بیمود بایشان حاضر شدم و اندکے متوجہ گشتم آنگاہ گفتم بہ پیمائید ہر مزرعہ کہ پیمودند کم برآمد اہل پہلت باز الحاح کردند کہ اگر ہمہ مزرعہ کم آید پیماکند متہم شود و مناقشہ منقطع نہ گردد باید کہ بعضے کم باشند و بعضے برابر و بعضے زائد تا ہمہ بہ ہیت اجتماعیہ مساوی گردد دیگر بار توجہ کردم و ہر چند پیمائندہ و انواع حیلہا انگینخت فائدہ نہ کرد بر حسب دلخواہ ایشان صورت گرفت۔ (شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انقاس العارفین ص ۵۹)

ہوئی اور مجھ سے التجاء کی کہ جب ناپ کرنے والا بھی دشمن ہو تو ہماری تدبیر کیسے چل سکے گی؟ میں نے انہیں تسلی دی اور پیمائش کے دن خود پہنچا کچھ توجہ ڈالی اور ان سے کہا کہ اب پیمائش کرو جس کھیت کی پیمائش کرتے وہ اصل حساب سے بھی کم سمٹتا۔ پھلت والے پھر رونے لگے کہ اگر سبھی کھیت اصل پیمائش سے کم نکلے تو دشمن پٹواری پر شک کریں گے اور جھگڑے کی بنیاد ختم نہ ہوگی۔ چاہئے کہ کچھ کھیت کم نکلیں کچھ برابر اور کچھ زیادہ سب سب کھیت مل کر اجتماعی شکل میں برابر ہو جائیں۔ میں نے دوبارہ توجہ ڈالی اگرچہ پٹواری نے مختلف حیلوں بہانوں سے کام لینا چاہا مگر اسے کامیابی نہ ہوئی اور پھلت والوں کے حسب منشاء کام ہو گیا۔

اس واقعہ سے جو امور ظاہر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے مریدین پر جب کوئی ناگہانی آفتاد اور مصیبت پڑتی تو وہ شاہ صاحب کے پاس جا کر فریاد کرتے اور ان سے غیر عادی (ما فوق الاسباب) میں استمداد اور استعانت کرتے۔

(۲) شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت اور قدرت عطا کی تھی کہ وہ توجہ کرتے تو غیر عادی طور پر یہ زمین سکڑ جاتی یا پھیل جاتی اور اس طرح مریدین کے حسب منشاء شاہ صاحب نے ما فوق الاسباب طریق پر ان کی حاجت روائی کی۔

نیز شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مے فرمودند کہ اسد علی رابا بعض
شرکاء خویش منازعت افتاد جمع
شدند و خواستند کہ اور اہلاک
کند بمن آمد والحاد عظیم کرد
بحال وے متوجہ شدم گفتم برو ثابت
باش از هیچ کس مترس شرکاء بچند
ہزار کسے بر سر او آمدند وے بجز
بست کس رفیق نداشت آخر ہا
صورت مرادید کہ ثبات امرے کند
بندوقے سرداد و بہ اسپ عدد رسید
در دم بافتاد مرعوب و مخدول
بگریختند۔ (شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاں
العارفین، ص ۶۰)

فرمایا کہ اسد علی کا اپنے بعض ساتھیوں کے
ساتھ جھگڑا ہو گیا ان سب نے مل کر اسے
ہلاک کرنے کی ٹھان لی۔ یہ میرے پاس آ
کر بہت گڑ گڑایا۔ میں اس کی طرف متوجہ
ہوا اور کہا: جاؤ مضبوط رہو اور کسی سے مت
ڈرو۔ چنانچہ اس کے دشمن ہزار مددگاروں
کے ساتھ اس پر چڑھ دوڑے حالانکہ اس
کے ساتھ صرف بیس ساتھی تھے بالآخر لڑائی
کے دوران میری شکل دیکھی کہ ثابت قدمی
کا حکم کر رہا ہوں۔ چنانچہ اس نے بندوق
داغ دی۔ جو دشمن کے گھوڑے کو جا لگی۔
وہیں ڈھیر ہو گیا اور دشمن مرعوب ہو کر
بھاگ گئے۔

اس واقعہ میں امور غیر عادیہ میں شاہ صاحب سے استمداد اور ان کی امداد کا واضح طور
پر ذکر ہے۔

حضرت شیخ محمد سے استمداد

شاہ ولی اللہ اپنے والد کے جدا مجد حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

یکباری سید برہان بخاری راقولنج
عارض شد اضطراب ہرے حد کردہ
بحضرت ایشاں التجا آورد بخانہ او
رفتند و بر بالین او نشستند و مرض او
را بر گرفتند شفا کلی یافت اما گاہ
ایک بار سید برہان سید بخاری قونج کے درد
میں مبتلا ہو گئے اور شدید بے چینی محسوس
کرنے لگے آپ کی خدمت میں عرض کی
گئی تو آپ ان کے گھر تشریف لے گئے
اور ان کے سرہانے بیٹھ کر اس کے مرض کو

گاہے آن عارضہ بحضرت ایشاں عارض می شود۔ (شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاں العارفین، ص ۱۷۷)

اس طرح سلب کر لیا کہ اسے فوراً شفاء کاملہ ہو گئی۔ البتہ کبھی کبھی قونج کا یہ عارضہ حضرت شیخ کو ہو جاتا تھا۔

اس واقعہ میں حضرت شیخ محمد سے بیماری میں استمداد اور ان کا مافوق الاسباب طریقہ سے استمداد کرنا بالکل واضح ہے۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

سید محمد وارث ذکر کرد کہ مرا سفر لے پیش آمد بجناب ایشاں رجوع کردم بشارت عافیت دادند، اتفاقاً در آن سفر شبی قطاع الطريق هجوم کردند و خوف هلاک مستولی شد بجناب ایشاں متوجه شدم در آن حالت مرا رعشه گرفت ایشاں را در منام دیدم کہ میفرمانید فلانی ترا کہ منع کرده است برخیز و برد دو عدد لدو کہ قسمی است از خلاوة مرا عنایت فرمودند آن را در هیچ فوطہ نگاہ داشتم چون بیدار شوم آن دو عدد را بعینہ یافتم برخاستم و سوار شدم و راہ خود گرفتم ہمہ قطاع طریق از من غافل ماندند و هیچ کس متعرض نشد و آن لدو مدتہا با من ماند چون ایشاں ازین

سید محمد وارث کا بیان ہے کہ مجھے ایک سفر کا اتفاق ہوا۔ میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے توجہ کی درخواست کی آپ نے خیر و عافیت کی خوش خبری دی۔ اتفاقاً سفر میں ایک رات ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور مجھے اپنی موت کا خوف محسوس ہوا۔ اس حالت میں حضرت شیخ کی جانب متوجہ ہوا۔ فوراً مجھ پر رعشہ طاری ہو گیا اور خواب میں حضرت شیخ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: فلا نے! تمہیں کس نے روکا ہے؟ اٹھو اور روانہ ہو جاؤ اس کے بعد آپ نے مجھے دو لدو عنایت فرمائے جو میں نے جیب میں رکھ لئے جب اس غنودگی سے بیدار ہوا کہ میں نے دیکھا کہ وہ دونوں لدو بدستور میری جیب میں موجود ہیں چنانچہ میں اٹھا اور سوار ہو کر اپنی منزل کو چل دیا تمام ڈاکو مجھ سے غافل رہے اور ان میں

عالم انتقال کردند آن را بخور دم
عجوزہ را از مخلصات ایشان بعد
وفات ایشان تپ لرزہ در گرفت و
بغایت نزار گشت شبے بہ نوشیدن
آب و پوشیدن لحاف محتاج شد و
طاقت آن نہ داشت و کسے حاضر نہ بود
ایشان متمثل شدند و آب دادند و
لحاف پوشانیدند آنگاہ غائب شد۔
(شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاس العارفين، ص ۱۷۸)

سے کوئی شخص بھی مجھ سے تعرض نہ کر سکا۔ وہ
لڈو ایک عرصہ تک (بطور تبرک) میرے
پاس موجود رہے۔ مگر جب حضرت شیخ اس
دار فانی سے کوچ فرما گئے تو میں نے کھا
لئے۔ حضرت شیخ کے انتقال کے بعد آپ
کے متوسلین میں سے ایک عورت تپ لرزہ
میں مبتلا ہو گئی اور انتہائی کمزور پڑ گئی رات
کے وقت اسے پانی اور لحاف اوپر لینے کی
ضرورت محسوس ہوئی خود اسے اٹھنے کی
طاقت نہیں تھی اور پاس کوئی تھا نہیں چنانچہ
حضرت شیخ متمثل ہو کر تشریف لائے آپ
نے اسے پانی پلایا، لحاف اوڑھایا اور پھر
غائب ہو گئے۔

ان دونوں واقعات میں شاہ ولی اللہ نے غائبانہ طور پر اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کا
امداد کرنا بیان کیا ہے اور اس سے پہلے ”انفاس العارفين“ میں جس قدر واقعات بیان کئے
گئے ہیں ان سب میں یہی کچھ بیان کیا گیا ہے اور یہی ولی اللہی مسلک ہے۔ لہذا اس کے
برخلاف شاہ صاحب سے جو کچھ منقول ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ کسی شخص کو
ذاتی قوت و اختیار کا مالک سمجھ کر اس سے استمداد کی جائے اس لئے مخالفین نے اس سلسلہ
میں شاہ ولی اللہ کے جس قدر حوالے پیش کئے ہیں وہ انہیں مفید نہیں ہیں۔

شاہ عبدالعزیز اور استمداد

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مخالفین بہت مانتے ہیں بلکہ ان کو اپنا روحانی باپ
تسلیم کرتے ہیں۔
بعض مخالفین لکھتے ہیں:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بلاشبہ مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پدر تسلیم کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: بلاشبہ دیوبندی حضرات کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیز کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔

(محمد سرفراز صفدر، اتمام البرہان، ص ۱۲۸)

فوت شدہ بزرگوں کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا مسلک اپنے والد شاہ ولی اللہ کی طرح ہے اور وہ فوت شدہ بزرگوں سے استمداد کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ”بستان الحدیث“ میں شیخ سیدی زروق فاسی کے احوال ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حاشیہ شیخ سیدی زروق فاسی علی البخاری:

وہ ابو العباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسیٰ برتسی فاسی ست معروف بہ زروق روز پنجشنبہ وقت طلوع آفتاب ۲۸ محرم ۸۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابھی سات برس کے نہ ہوئے تھے کہ ان کے ماں باپ نے انتقال کیا۔ دیار مغرب کے بڑے بڑے علماء مثلاً فوری، محاجی، استاد ابو عبد اللہ صغیر، امام صعلابی، ابراہیم ناری، سیوسی، سخاوی، مصری، صانع دوئی اور اس مقام کے دیگر بزرگوں سے علوم حاصل کئے۔ ان کے شیخ سید زیتون رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حق میں بشارت دی تھی کہ وہ ابدال سبعہ میں سے ہیں۔ حال باطنی میں یہ بلند مرتبہ رکھتے ہوئے علوم ظاہرہ میں بھی ان کی تصانیف	وہ ابو العباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسیٰ برتسی فاسی ست معروف بہ زروق روز پنجشنبہ وقت طلوع آفتاب بست و ہشتم محرم سال ہشت صد و چھل و شش تولد اوست و مادر و پدرش قبل از سال ہفتم قضا کردند از علماء کبار دیار مغرب مثل فوری و محاجی و استاد ابو عبد اللہ صغیر و امام صعلابی و ابراہیم ناری و سیوسی و سخاوی مصری در صانع دوئی و دیگر بزرگان آنجا اخذ علوم کردہ شیخ او سیدی زیتون رحمۃ اللہ علیہ در حق او بشارت دادہ کہ اواز ابدال سبعہ است و باوصف علو حال باطن
---	--

تصانیف او در علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ مفید و کثیر افتادہ از انجملہ است این حاشیہ کہ نہایت برجستہ واقع شدہ شرح رسالہ ابن زبیر در فقہ مالکی و شرح ارشاد ابن عسکر در شرح چند باب متفرق از مختصر خلیل کہ در فقہ مالکی مشہور ترین کتب ست و شرح قرطبیہ و شرح راغبیہ و شرح عافیہ و شرح عقیدہ قدسیہ و بست و چند شرح بر حکم شیخ تاج بن عطاء اللہ اسکندر رانی، شرح حزب البحر، شرح مشکوٰۃ الحزب الکبیر، شرح حقائق المقری، شرح اسماء حسنی، شرح مراصد جو ان کے شیخ ابوالعباس احمد بن عقبہ الحضری کی تصنیف ہے۔ نصیحت کافیہ اور اس کا مختصر ”اعانة المتوجه على المسكين على الطريق القیم والمسکین“ قواعد التصوف جو حسن و خوبی میں اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ ”حوادث الوقت“ جو نہایت نفیس کتاب ہے۔ اور سو فصلوں میں اس زمانہ کے فقیروں کی بدعات کے رد میں تالیف کی ہے۔ علم حدیث میں بھی ایک مختصر رسالہ لکھا ہے۔ نیز اپنے احباب کے لئے بہت سے ایسے مراسلات تحریر فرمائے جن میں ان کو

نفع بخش اور بہت مفید واقع ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ حاشیہ ہے جو نہایت ہی برجستہ واقع ہوا ہے۔ ”شرح رسالہ ابن ابی زبیر“ بھی ہے جو فقہ مالکی میں ہے۔ کتاب ”ارشاد ابن عسکر“ جو فقہ مالکی کی مشہور کتاب ”مختصر شیخ خلیل“ کے چند ابواب کی شرح ہے، اس کی شرح لکھی۔ شرح قرطبیہ، شرح راغبیہ، شرح عافیہ، شرح عقیدہ قدسیہ، بست و چند شرح بر حکم شیخ تاج بن عطاء اللہ اسکندر رانی، شرح حزب البحر، شرح مشکوٰۃ الحزب الکبیر، شرح حقائق المقری، شرح اسماء حسنی، شرح مراصد جو ان کے شیخ ابوالعباس احمد بن عقبہ الحضری کی تصنیف ہے۔ نصیحت کافیہ اور اس کا مختصر ”اعانة المتوجه على المسكين على الطريق القیم والمسکین“ قواعد التصوف جو حسن و خوبی میں اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ ”حوادث الوقت“ جو نہایت نفیس کتاب ہے۔ اور سو فصلوں میں اس زمانہ کے فقیروں کی بدعات کے رد میں تالیف کی ہے۔ علم حدیث میں بھی ایک مختصر رسالہ لکھا ہے۔ نیز اپنے احباب کے لئے بہت سے ایسے مراسلات تحریر فرمائے جن میں ان کو

رسالہ مختصرہ در علم حدیث و مراسلات بسیاری کہ برای یاران خود در آداب و حکم و مواعظ و لطائف سلوک نوشتہ بالجملہ مرد جلیل القدر یست کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر است و او آخر محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعۃ جامع بودہ اند و بشگردی او اجلہ علماء متفخر و مباهی بودہ اند مثل شہاب الدین قسطلانی کہ سابق حال او مذکور شد و شمس الدین لقانی و خطاب الکبیر و طاہر بن زبان رادی۔

و او را قصیدہ است بر طور قصیدہ جیلانیہ کہ بعض ابیات او انیست۔
انا لمریدی جامع لساتہ
میں اپنے مرید کو تسلی دینے والا ہوں
وان كنت فی ضیق و کرب و وحشۃ
اگر تو کسی تنگی بے چینی اور وحشت میں ہو تو
وفات او در بلاد طرابلس المغرب در
ماہ سفر سال ہشت صد و نو دونہ
اتفاق افتاد رحمۃ اللہ علیہ۔

آداب و حکم مواعظ و لطائف سلوک لکھتے تھے۔ الغرض وہ جلیل القدر شخص تھے ان کے مرتبہ کمال کو ظاہر کرنا تحریر و بیان سے باہر ہے۔ وہ متاخرین صوفیہ کرام کے ان محققین میں سے ہیں، جنہوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا ہے۔ شیخ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے گزر چکا ہے شمس الدین لقانی، خطاب الکبیر طاہر بن زبان روادی اور ان جیسے بڑے بڑے علماء نے ان کی شاگردی پر فخر و ناز کیا ہے۔

قصیدہ جیلانیہ کی طرز پر ان کا ایک قصیدہ ہے، جس کے بعض ابیات یہ ہیں۔
اذا ما سطا جور الزمان بنکبتہ
جب زمانہ نکبت و ادبار سے اس پر حملہ آور ہو
فناد بیاز روق ات بسرعه
یا زروق کہہ کر پکار میں فوراً آ موجود ہوں گا
ماہ صفر ۸۹۹ھ میں بلاد طرابلس میں ان کا
انتقال ہوا رحمۃ اللہ علیہ۔

شاہ عبدالعزیز نے حضرت زروق کے تذکرہ میں ان کے اشعار ذکر کر کے یہ واضح کر

دیا کہ ان کے نزدیک امور غیر عادیہ میں فوت شدہ بزرگوں سے استمداد کرنا اور مشکلات اور مصیبتوں میں غائبانہ امداد کے لئے پکارنا جائز ہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات قدسیہ کو یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ قضاء الہی کے مطابق فریاد کرنے والوں کی مصیبتوں کو دور کر دیتے ہیں۔ اس لئے اگر شاہ عبدالعزیز نے کہیں ان کے خلاف لکھا ہے تو وہ صرف اس صورت پر محمول ہے، جب کہ کسی شخص کو مستقل اور ذاتی قوت و اختیار کا مالک سمجھ کر اس سے مدد طلب کی جائے جیسا کہ تھانوی صاحب نے بھی لکھا ہے۔ بنا بریں جو مخالفین اس بحث میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے حوالے پیش کرتے ہیں وہ ان کو قطعاً سودمند نہیں ہیں۔

حاجی امداد اللہ اور استمداد

اشرف علی صاحب تھانوی نے حاجی امداد اللہ کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔ حاجی امداد اللہ تمام علماء دیوبند کے مرکزی پیر کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے ان کے ملفوظات دیوبند کے تمام مکتبہ فکر پر حجت ہیں۔ خصوصاً جب کہ انہیں تھانوی صاحب کی تائید بھی حاصل ہے۔ سنئے! حاجی صاحب کیا کہتے ہیں؟

(ملفوظ نمبر ۳۰۰) فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ کے یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو؟ یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا اس کے آنے پر میری مشکل حل ہو گئی۔ جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا۔

تھانوی صاحب اس ملفوظ پر حاشیہ لکھتے ہیں:

(حاشیہ) قولہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ کے یہاں رہتے ہو اقول اہل کشف کو اتنے عدد میں اولیاء کا اکثر اوقات حاضر حرم رہنا معلوم ہوا ہے اور غالباً یہ شکل باطنی تھی۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد المشتاق، ص ۱۲۱)

اصل بات تھانوی صاحب نے یہاں نہیں لکھی اور وہ ہے اپنی مشکل میں حاجی امداد

اللہ کا اولیاء اللہ سے مافوق الاسباب طریق پر استمداد کرنا اور غائبانہ نداء کرنا۔ اور ان کے پکارنے سے اولیاء اللہ کی مشکل کا حل ہو جانا۔

ملفوظ نمبر ۲۹۰:

(راوی ملفوظات) حضرت کی خدمت میں ”غذاء روح“ کا وہ سبق جو حضرت شاہ نور محمد صاحب کی شان میں ہے سنا رہا تھا جب اثر مزار شریف کا بیان آیا آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کا محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا۔ اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا: مجھے ہر روز وظیفہ مقرر پائیں قبر سے ملا کرتا ہے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ، امداد المشتاق، ص ۱۱۷)

حاجی امداد اللہ صاحب نے شاہ نور محمد کا جو یہ واقعہ بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشکل اور مصیبت کے وقت بزرگوں کے مزار پر جا کر ان سے اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لئے فریاد کرنا حاجی صاحب اور تھانوی صاحب دونوں کے نزدیک جائز ہے۔ اولیاء اللہ کی قبر میں موجود ہونے کے باوجود بھی تصرف کرتے ہیں اور فریادیوں کی امداد کرتے ہیں اور یہ جو کچھ مذکور ہے امور غیر عادیہ سے ہے جس کو ہم مافوق الاسباب سے تعبیر کرتے ہیں یعنی یہ امداد عام اسباب سے علیحدہ طریق پر ہوتی۔

ملفوظ نمبر ۳۱۲:

فرمایا کہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا میں مراقب ہو کر آپ سے ملتی ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ، امداد المشتاق، ص ۱۴۴) تھانوی صاحب نے اس واقعہ کو ”کرامات امدادیہ“ میں زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے۔ جس کو ہم نے بھی ”توضیح البیان“ میں نقل کیا ہے اور تفصیل سے اس پر گفتگو بھی کی ہے۔ حاجی صاحب نے اس واقعہ میں خود بیان کیا ہے کہ ان کے ایک مرید نے جہاز کو

جب تباہ ہوتے دیکھا تو حاجی صاحب سے استمداد کی اور حاجی صاحب نے مافوق الاسباب طریق سے اس کی امداد کی۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہو گیا کہ مشکلات اور مصیبتوں میں بزرگوں سے مافوق الاسباب طریقہ سے استمداد کرنا اسی وقت شرک قرار پائے گا جب کہ جس سے مدد طلب کی جائے اس کو مستقل اعتقاد کیا جائے اور یہی مشرک کا مدار ہے۔

اسماعیل دہلوی کے پیر و مرشد سید احمد بریلوی متوفی ۱۲۳۲ھ کے بھانجے اور خلیفہ مجاز سید محمد علی سفر حج کے دوران کا ایک واقعہ لکھتے ہیں:

دریں منزل قریب نصف شب بوادی سرف کہ مزار فائض الانوار تر معلی جناب میمونہ علیہما و علیٰ بعلاہما الصلوٰۃ والسلام من اللہ الملک العلم رسیدیم از اتفاقات عجیبہ آنکہ آن روز ہیچ طعام نخوردہ بودم چون از خواب آن وقت بیزار شوم از غایت گرسنگی طاقتم طاق و بدر ردیم در محاق بود بطلب نان پیش ہر کس دویدیم و بمطلب نہ رسیدم بنا چار ہوائے زیارت در حجرہ مقدسہ رفتیم و پیش تربت شریفہ گدایانہ ندا کردہ گفتم اے جدہ امجدہ من مہمان شما ہستم چیزے خوردنی عنایت فرما و اورا محروم از الطاف کر پیمانہ خود خمانگاہ سلام کردم

اشاء سفر میں آدمی رات کے وقت ہم لوگ وادی سرف میں پہنچے جہاں ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار پرانوار ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس دن میں بالکل بھوکا تھا اور جب صبح آنکھ کھلی تو بھوک سے بالکل بے دم ہو چکا تھا اور میرے چہرے کا چاند گہنا چکا تھا صرف ایک روٹی کے حصول کے لئے ہر کسی کے پاس دوڑا مگر کہیں سے مطلوب حاصل نہ ہوا۔ مجبور ہو کر ام المومنین کے روضہ مقدسہ پر حاضری دی اور آپ کی قبر انور سے رزق کی بھیک مانگی اور کہا: اے میری دادی جان! میں آپ کا مہمان ہوں کھانے کے لئے کوئی چیز عنایت فرمائیے اور مجھ کو اپنے لطف و کرم سے محروم نہ فرمائیے پھر میں نے سلام عرض کیا، سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھ کر اس

و فاتحه و اخلاص خوانده ثوابش
بروح برفتوحش فرستادم انگاہ نستہ
بر قبرش بادہ بودم از رازق مطلق و
دانائے برحق دو خوشہ انگوشہ تازہ
برستم افتادہ طرفہ تر آنکہ آن آیام
سرما بود و ہیچ جا انگور تازہ میسر
نبود بحیرت افتادم یکجے ازاں ہر دو
خوشہ ہموں جانشستہ تناول نمودہ
از حجرہ بیرون شدہ و یک یک دانہ
بریک تقسیم کردم و گفتم یافت
مریم گو بہنگام شتا میوہ ہائے جنت
از فضل خدا این کرامت در حیاتش
بود و بس بعد فوتش نقل نمود است
کس۔ بعد فوت زوج ختم المرسلین
رفتہ چندیں قرنہاری دور بین بنگر
ازوے این کرامت یافتہ و ایہ صد گو
نہ نعمت یافتہ!۔ (محمد علی مخزن احمدی ص ۹۹)

کا ثواب آپ کی روح مبارک کو پہنچایا۔
میں نے آپ کی قبر انور پر اپنا سر رکھا ہوا
تھا۔ ناگاہ اللہ تعالیٰ نے تازہ انگوروں کے
دو خوشے میرے ہاتھوں میں ڈال دیئے۔
عجب تماشہ یہ تھا کہ ان دنوں موسم سرما تھا
اور کسی جگہ اس وقت تازہ انگور دستیاب نہ
تھے انتہائی حیرت ہوئی ان انگوروں میں
سے کچھ وہیں کھائے اور کچھ حجرہ مقدسہ
سے باہر جا کر تقسیم کئے اور پھر یہ اشعار
پڑھے: اگر حضرت مریم نے موسم سرما میں
جنت کا میوہ فضل خدا سے پالیا ان کی
کرامت فقط ان کی زندگی میں تھی ان کے
وصال کے بعد کسی سے یہ کرامت منقول
نہیں حضور کی زوجہ کے وصال کو کتنی
صدیاں گزر چکی ہیں۔ دیکھو! اس کے
باوجود میں نے ان سے اس کرامت کو پالیا
اور مایہ صد افتخار نعمت کو حاصل کیا۔

اس طویل اقتباس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ قضائے حاجت کے لئے قبر پر جانا، صاحب
قبر سے رورو کر مطلب برآری کے لئے درخواست کرنا جائز ہے اور تمام اہل دیوبند کے مسلم
مقتداء سید احمد بریلوی کے خلیفہ مجاز محمد علی کو جب دنیا میں کہیں سے کھانے کو کچھ نہ ملا تو سیدتنا
ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر سے ملا اور یہ کہ سید احمد بریلوی کے خلیفہ مجاز نے قبر پر آفاتحہ بھی
پڑھی، نداء بھی کی، سلام بھی پڑھا اور بطور مافوق الاسباب امور استمداد بھی کی۔
حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز، حاجی امداد اللہ مہاجر کی، اشرف علی

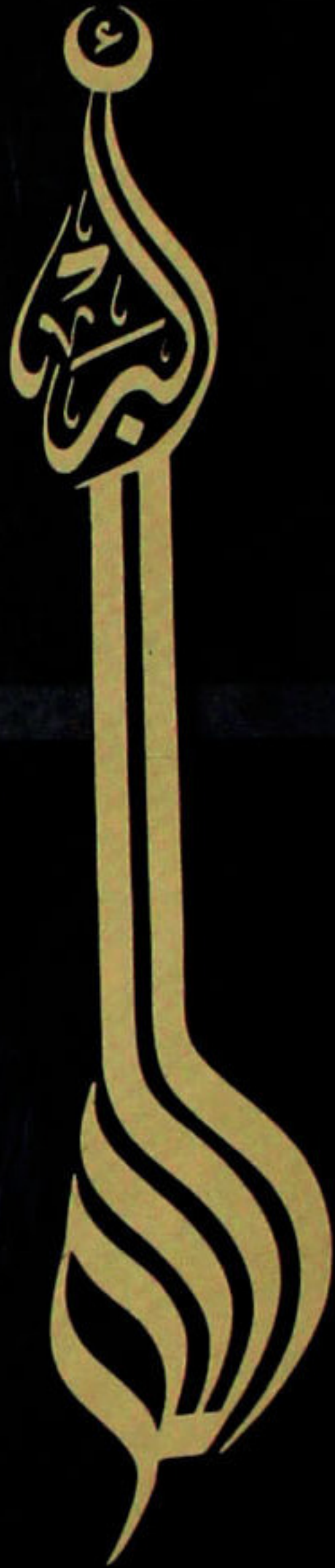
تھانوی اور محمد علی (سید احمد کے بھانجے) کی صاف اور غیر مبہم عبارات سے ہم نے اولیاء اللہ سے استمداد تفصیل سے بیان کر دی ہے اور یہ تمام حضرات مکتبہ فکر دیوبند پر حجت ہیں۔ اب مخالفین کو سوچنا چاہئے کہ وہ اولیاء اللہ سے استمداد کو کفر اور شرک قرار دے کر اپنے ہی بزرگوں کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں۔ بہتر ہے اس غلط طریقہ کو چھوڑ دیں اور اپنے غلط اور گمراہ کن عقیدہ سے رجوع کریں تمام امت مسلمہ کو کافر اور مشرک بنانے سے گریز کریں۔ واللہ یھدی الی الصواب۔ (غلام رسول سعیدی)



یادداشت

Click For Mbre Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>